اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znzlibrary.com/

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/Zubi.Novels.Zone.10

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now

باکس میں موجود ناولز یا کیٹیگری والے ناولز پڑھنے کے لئے ناول نام یا کیٹیگری نام پر کلک کریں

Famous Youtube Novels

Novel Name : Yaar E Sitamgar

Lams E Junoon By Zoya Ali Shah

Dedar E Yaar By Gumnam Larki

Shehr E Dil Novel By Kitab Chehra

Wajib E Ishq Novel By Gumnam Larki

Dastane Rooh E Basil By Saleha Iqbal

Yaar Yaaron Se Ho Na Juda Novel Season 3

Qarar E Mann Romantic Novel By Zara Hayat

Atish E Ishq An American Monster By Saleha Iqbal

Novels Categories

Web Special

Short Novels

Long Novels

Digest Novels

Romantic Novels

Facebook Novels

Ebook Novels PDF

Youtube Novels PDF

مکمل ناول

غمِ آشنا

نورالہدیٰ

ZNZ Zubi Novels Zone

آشنائی کا اثاثہ بھی بہت ہوتا ہے

بھیڑ میں ایک شناسا بھی بہت ہوتا ہے

تم کو تفصیل میں جانے کی ضرورت ہی نہیں

دکھ بڑا ہو تو خلاصہ بھی بہت ہوتا ہے

ہم بھی کیا لوگ ہیں سب جھولیاں بھر لاتے ہیں
بے یقینی کا تو ماسہ بھی بہت ہوتا ہے

شکریہ کہہ کے تسلی ہمیں مل جاتی ہے
ورنہ احسان ذرا سا بھی، بہت ہوتا ہے

!یہ جو ہم لوگ دکھائی نہیں دیتے ہیں تمہیں
کم نمائی کا یہ خاصہ بھی بہت ہوتا ہے

ہم فقیروں کی مناجات کا افسوس نہ کر
ہاتھ خالی ہوں تو کاسہ بھی بہت ہوتا ہے

آپ ہمدردی کے احسان اٹھالائے ہیں

رونے والوں کو دلاسہ بھی بہت ہوتا ہے

سوکھ جاتے ہیں تعلق کے یہ تالاب ضمیر

جن دنوں آدمی پیاسا بھی بہت ہوتا ہے

.....ضمیر قیس....

"!میرا فون پہلی بیل پر اٹھالیا کرو بنین"

اپنے بیگ میں مطلوبہ چیزیں رکھتی بنین نے فون کی جانب حیرت سے دیکھا تھا۔

"کیا میرا فون ہی اٹھالینا کافی نہیں ہے؟"

اس نے مصروف انداز میں پوچھا دوسری جانب عندلیب نے زیر لب اسے گالی سے نوازہ تھا۔

"پڑھے لکھے ہونے کا ثبوت دیا کرو مس عندلیب! آپ کی زبان کچھ زیادہ جوہر دیکھانے لگی ہے۔"

بنین نے اسی ٹون میں کہا تو عندلیب کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا۔

"وقت پر پہنچ جانا! تراب علی دی گریٹ لیڈر آف یور ڈریم ورلڈ آج کانفرس کرنے والے ہیں۔"

عندلیب نے چڑ کر کہتے فون اس کے منہ پر بند کر دیا تھا۔

"واہ! تراب علی!"

بنین کافی دیر بعد جوش سے بولی تھی۔

"بنین! اپنے پاپا کے ساتھ چلی جانا آج یونی!"

عطرت کی آواز سن کر وہ سب چھوڑ کر کمرے سے باہر نکلی تھی۔

"!مام!مام!مام"

اس نے کچن سے نکلتی عطرت کو بازو سے پکڑتے گول گول گھماڈالا تھا۔

"!آئی ایم سوہیپی مام"

اس کے چہرے اور الفاظ سے چھلکتی خوشی نے عطرت کو مسکرانے پر مجبور کر دیا تھا۔

"مام!آج بہت بڑادن ہے میرے لیے۔میرے تھیسیز کے لیے مجھے جس لیڈر کا نام دیا گیا تھامام!وہ آج یونی آرہے ہیں۔"

وہ رک کر پرجوش ہو کر انہیں بتاتی ایک بار پھر انہیں گھما چکی تھی۔

"ارے بھئی کس بات کی اتنی خوشی منائی جارہی ہے؟ویسے عطرت یہ ناانصافی ہے تم نے کبھی میرے ساتھ تو ڈانس نہیں کیا۔"

مدثر صاحب کی مصنوعی ناراضگی جھلکاتی آواز پر وہ رکیں تھیں۔عطرت انہیں گھوری سے نوازتی کچن کے اندر چلی گئی تھی۔

"اوپس! لگتا ہے دو دن کوئی الگ سے کھانے بنانے والا ہے۔"

بنین مدثر صاحب کو چھیڑتی کھلکھلا کر ہنسی تھی۔ مدثر صاحب نے بے چارگی سے کچن کی جانب دیکھا تھا۔

پاپا! رات کے کھانے میں فرائیڈ رائس بنا لیجئے گا سوچ رہی ہوں آج"

"کھانا آپ کی طرف کھالوں۔

وہ انہیں تنگ کرنے سے باز نہ آئی تھی۔

عطرت، مدثر اور بنین ان کی چھوٹی سی فیملی تھی، بنین کی زندگی میں اس کے ماں باپ آئیڈیل کپل تھے۔ جو ناراضگی میں بھی ایک دوسرے کا خیال رکھنا نہیں چھوڑتے تھے۔ جب کبھی عطرت بیگم ناراض ہوتی تھی اگلے دو دن وہ مدثر صاحب کو اپنے ہاتھ کے کھانے سے محروم کر دیتی تھیں۔ اس بار بھی یہی ہونے والا تھا۔

" یہ بتاؤ یہ چہرہ کیوں اتنا چمک رہا ہے؟"

ڈائینگ ٹیبل پر اس کے لیے کرسی نکالتے وہ محبت بھرے لہجے میں بولے تھے۔

"بات خوشی ہے پاپا! آج تر۔۔۔۔"

اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتی کچن سے آتی عطرت کے چلانے کی آواز پر وہ دونوں اٹھ کر بھاگے تھے۔

"!!ماما"

"! !عطرت"

وہ دونوں ایک ساتھ بولے تھے۔

****

صبح کے آٹھ بج رہے تھے موسم کافی حد تک بدل چکا تھا۔ بہار نے قدم جمانا شروع کیے تو بے جان نظر آتے پیڑ پودے بھی ہرے بھرے ہونے لگے تھے۔ پارک میں لوگ چہل قدمی کر رہے تھے جبکہ بچے

Click On The Link Above To Read More Novels / ✆ / ✉ 0344 4499420
https://www.zubinovelszone.com/

کھیل رہے تھے۔ایسے میں ایک وجود ایسا تھا جو ہاتھوں کی مٹھیاں بنائے اپنے اشتعال کو قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

عروسہ منہاج جو اپنے لوز ٹیمپر کی وجہ سے کم ہی دوست بناتی تھی یا یوں کہا جائے کہ اس کے دوست ہی نہ بنتے تھے تو زیادہ صحیح بات ہو گی۔وہ پچھلے ایک گھنٹے سے پارک میں مراد کا انتظار کر رہی تھی۔مراد اس کے پڑوس میں رہتا تھا جس سے دوستی میں پہل اس نے خود کی تھی مگر اس کے بعد جیسے وہ اس کی ضرورت بن گیا تھا۔

"سوری سوری! میں لیٹ ہو گیا۔"

مراد ہانپتا ہوا اس کے پاس آیا تھا۔

"گیٹ سے یہاں تک آنے میں تمہیں اتنے سانس کیسے چڑھ گئے؟"

وہ اس پر چڑھ دوڑی تھی۔

"تم مجھ پر شک کر رہی ہو؟"

وہ ناراضگی دیکھتا بولا تو عروسہ نے اسے سر تا پاؤں گھورا۔

تمہاری رگ رگ سے واقف ہوں میں مراد! مجھ سے جان چھڑانا"
آسان نہیں ہے۔دوستی میں نے کی تھی تو ختم بھی میں ہی کروں گی۔تم
مجھے اگنور کر کر مجھ سے پیچھا نہیں چھڑا سکتے البتہ میرے غصے کو ہوا دے

" کر تم اپنا نقصان ضرور کروا سکتے ہو۔

وہ بنا لحاظ کیے اسے دھمکا گئی تھی۔

" مجھے تمہاری یہی عادت پسند ہے تم دل میں کچھ نہیں رکھتی۔"

مراد اس کے غصے سے گھبراتا شیرینی بھرے لہجے میں بولا تھا۔

" اور تم پیٹ میں کوئی بات نہیں رکھ سکتے۔"

عروسہ کے طنز پر اصل بات اس کی سمجھ میں آئی تھی۔

" !عروسہ یار"

وہ ملتجی ہوا تھا۔

کیا عروسہ ہاں؟ تم نے جس طرح امی ابو کے سامنے میرا اشتہار لگایا"
ہے ناں، اگر تم میرے دوست نہیں ہوتے تو تمہارا سر کھول دیتی
"میں۔

وہ یک دم بھڑکتی ہوئی بولی تو مراد نے جبرا مسکرا کر اس کی دی اہمیت کو
قبول کیا تھا۔

تم نے جس لڑکی کو مارا تھا یار وہ پولیس میں رپورٹ کروانے والی تھی"
اس لیے انکل کو سب بتانا پڑا۔ میں نہیں چاہتا تھا میری دوست پر کوئی
" کیس بنے۔

وہ فورا سے خوشامدی انداز اپنا گیا تھا۔

" مجھے بھوک لگی ہے۔ ناشتہ لیکر گھر پہنچو۔"

وہ سر جھٹکتی بولی۔ کافی حد تک غصہ کم ہو گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد
درخت کی اوٹ سے مراد کا دوست باہر آیا۔

"تو سچ میں اس سے دوستی ختم کرنا چاہتا ہے یا صرف ڈرامہ کرتا ہے بے زاری کا؟"

سانول نے اس کے کندھے پر تھپڑ لگاتے ہوئے پوچھا۔

"شٹ اپ یار! میں کچھ بھی کر لوں یہ میرا پیچھا نہیں چھوڑے نہیں گی۔"

مراد نے بے زارگی سے کہا۔

"ویسے مجھے کچھ کچھ معاملہ سمجھ میں آرہا ہے۔ جس طرح کل اس نے نتاشا کا سر پھاڑا تھا صرف تجھ چھونے پر ہی اتنا شدید ری ایکشن مجھے خطرے کی گھنٹی بجتی سنائی دے رہی ہے۔ وہ شاید تجھ سے۔۔۔۔"

"لاحول ولا قوۃ!"

اس کی بات پوری ہونے سے پہلے مراد جھری جھری لیتا بولا تھا۔

ہونا ہو یہی بات ہے۔تو تو گیا کام سے۔پوری زندگی اس کی غلامی کرنا"

" اب۔

سانول اس کی ہنسی اڑاتے پارک کے خارجی راستے کی جانب بڑھ گیا تھا۔اس کی ہنسی کی گونج مراد کو زہر سے بھی زیادہ بری لگ رہی تھی۔

" نہیں! میں بہت جلد اس زبردستی کی دوستی سے جان چھڑالوں گا۔"

وہ عزم کرتا بولا تھا۔

اب یہ وقت بتانے والا تھا کہ ایسا ہوتا بھی ہے یا نہیں اور اگر ہو گیا تو اس کو آزادی ملے گی یا پھر کسی نئی قید کا قیدی بن جائے گا وہ۔

****

صبح کا ہنگامہ خیز آغاز ہوا تھا۔انصاری منزل کے رہنے والے آہستہ آہستہ اپنے کام پر نکل رہے تھے۔تین منزلہ یہ گھر تین فیملیز پر مشتمل تھا۔

پہلے عظمت انصاری جن کا صرف ایک بیٹا تھا باسط عظمت انصاری۔دوسرے جمال انصاری جن کی دو بیٹیاں تھیں لمظ انصاری اور ابیہا انصاری۔جبکے تیسرے پورشن میں ان کی بہن فوزیہ افضال رہائش پزیر تھیں جن کی دو اولادیں زین اور زمان ہوسٹل میں مقیم تھیں۔

"باسط بھائی! آپ کا ناشتہ۔"

لمظ نے عجلت میں اس کے سامنے پراٹھا رکھا تھا۔

"تائی امی کا آرڈر ہے ناشتے کے بنا آپ کو جانے نہیں دینا۔"

وہ آملیٹ اس کے سامنے رکھتی بول رہی تھی۔

"تم ڈبل محنت کیوں کر رہی ہو؟ میں باہر سے لے آتا ناشتہ۔"

باسط نے اس کو صبح صبح ہی کام میں لگے دیکھ کر شرمندگی سے کہا۔

"تائی امی! باسط بھائی ابھی سے مجھے پرایا کر رہے ہیں۔"

اس نے وہیں کھڑے ہو کر شکایت لگائی تو باسط مسکرا دیا۔

"بس کرو اماں بی! تم بھی بیٹھ جاؤ ناشتہ کر لو۔"

وہ سر جھٹکتا بولا تو لمظ نے منہ بگاڑا۔

" ! صبح صبح ناشتہ کون کرتا ہے بھائی"

" جنہیں صحت عزیز ہوتی ہے۔"

جواب فوراً حاضر تھا۔

" کھاتے وقت بحث نہیں کرتے۔"

اس نے شیک کا گلاس اس کے سامنے رکھتے سمجھداری سے کہا۔

آپ کے انٹرویو کا کیا بنا؟ ویسے عجیب بات ہے پورے سندھ کو چھوڑ"

" کر آپ نے پنجاب میں جا کر انٹرویو دیا ہے۔

وہ شیک پینے کے ساتھ ساتھ ہلکے پھلکے طنز کے۔ ساتھ بولی تھی۔ باسط نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

" بے روزگاری سے بہتر ہے۔"

" بس ایک بات کہہ کر منہ بند کروادیں میرا۔"

باسط کے لیے پانی ڈالتی وہ منہ بسورتی بولی تھی۔

" تیار ہو جاؤ جا کر چھوڑ دوں گا تمہیں یونی۔"

وہ اس ساری محنت کا نتیجہ نکالتا بولا تو لمظ نے زبان دانتوں تلے دبائی۔

ویسے آپ کے ساتھ جانے کا اپنا ہی مزا ہے یونی کی آدھی لڑکیاں تو"

" رشک اور حسد کا شکار ہو جاتی ہیں آپ کو میرے ساتھ دیکھ کر۔

وہ اپنی ہی دھن میں بولتی برتن اٹھا کر کچن کی جانب چلی گئی تھی۔ باسط پر سوچ انداز میں کچن کی جانب دیکھ رہا تھا۔

آپ کی نوکری ہو جائے تو ابیہا کا ایڈمیشن بھی وہیں کروا دیجئے گا، وہ"

" یہاں رہ کر پڑھنا نہیں چاہتی۔

کچن میں سے ہی وہ بولی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد باہر نکلتی اپنے پورشن کی جانب بڑھ گئی۔ باسط وہیں بیٹھا تھ کسی گہری سوچ میں گم۔

****

وہ پراٹھا تل رہی تھی جب اچانک ہی چائے کا پانی چڑھاتے ہوئے پانی کے کچھ چھینٹے توے پر گرنے سے آگ بڑھکی تھی۔ محض ایک لمحے کا کھیل تھا مگر عطرت کو ماضی کی دردناک یاد میں لے گیا تھا۔ بھڑکتی آگ کے شعلے میں کسی وجود کے چلانے کی آواز نے اس کے حواس سلب کیے تھے۔ وہ یک دم چلائی تھی۔ حواس باختہ وہ توے پر ہاتھ رکھ چکی تھی

جب اس کے چلانے کی آواز سن کر بنین اور مدثر صاحب اندر داخل۔ ہوئے تھے۔ انہوں نے تیزی سے عطرت بیگم کو سنبھالا تھا۔ وہ کافی ہاتھ جلا چکی تھیں۔ بنین ماں کی حالت دیکھتی رونے لگی تھی۔

"اسے بچالو۔"

عطرت نے بے ہوش ہوتے چند الفاظ بولے تھے جو بنین تو نہ سن سکی تھی مگر مدثر صاحب کو اس کی اذیت کا پتا دے گئے تھے۔وہ عطرت کو گود میں اٹھاتے کمرے تک لائے تھے۔جلد از جلد انہیں ٹریٹمنٹ دے کر وہ بنین کی جانب متوجہ ہوئے۔

"!ماما ٹھیک ہیں بیٹا"

وہ اسے ساتھ لگاتے نرمی سے بولے تھے۔

"!مجھے ڈر لگ رہا ہے پاپا"

بنین نے روتے ہوئے کہا۔

ارے میرا بہادر بچہ !ڈرتے نہیں ہیں بلکہ ہمت اور حوصلے سے آگے "

" بڑھتے ہیں۔اب یونی جاؤ میں ہوں تمہاری ماما کے پاس۔

وہ اسے پچکارتے ہوئے بولے تو بنین نے نفی میں سر ہلایا۔

ٹھیک ہے جب مام اٹھے گی تو میں کیس لڑنے میں بالکل مدد نہیں"

" کروں گا۔

انہوں نے ہاتھ کھڑے کرتے ہوئے کہا۔

"آپ کی ڈیوٹی؟"

بنین ان کے انداز پر نم آنکھوں سے مسکراتی بولی تھی۔

"یہ ڈاکٹر اپنی پرسنل نرس کے بنا ڈیوٹی نہیں کرتا، گڑ بڑ ہو جاتی ہے۔"

وہ ہنستے ہوئے بولے تو بنین بھی ہنسی تھی۔ عطرت بیگم کے ماتھے پر بوسہ دے کر مدثر صاحب کو خدا حافظ کرتی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔

جبکہ مدثر صاحب کا چہرہ فورا سنجیدگی میں ڈھلا تھا۔ ماضی اگر صرف ماضی ہو تو اتنا فرق نہیں پڑتا مگر دردناک ماضی مستقبل کو بھی برباد کر دیتا ہے۔ اس وقت مدثر صاحب اسی ڈر کو محسوس کر رہے تھے۔

****

اپارٹمنٹ کی بالکنی میں کھڑا وجود ایک کے بعد۔ایک سگریٹ پی رہا تھا۔

وہ ایڈکٹ نہیں تھا مگر جب بھی اسے اپنی پریشانی ختم کرنی ہوتی وہ۔

ایسے ہی کئی ڈبیاں پھونک دیتا تھا۔

" شارق یار بس کر آس پڑوس والے فائر بر گیڈ بلا لیں گے۔"

اس کا دوست کھانستا ہوا بولا تھا۔

میں کیا کروفرید! اگر یہ نہیں پیوں گا تو نا جانے کیسے خود کو قابو کروں"

"گا۔

شارق نے بے بسی سے کہا۔

یار چھوڑ اپنے اس کزن کو۔دفع کر۔کیوں اسے سر پر سوار کرتا ہے۔"

"

فرید نے اسے سمجھانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

میں اسے سر پر سوار نہیں کرتا فرید! وہ جان بوجھ کر سب کرتا ہے۔"

اس نے جان بوجھ کر کراچی کو چھوڑ کر یہاں انٹرویو دیا۔ وہ ہر جگہ اپنی برتری ثابت کرنا چاہتا ہے۔ وہ چلا کیوں نہیں جاتا میری زندگی سے۔"

بے دردی سے اپنے بال نوچتا وہ بولا تھا۔ فرید اسے زبردستی کمرے میں لایا تھا۔

"انٹرویو دینے سے کیا ہوتا ہے، تو بھی جانتا ہے اور میں بھی جاب تجھے ہی ملے گی۔ کمپنی نے خود تجھے بلایا تھا مت بھول۔"

فرید نے اسے ریلیکس کرنا چاہا۔

"مجھے نفرت ہے اس شخص سے فرید! باسط انصاری میری زندگی پر لگا گرہن ہے جو مجھے اندر سے ختم کر رہا ہے۔"

وہ آنکھوں میں نفرت لیے بولا تھا۔ فرید بے بسی سے اسے دیکھتا رہ گیا تھا۔ شارق کا فون بجا تو مام لکھا دیکھ کر اس نے کال پک کی۔

" !یس مام"

وہ تھکے تھکے لہجے میں بولا تھا۔

" آرہاہوں۔"

فون بند کرتاوہ کھڑا ہوا تھا۔

تھینک یو یار ! تیری وجہ سے میں کچھ دیر ریلیکس ہو جاتاہوں۔ورنہ "
"اپنے گھر پر تو۔۔۔۔

وہ طنزیہ مسکراتا فرید کی پیٹھ تھپتھپا کر اس کے اپارٹمنٹ سے نکل گیا۔

فرید گہری سانس بھر کر رہ گیا تھا۔

****

اٹھ جایئے بیگم صاحبہ ! آپ کو آج میرے ہاتھ کا کھانا کھانا تھا تو بتادیتی"
"یہ ایسے ہاتھ جلانے کی کیا ضرورت تھی؟

عطرت بیگم کو آنکھیں کھولتے دیکھ مدثر صاحب ہلکے پھلکے لہجے میں بولے تھے۔

کبھی کبھی ماضی بہت بری یاد آتا ہے مدثر! کاش کہ وقت لوٹ آتا"

،کاش کہ حالات ویسے نہ ہوتے، کاش کہ میں اسے وقت پر وہاں سے

"لے آتی۔

غیر مرئی نقطے کو گھورتی وہ ایک تکلیف کے ساتھ بول رہی تھیں۔ مدثر صاحب نے ان کے ہاتھ نرمی سے تھامے تھے۔ وہ ان کے جلے ہوئے ہاتھوں کو دیکھ رہے تھے۔

یادیں ناسور بن کر اندر سے ختم کرنے لگیں تو آگے بڑھ جانا چاہیئے"

"عطرت! ہماری بیٹی ہے۔ ہمیں اس کے بارے میں سوچنا ہے۔

مدثر صاحب دھیمے لہجے میں اسے سمجھا رہے تھے۔

میں چاہ کر بھی پیچھے دیکھنا نہیں چھوڑ سکتی مدثر! مجھے ڈر ہے کہیں وہ"

"سب پھر سے نہ دہرایا جائے میری بنین تو۔۔۔۔۔

ریلیکس عطرت! بنین بہت بہادر ہے اور ہم ہے ناں اس کی حفاظت"

"کے لیے اور پھر شان بھی تو ہے۔

عطرت بیگم نے آسودگی سے ان کے سینے پر سر ٹکا دیا تھا۔

" زیادہ مت سوچا کرو۔اب کچھ غلط نہیں ہو گا۔"

وہ نرمی سے ان کے بال سہلاتے بول رہے تھے۔

زندگی تو ہر نئے امتحان کے ساتھ تیار رہتی ہے۔ کبھی کبھار وہ بھی ہو جاتا ہے جس سے بچنے کے لیے انسان لاکھوں جتن کر چکا ہوتا ہے۔

****

" ہائے عروسہ!"

وہ لائبریری میں بیٹھی بکس سے کچھ ٹاپک نوٹ کر رہی تھی جب فضا اس کے سامنے بیٹھتی بولی تھی۔ عروسہ نے ایک نظر اٹھا کر اسے دیکھا پھر ہائے بولتی واپس اپنے کام میں مگن ہو گئی تھی۔

" !یو آر سو روڈ عروسہ "

فضا نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا۔

"میں کچھ بزی ہوں۔ کین یو ایکسکیوز می؟"

وہ سنجیدگی سے بولی تھی جبکہ فضا کو اس کا ایٹیٹوڈ ذرا نہ بھایا تھا۔

" تم شاید دوست بنانا ہی نہیں چاہتی۔"

وہ طنزیہ بولی تو عروسہ نے اس کی طرف دیکھا۔

" مجھے مزید دوستوں کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی سختی سے بولی تھی۔

" لیکن مراد کو تو ہے۔اس کو کیوں خود تک محدود کیا ہوا ہے تم نے؟"

نوشی کی طنز سے بھری آواز پر عروسہ نے گردن موڑتے دائیں جانب دیکھا تھا۔ فضا عروسہ کو غصے میں آتے دیکھ کر وہاں سے کھسکی تھی۔

"اسٹے آوے فرام ہیم یوڈیم۔۔۔۔۔"

وہ بنا لحاظ کیے بولی تو نوشی ہنسی تھی۔

تم سائیکو ہو عروسہ! اس کا پیچھا چھوڑ دو اس سے پہلے کہ وہ تمہیں"

"چھوڑ کر جائے۔

جیسے ہی نوشی کی بات پوری ہوئی تھی عروسہ اپنی بکس اٹھاتی لائبریری سے نکلی تھی۔ جس انداز سے وہ نکلی تھی نوشی جانتی تھی یونی میں ایک نیا تماشا لگنے والا ہے۔ وہ ایکسائیٹڈ ہوتی اس کے پیچھے گئی تھی۔

"میں سائیکو ہوں؟"

کینٹین میں بیٹھے مراد کے سر پر پہنچ چکی تھی۔ مراد نے اپنے دوستوں کی طرف دیکھا پھر اٹھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب لے آیا۔

" کیا کر رہی ہو؟"

وہ ارد گرد دیکھتا بولا تھا جہاں سب انہی کی جانب دیکھتے سننے کی کوشش کر رہے تھے۔

" میں نے سمپل کا کوسچن پوچھا ہے مراد! کیا میں سائیکو ہوں؟"

مراد کو سمجھ نا آیا کہ وہ کیا جواب دے۔ وہ خاموشی سے اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا جو تنے ہوئے تھے۔ یک دم وہ مسکرائی تھی۔

اس دنیا میں کوئی بھی مجھے کچھ بھی کہے گا میں اس کا منہ نوچ لوں گی مگر "
"تم سے ہمیشہ سچ کی امید رکھوں گی۔

وہ نرم لہجے میں بولتی اسے حیران کر گئی تھی۔

" میں ڈاکٹر سے اپائنمنٹ لے لوں گی، تھینک یو۔"

وہ کہہ کر چلی گئی تھی جب مراد اس کے پیچھے لپکا تھا۔

" عروسہ! کیا ہوا ہے یار! کسی نے کہا ہے تم سائیکو ہو؟"

وہ اس کے ساتھ چلتا پوچھ رہا تھا۔

"کیا کروگے اگر اس کا نام بتادوں تو؟"

وہ رک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتی سوال کر گئی تھی۔

" میں اس سے۔۔۔۔پوچھوں گا اس نے کیوں کہا ایسا۔"

وہ نظریں چراتا بولا تو عروسہ نے اپنے بیگ سے چاکلیٹ نکال کر اسے دی۔

" تمہاری زبان جھوٹی ہے مراد! مگر آنکھیں سچی ہیں۔"

وہ کہہ کر نہیں تھی جبکہ مراد آگے بڑھ نہیں پایا تھا۔

"بہت ہی کوئی ڈھیٹ لڑکی ہے، کبھی۔۔۔"

" !شٹ اپ نوشی! اسٹے ان یور لمیٹس"

مراد اسے عروسہ کے خلاف بولتا دیکھ کر غصے سے بولا تھا۔نوشی حیران ہوئی تھی۔ عروسہ سے جان چھڑانے کی کوشش کرنے والے مراد کا عروسہ کے لیے غصہ کرنا۔

****

سامان باندھ لو اپنا! سب نے فیصلہ کیا ہے تمہیں گھر، شہر اور صوبہ بدر"
" کرنے کا۔

لمظ نے بیڈ پر پھیل کر لیٹتے ہوئے کہا مگر اگلے پل منہ پر پڑنے والے کشن نے اسے اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا۔

" !ابیہا کی بچی"

وہ کشن لے کر اس کے پیچھے بھاگی تھی جبکہ ابیہا کمرے سے نکل گئی تھی۔وہ پورے صحن میں آگے پیچھے بھاگ رہی تھیں جب گیٹ کھول کر باسط اندر آیا۔

"باسط بھائی! آج اس کی سائیڈ کوئی نہیں لے گا اس نے۔لمظ انصاری کی کھڑی ستوان ناک کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی ہے،اس پر ساری دفعات ایک ساتھ لگیں گی۔"

وہ بھڑکتی ہوئی بولی تھی جب باسط نے نفی میں سر ہلاتے آگے بڑھ کر ابیہا کو اپنے پیچھے چھپایا تھا۔

"غصہ چھوڑو اور منہ میٹھا کرو۔"

"جاب پکی ہو گئی؟"

وہ یک دم سب بھولتی ایکسائیٹڈ ہوئی تھی۔باسط نے ہاں میں سر ہلایا وہ منہ پر ہاتھ رکھتی اپنی چیخ کو دبا گئی تھی۔

پھر تو اس میٹھائی پر پہلا حق ابیہا کا ہوا۔اس نے تو دن رات دعائیں مانگی "ہیں آپکی جاب کے لیے۔"

اس نے میٹھائی کا باکس کھول کر رس گلا نکال کر وہاں سے کھسکتی ابیہا کو زبردستی کھلایا تھا۔

"میری میوٹ کوئین! بہت مبارک ہو اب تم اپنی پڑھائی اپنی مرضی" "کی جگہ پر جاری کر سکتی ہو۔

وہ اسے گلے لگاتی بولی تو باسط نفی میں سر ہلاتا اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"میٹھائی کے بنا جا رہے ہیں خوش خبری سنانے۔"

وہ ابیہا کو ساتھ لیتی باسط کے پیچھے اندر بھاگی تھی۔

کچھ دیر بعد انصاری منزل میں ہر طرف خوشی منائی جا رہی تھی۔ پہلی بار میں اتنی اچھی پوسٹ ملنا اور پرکشش تنخواہ کے ساتھ رہائش بھی مل رہی تھی۔ سب ہی خوش تھے۔ دو دن بعد جوائننگ تھی لیکن اسے کل ہی نکلنا تھا تاکہ ابیہا کا ایڈمیشن کروا سکے اور ہاسٹل کا بندوبست کر سکے۔

"میں ساتھ جاؤں گی۔"

لمظ اپنا فیصلہ سنا کر سب کو چائے دے رہی تھی۔ کسی کو اعتراض بھی نہیں تھا اس کے فیصلے تھے۔ وہ ابیہا کا سایہ تھی اب اسے اکیلا چھوڑتے وقت وہ خود تسلی کرنا چاہتی تھی۔

****

کل کا دن وہ کانفرس مکمل اٹینڈ نہیں کر سکی تھی۔ عطرت کو لیکر بہت پریشان تھی اس لیے اس نے ڈین سے ریکوسٹ کی تھی ملک تراب علی سے اپائنٹمنٹ لینے کی۔ وہ اب کچھ ریلیکس تھی کیونکہ ڈین نے کہا تھا اس کا کام ہو جائے گا۔ وہ گارڈن میں بیٹھی نوٹس کو فائل میں لگا رہی تھی جب ساتھ بیٹھی عندلیب نے بے زارگی سے سامنے دیکھا۔ صمد کو دیکھتے ہی اس کا ہاتھ بے ساختہ بنین کے کندھے کی جانب بڑھا تھا۔

"بنین! وہ دیکھ صمد! مجھے لگتا ہے وہ یہیں آ رہا ہے۔"

عندلیب نے بنین کو کندھے سے پکڑ کر ہلاتے ہوئے کہا۔بنین نے سامنے دیکھا جہاں وہ سفید شلوار قمیض پر براؤن واسکٹ پہنے۔آنکھوں کو گوگلز سے کور کیے شانِ بے نیازی سے چلتا اس کی طرف آرہا تھا۔وہ جیسے ہی اس کے سامنے آکر رکا عندلیب نے اس کے ہاتھ پر چٹکی کاٹی۔

بنین اس کی سحر سے نکلتی عندلیب کو گھورنے لگی۔

"بنین مدثر رضا! یہی نام ہے نہ تمہارا؟"

اس کے انداز پر بنین نے حیرت سے اسے دیکھا۔

ہمایوں سر کے کہنے پر میں نے تمہارے لیے بڑے پاپا سے اپائٹمنٹ " لے لی۔وقت پر پہنچ جانا۔

"بڑے پاپا؟؟؟"

بنین نے دہرایا تو صمد نے اپنا چشمہ اتارا۔

"!!!ملک تراب علی"

اس کے غرور سے نام بتانے پر بنین کے چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

"وقت کی پابندی کریں گی تو بڑے پاپا کا انٹرویو بھی مل جائے اگر وقت کی پابندی کی تو۔۔۔"

وہ کہہ کر آگے بڑھ گیا۔بنین نے اسے جاتا دیکھا تو اس کی پشت کو گھوری ہوئے زیر لب اسے 'گھمنڈی' کے لقب سے نوازا تھا۔

****

بنین لاؤنج میں اپنے سب نوٹس پھیلائے بیٹھی تھی۔اس کے تھیسز کے ورک میں بس ملک تراب علی کا انٹرویو رہتا تھا جو اس کے سب بیانات کی تصدیق کرے۔وہ ایک شخصیت کو بیان کرنے والی تھی جس کے لیے اس نے ہر اخبار، میگزین، غرض کہ ٹیوٹر، فیس بک اور ساری

شوشل میڈیا ایپس کو کنگھال ڈالا تھا۔اس کے پورے مہینے کی محنت تھی جس کا صلہ اسے کل ملک تراب علی سے مل کر ملنے والا تھا۔وہ مصروف انداز میں فائل تیار کر رہی تھی جب دروازہ کھول کر عطرت اندر آئی۔ اسے دلجمعی سے کام کرتے دیکھ کر وہ مسکرا کر نفی میں سر ہلاتی کچن کی جانب رخ کر گئی تھیں۔اس کے لیے فریش جوس بنا کر وہ اس کے پاس آئی تھیں۔نیوز پیپرز پر نظر پڑتے ہی ان کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔ آنکھوں میں خوف در آیا تھا۔آس پاس بکھرے ہر نیوز پیپر پر ایک ہی شخص کو دیکھ کر انہوں نے صوفے کا سہارا لیا تھا۔

"!!بنین"

انہوں نے بنین کو پکارا تو وہ ان کی جانب متوجہ ہوئی۔عطرت کی حالت خراب ہوتے دیکھ کر اس نے سرعت سے انہیں سنبھالا تھا۔

" کیا ہوا ماما؟"

وہ تشویش زدہ ہوتی بولی تھی۔

" یہ۔۔۔۔یہ۔۔۔۔کیوں؟"

انہوں نے اخبار کی جانب اشارہ کیا تھا۔

"ماما! میرے تھیسز ورک کا حصہ ہے یہ۔ لیکن آپ کی طبیعت ٹھیک

"نہیں لگ رہی مجھے میں پاپا کو بلاتی ہوں

اس نے جیسے ہی موبائل کی جانب ہاتھ بڑھایا عطرت نے اسے روکا۔

" !اس شخص سے دور رہنا بنین"

وہ اس کا بازو دبوچتے ہوئے بولی تھیں۔ بنین کو ان کی سرخ آنکھیں دیکھ کر پریشانی ہوئی تھی۔

"ماما! کیا ہوا ہے؟ آپ کی آنکھیں۔۔۔"

"!!تم دور رہو گی اس آدمی سے بنین"

مقابل کی بات کاٹ کر وہ تقریباً چلائی تھیں۔ مدثر صاحب گھر میں داخل ہوتے ہی عطرت کی تیز آواز سن کر وہ بھاگتے ہوئے لاؤنج میں آئے تھے۔

" عطرت! کیا ہوا ہے؟ ہائپر کیوں ہو رہی ہو؟"

انہوں نے صدمے سے گنگ بیٹھی بنین پر ایک نظر ڈال کر پوچھا۔

مدثر! اسے کہو دور رہے اس شخص سے۔ یہ اس کے سامنے تو نہیں گئی"

" ناں؟

اچانک سے یاد آتے ہی وہ مدثر صاحب کی جانب مڑتی پوچھنے لگی۔ بنین نا سمجھی سے ان کا رویہ دیکھ رہی تھی۔ مدثر صاحب نے اسے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا اور عطرت کی جانب متوجہ ہوئے۔

پاپا! میرا تھیسز ورک ہے ملک تراب علی پر۔ ماما پتا نہیں کیوں ایسے"

" ری ایکٹ کر رہی ہیں۔

بنین نے اخبارات پر گرے جوس کو دیکھتے ہوئے کہا جو عطرت کے ہاتھ سے گرا تھا۔ جبکہ مدثر صاحب ملک تراب علی کے نام پر چونکے تھے۔

پھر عطرت کی حالت کے پیچھے ساری وجہ سمجھ کر وہ عطرت کو ساتھ لے جانے لگے تاکہ اکیلے میں اس سے بات کر سکیں۔ مگر وہ ہاتھ چھڑاتی بنین کی جانب مڑی۔

"!جو کہا ہے وہ کرنا بنین"

وہ سخت لہجے میں بول رہی تھیں۔ کسی بھی طرح اسے ملک تراب علی سے دور رکھنا تھا۔ مدثر صاحب نے ایک بار پھر ان کا بازو پکڑا تھا۔

"ماما! آپ کیوں منع کر رہی ہیں مجھے؟ پوری کلاس میں صرف مجھے یہ موقع ملا ہے اور آپ چاہتی ہیں کہ میں یہ موقع گنوا دوں؟"

وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اچانک سے اس کی ماما کو کیا ہو گیا ہے۔

مجھ سے بحث مت کرو بنین ! میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا تم اس کرپٹ سیاستدان سے دور رہو گی اور کل ہی اس تھیسیز کے لیے کسی اور کا انتخاب کرو گی۔"

عطرت اپنا فیصلہ سنا کر مدثر صاحب سے ہاتھ چھڑا کر کمرے میں چلی گئی تھیں۔ بنین نے مدد طلب نظروں سے مدثر صاحب کی جانب دیکھا۔

"یہ تم دونوں ماں بیٹی کا معاملہ ہے میں تو کسی ایک کی سائیڈ ہر گز نہیں لوں گا۔"

وہ تو اپنے ہاتھ کھڑے کر چکے تھے۔ جانتے تھے اس معاملے میں عطرت صحیح تھی۔ وہ عطرت بیگم کے پیچھے گئے تھے۔ جبکہ بنین وہیں کھڑی رہ گئی تھی۔

"مام کیوں نہیں چاہتی کہ میں تراب علی سے ملوں؟"

وہ خود سے سوال کر رہی تھی۔

****

"آنٹی عروسہ کہاں ہے؟"

وہ عجلت میں گھر میں داخل ہوا تھا۔لاؤنج میں بیٹھی نوشابہ بیگم نے اسے دیکھ کر گہری سانس لی تھی جیسے کہ اس کے یہاں آنے کے بارے میں پہلے سے جانتی ہوں۔

" وہ اپنے ابو کے ساتھ گئی ہے۔کسی ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ تھا اس کا۔"

وہ سائیکائٹرسٹ نہیں کہہ سکی تھیں۔

آپ نے جانے کیوں دیا اسے آنٹی! اسے کسی ڈاکٹر کی ضرورت نہیں"

" ہے وہ بالکل ٹھیک ہے۔

وہ تھکا سا ان کے سامنے بیٹھتا بولا تھا۔

اسے ضرورت ہے بیٹا! وہ ہماری بات نہیں مانتی مگر کل اس نے خود" آکر یہ بات کی تو منہاج نے دیر نہیں کی تھی۔ ہم اپنی بیٹی کو بالکل ٹھیک " دیکھنا چاہتے ہیں۔

وہ تفصیلا گویا ہوئی تھیں۔ تبھی منہاج صاحب کی آواز پر وہ مڑا تھا جو عروسہ سے بات کرتے ہوئے اندر آرہے تھے۔

"انکل! میں پانچ منٹ کے لیے اس سے بات کر سکتا ہوں؟"

وہ پوچھ کر رکا نہیں تھا بلکہ عروسہ کو ساتھ لیے چھوٹے سے گارڈن میں آگیا تھا۔

" تم پاگل ہو گئی ہو عروسہ! یہ کیا بچپنا ہے؟"

وہ سخت خفا لگ رہا تھا عروسہ نے مسکرا کر اس کا چہرہ دیکھا تھا پھر اس کے پاس سے گزر کر کیاری میں لگے پھولوں کی جانب آئی۔

جانتے ہو مراد! ابو نے مجھے یہ پودا لا کر دیا تھا۔ میں نے دن رات اس کی دیکھ بھال کی پھر اس پر پہلا پھول لگا, وہ خو بخود ٹوٹ کر گر گیا مجھے بہت غصہ آیا میں نے دوبارہ ان پودوں کی دیکھ بھال نہیں کی۔ وہ مر جھا گئے۔"

وہ کہہ کر مڑی تو مراد کو خود کی جانب نا سمجھی سے دیکھتے پایا۔

میری کوئی چیز مجھ سے دور جائے تو میں اسے توڑ دیتی ہوں مراد! میں" تمہیں نہیں کھو سکتی۔"

وہ آنسو صاف کرتی بولی تو مراد کچھ بول نہ پایا۔

تم مجھ سے دور جانے کی کوشش کر رہے ہو مراد! اور یہ بات میں برداشت نہیں کر پا رہی۔ میں تمہیں نقصان نہیں پہچانا چاہتی اس لیے خود کو بدلوں گی۔"

وہ دل ہی دل میں بول رہی تھی جبکہ نظریں مراد پر تھیں۔

"اچھا چھوڑو یہ سب گھر چلو۔ ممانے تمہاری فیوریٹ ڈش بنائی ہے۔"

مراد کو سمجھ نہ آیا کیا کہے تو اس نے بات بدل دی۔

"فریش ہو کر آتی ہوں۔"

وہ بھی مسکرائی تھی۔

"ابھی چلو تم۔"

وہ اس کا بازو پکڑ کر ساتھ لے جا رہا تھا۔

تمہارا رویہ مجھے سمجھ نہیں آرہا مراد! تم مجھ سے جان چھڑانے کی"

"پلاننگ بھی کرتے ہو اور میرا خیال بھی کرتے ہو۔

وہ مراد کے ساتھ چلتی سوچ رہی تھی۔

تیرے ہونے سے ایجاد ہوا لفظِ محبت

تیرے ساتھ سے معلوم ہوئے رنگِ حیات

****

"تم اسے پریشان کر رہی ہو عطرت! تحمل سے بھی بات کی جاسکتی تھی"

"!عطرت

وہ ان کے سامنے کھڑے سنجیدگی سے بولے تو بیڈ پر بیٹھی عطرت نے چہرہ اٹھا کر ان کی جانب دیکھا۔

"میں ڈر گئی ہوں مدثر! تم نہیں جانتے آج اس شخص کو دیکھ کر میری حالت کیا ہو گئی تھی۔ میں نے اتنے سال بنین کو اس سے بچا کر رکھا اور اب وہ خود اس کے سامنے جانے کی تیاری کر رہے۔"

"اور تمہارا یہ رویہ بنین کے دل میں کتنے سوالات کو جنم دے چکا ہے۔ ان سوالات کے جواب دے سکو گی اسے؟"

"وہ قاتل ہے اپنے ہی خون کا مدثر!! میں اپنی بیٹی کو اس کے پورے

"خاندان کے سائے سے دور رکھنا چاہتی ہوں۔

مدثر کے سوال پر وہ پھٹ پڑی تھی۔

"اسے سچ بتادو پھر ورنہ وہ اپنی ضد نہیں چھوڑے گی۔"

مدثر نے کندھوں سے تھام کر اس کا رخ اپنی جانب کر کر کہا تھا۔

وہ بہت سفاک ہے مدثر! مجھے مینو کا وہ چہرہ نہیں بھولتا۔اس کی"

"آنکھیں مجھ سے انصاف کا شکوہ کر رہی تھیں اور میں کچھ نہیں کر سکی۔

وہ اپنا چہرہ چھپائے رو رہی تھی۔بنین کی ایک خواہش نے تیئیس سال

پہلے کا زخم ہرا کر دیا تھا جو وقت کے ساتھ ناسور بننے والا تھا۔

****

"ابیہا! تم یہیں رکو میں کچھ پینے کے لیے لاتی ہوں۔"

باسط کے ساتھ وہ دونوں لاہور آئی تھیں،لمظ نے ضد کر کر باسط کو یونی سے واپس بھیجا تھا۔اس کا ماننا تھا کہ ابیہا کو دو سال یہاں گزارنے ہیں تو اسے سب خود کرنا ہو گا۔ باسط بھی اس کی بات کو صحیح گردانتا واپس چلا گیا تھا اسے اپنی خالہ سے ملنے جانا تھا۔

"جلدی آنا۔"

ابیہا نے اشاروں سے اسے کہا تو لمظ نے اسے دو منٹ کا اشارہ کیا تھا اور آگے بڑھ گئی تھی۔

"کہاں ہے تو؟"

شارق موبائل پر بات کرتا آگے بڑھ رہا تھا۔چہرے پر بے زاری تھی۔

"یار! جلدی پہنچ میں کینٹین جا رہا ہوں۔"

دوسری جانب کی بات سن کر وہ مزید چڑا تھا۔فون بند کر کر وہ کینٹین کی جانب بڑھ گیا تھا۔فرید کو کلیئر یکل آفس میں کام تھا جس کی وجہ اس

نے شارق کو بھی وہاں بلا لیا تھا۔ شارق کا موڈ پہلے ہی خراب تھا جب سے اسے باسط کی جاب کا معلوم ہوا تھا۔ اسے اسی کمپنی میں باسط سے نچلی پوسٹ کی آفر دی گئی تھی جو اس نے رد کر دی تھی۔ وہ باسط کا وجود برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں گم آگے بڑھ رہا تھا جبا اچانک سیڑھی اترتی لمظ کا پاؤں پھسلا تھا، اس کے ہاتھ میں موجود پانی کی بوتل جس سے وہ پانی پی رہی تھی، شارق کو بھگو گئی تھی۔

"!وٹ دا ہیل۔۔۔"

اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے جب سامنے لمظ کے چہرے پر نظر پڑی تھی۔ وہ شرمندگی سے اس کی شرٹ کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے دھیرے سے ایک ہاتھ اپنے کان کی جانب بڑھایا۔ چہرے پر معصومیت تھی جو شارق کو اسی وقت چاروں شانے چت کر چکی تھی۔ وہ مسلسل ٹکٹکی باندھے اسے دیکھ رہا تھا جو بوتل کا ڈھکن بند کر کر دونوں کان پکڑ

کر سوری کر رہی تھی۔شارق مسکرایا تو لمحہ بھی جبرا مسکرائی۔اس نے بیگ سے چاکلیٹ نکال کر شارق کی جانب بڑھائی اور انگوٹھے اور انگلی کی مدد سے اسے مسکرانے کا اشارہ کیا تھا۔

"!!بیا"

ایک لڑکی کے جھنجھوڑنے پر وہ اس کی جانب مڑی تھی۔لڑکی کے چہرے پر ہوائیاں اڑی دیکھ وہ اس کے ساتھ تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔

"! !بیا"

اس کے جاتے ہی شارق نے زیر لب اس کا نام دہرایا تھا۔

"کیا بیا بیا لگا رکھی تھی سیدھے سے بتا نہیں سکتی میری بہن ادھر ادھر ہو گئی ہے۔"

ابیہا نئی بنی دوست کو لتاڑتی وہ آگے بڑھ رہی تھی۔

****

جاری ہے۔

اس سے آگے اب آپ کی مرضی سے آئے گی کیوں کہ میں نے یہ ناول ڈیمانڈ پر شروع کیا تھا جب ڈیمانڈ ختم تو ناول بھی ختم سمجھیں۔

نیگیٹو کمینٹ سے پرہیز کیجئے گا کیونکہ میری طبیعت پہلے ہی ٹھیک نہیں ہے۔

رات کا نا جانے کونسا پہر تھا جب اس کا فون بجا تھا۔ وہ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ آس پاس سب چیزیں ویسے ہی بکھری پڑی تھیں۔ مدثر صاحب عطرت بیگم کو کمرے میں لے جانے کے بعد اب تک باہر نہ آئے تھے۔ جبکہ وہ باہر بیٹھی اپنے ذہن میں ابلتے سوالوں کا جواب حاصل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ فون کی آواز نے اسکی سوچوں میں خلل

ڈالا تھا۔شان کا نمبر دیکھ کر اس نے وقت دیکھا،ایک بجنے والا تھا،اس نے گہری سانس بھرتے فون پک اپ کیا۔

"سب ٹھیک ہے؟"

شان کے سوال پر اس کے رکے ہوئے آنسو بہہ نکلے تھے۔وہ جو پچھلے کئی گھنٹوں سے ماں باپ کے انتظار میں بیٹھی تھی اب ضبط کھو گئی تھی۔

"!نہیں"

اس نے بمشکل آواز حلق سے نکالی تھی۔

"وہ آج باہر نہیں آئیں گے، تم کمرے میں جاؤ۔"

شان کے سنجیدگی سے کہنے پر اس نے ارد گرد دیکھا۔

"ابا نے بتایا ہے مجھے، تم اٹھو وہاں سے اور سب ساتھ لے جانا۔ "

وہ جیسے آرڈر دے رہا تھا۔

"!!شان"

بنین نے اس کا نام لیا تو اس نے گہری سانس لی۔

"میرے روم میں جاؤ اور الماری کے لاکر سے ایک البم نکالو، تمہارے کچھ سوالوں کے جواب تمہیں وہاں مل جائیں گے، لیکن اماں ابا سے تم کوئی سوال نہیں کرو گی؟"

شان کا لہجہ آخر میں سخت ہوا تھا۔بنین نے جلدی سے سب اکھٹا کیا اور اپنے کمرے میں رکھ کر وہ شان کے کمرے میں آئی۔کچھ دیر بعد وہ البم لئے بیڈ پر بیٹھی تھی۔البم کافی پرانا تھا۔اس نے جیسے ہی البم کھولا پہلی تصویر پر نظر پڑتے ہی اس کی آنکھوں میں حیرانی اتری۔

"ارتسام ملک تراب علی؟ پاپا کے کولیگ تھے؟"

مدثر صاحب کے ساتھ ہاتھ میں ڈگری لئے کھڑے ارتسام کو دیکھ کر وہ پھر سے سوال بننے لگی تھی۔اس نے اگلی تصویر کھولی تو وائٹ سوٹ پہنے

،سرخ ڈوپٹہ سر پر جمائے،ایک لڑکی عطرت بیگم کے ساتھ کھڑی تھی۔

"یہ کون ہے؟"

اس نے تصویر پر جیسے ہی پھیرا،ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکلا تھا۔اس نے نا سمجھی سے اپنے آنسو کو دیکھا تھا۔اگلی تصویر میں وہ لڑکی ارتسام کے ساتھ کھڑی تھی،دونوں شاید کورٹ میرج کر چکے تھے۔

لیکن ملک تراب علی کے دوسرے بیٹے کی شادی کا ذکر تو نہیں تھا"

"کہیں؟

اگلا سوال ذہن میں جنم لے چکا تھا۔

"ماما اور پاپا کا ان سے کیا تعلق ہے؟کیا یہ سب دوست تھے؟"

اسنے اگلی تصویر میں چاروں کو اکھٹے کھڑے دیکھ کر پوچھا۔مگر ایک چیز اسے کھٹکی تھی۔عطرت کی گود میں ایک بچہ تھا۔

"یہ کون ہے؟"

بچہ تقریباً دو سال کا تھا۔ تبھی اس کا فون بجا تھا۔اس نے فون اٹھاتے اگلی تصویر کھولی تھی۔

"---شان! یہ"

اس کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے جب اس نے ارتسام کی گود میں ایک بچی کو دیکھا تھا۔

"آج کی رات بہت بھاری گزرے تم پر بنین! تمہیں بہادر بننا ہے۔"

شان کی آواز اسے بہت دور سنائی دی تھی، دماغ اس وقت وہ سمجھنے کی کوشش میں تھا جو اس تصویر میں نظر آرہا تھا جبکہ دل مسلسل نفی کر رہا تھا۔اس نے تصویر نکال کر ہاتھ میں لی۔وہ بہت غور سے دیکھ رہی تھی ،اچانک اس کے ہاتھ سے تصویر پھسلی تھی۔ جیسے ہی تصویر بیڈ پر

گری،اس کے پیچھے لکھی عبارت کو دیکھ کر اس نے چونک کر فوٹو اٹھائی۔

"ایک سالہ بنین ارتسام ملک ! اپنے بابا کو تنگ کرتے ہوئے۔ "

اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین کھسکی تھی۔

شان ! یہ کیا لکھا اس پر؟ شان یہ جھوٹ ہے؟ میں بنین مدثر "

"رضا ہوں۔

وہ شدید بوکھلاہٹ کا شکار تھی۔اسے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا تھا۔

میری بات سنو بنین ! یہ سچ ہے وہ سچ جو تم سے چھپایا گیا، کیونکہ "

"تمہاری زندگی سے ایک وعدہ جڑا ہے۔

اسے شان کی باتیں سمجھ نہیں آرہی تھیں۔

ملک تراب علی جسے تم فرشتہ صفت انسان سمجھتی ہو، وہ زہریلا سانپ "

ہے جس نے اپنی ہی اولاد کو نگل لیا۔وہ قاتل ہے تمہارے اصل ماں

باپ کا۔اس نے تمہارا وجود، تمہاری ماں کا وجود تک اس دنیا سے ختم کر دیا،اماں تمہیں ساتھ لائی تھیں تاکہ تمہیں اس ملک تراب علی سے بچا سکیں۔میری ماں کی اتنے سالوں کی کوشش کو رائیگاں مت جانے دو۔پیچھے ہٹ جاؤ۔بھول جاؤ ملک تراب علی کو۔"

شان کے ہر لفظ پر اسے اپنا آپ ٹوٹتا محسوس ہو رہا تھا۔سچائی ایسی تھی جو اس کا دل چیر گئی تھی۔

"میرے ماں باپ کیسے مرے؟"

اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

مینو آنٹی کو مروانے کے لئے انہوں کار میں بلاسٹ کروایا تھا مگر اس دن ارتسام انکل ان کو لینے خود چلے گئے تھے اور راستے میں ہی ------"

وہ ضبط سے بولا تھا۔وہ جانتا تھا بنین کو ساری سچائی بتا کر وہ ماں سے کیا وعدہ توڑ رہا ہے مگر بنین کو روکنے کے لئے اسے یہ کرنا تھا۔

"اور میری---ماں؟"

اس کے الفاظ گلے میں اٹکے تھے۔

"انہیں زندہ جلا دیا تھا۔"

آنکھیں بند کرتا وہ ایک سانس میں بات مکمل کر گیا تھا۔بنین کا ہاتھ دل پر گیا تھا۔فون بند ہو گیا تھا۔شان کا دل بے چین ہو گیا تھا۔وہ اسکے پاس جانا چاہتا تھا مگر سات سمندر پار بیٹھے وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا سوائے دعا کے۔وہ دل پر ہاتھ رکھتی پیچھے کو گری تھی۔

"انہیں زندہ جلا دیا گیا۔۔"

الفاظ نہیں پگھلا ہوا سیسہ تھا جو اس کے کانوں میں ڈالا گیا تھا۔اتنا ہی سچ اس کے لئے نا قابل برداشت تھا کہ وہ جنہیں اپنے ماں باپ سمجھتی آئی

تھی وہ اس کے ماں باپ نہیں تھے۔ یہاں تو اس پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ وہ ارتسام اور بنین کی تصویر تھامے پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ ملک تراب علی کی سفاکیت پر اس کا دل کرچی کرچی ہو چلا تھا، نفرت کی ایک چنگاری بھڑک چکی تھی۔ جو آگے چل کر سب کچھ جلانے والی تھی۔ شاید بنین کو بھی۔

****

باسط بھائی! ایسا کرتے ہیں، کلاسسز تو نیکسٹ ویک سے شروع ہوں" گی تو میں ابیہا کو ساتھ لے جاتی ہوں اگلے ہفتے میں دوبارہ آجاؤں "گی۔ اور ویک اینڈ پر آپ مجھے واپس لے جانا۔

وہ لوگ قریبی ریسٹورینٹ میں بیٹھے کھانے کھا رہے تھے جب لمظ نے اپنی تجویز پیش کی۔

تمہارا اکیلے سفر کرنا مناسب نہیں ہے لمظ! میں ساتھ جاؤں گا"

"تمہارے۔

باسط نے ابیہا کی پلیٹ میں مزید چاول ڈالتے ہوئے کہا جس نے ایک نظر اٹھا کر باسط کو دیکھا تھا مگر وہ لمظ کی جانب متوجہ تھا۔وہ سر جھکا کر پھر سے کھانے لگی۔

آپ تو ایسے ڈرتے ہیں جیسے ہم چھوٹے بچے ہیں۔پورے چوبیس سال"

"کی ہو جاؤں گی میں دو ماہ بعد اور چار ماہ بعد ابیہا تیس کی۔

اس نے شرارتی لہجے میں کہا تو ابیہا نے اس کے کندھے پر مکا مارا، جب کہ اس کے ری ایکشن پر باسط بھی مسکرایا تھا۔

"وہ چھوٹی سے تم سے اسے تنگ مت کیا کرو۔"

ابیہا کو کھانا چھوڑتے دیکھ کر باسط نے مصنوعی غصے سے لمظ کو کہا تو ابیہا مسکرا کر پھر سے کھانے لگی۔

یہ بہت بڑی ڈرامہ کوئین ہے بھائی! آج تو یونی میں اس نے اپنی نئی بنی" دوست کو بھی ڈرا دیا۔ وہ اسے ڈھونڈتے ہوئے پریشان ہو گئی تھی جبکہ "یہ میڈم چھپ کر کھڑی اسے دیکھ رہی تھیں۔

لمظ نے اس کی حرکت بتاتے ہوئے اسے گھورا تھا۔ ابیہا نے کھانا چھوڑ کر ہاتھ سے چند اشارے کئے تھے۔ جو باسط اور لمظ نے غور سے دیکھے تھے، جبکہ وہ منہ چڑا گئی تھی۔

ابیہا ٹھیک کہہ رہی ہے لمظ! دوستی میں ہمدردی کا عنصر نہیں ہونا" چاہیئے۔ اس میں کوئی کمی نہیں ہے جو لوگ ہمدردی میں اس کی جانب "بڑھیں۔

ابیہا کی جانب دیکھتے باسط نے دل کی گہرائی سے اپنی بات مکمل کی تھی۔ ابیہا کا جھکا سر مزید جھک گیا تھا جبکہ لمظ نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"مجھے یاد آیا۔آپ کی خالہ کا بیٹا، کیا نام ہے اس کا بھلا؟"

لمظ نے یاد کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بات ادھوری چھوڑی۔

"!شارق"

باسط نے نام لیا تو لمظ سیدھی ہوئی۔

"آج یونی میں دیکھا میں نے اسے۔مجھے سے غلطی سے اس پر پانی گر گیا۔مگر حیرانی تو مجھے تب ہوئی جب وہ ایک لفظ نہ بولا۔بلکہ مسکرا رہا تھا۔"

لمظ نے ڈرامائی انداز میں بتایا تو باسط نے پرسوچ انداز میں اس کی جانب دیکھا۔

"اس نے کچھ کہا تم سے؟"

باسط نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

مجھے تو لگتا ہے شاید مجھے پہچانا بھی نہیں اس نے۔میں نے بھی فوٹوز نہ "
"دیکھی ہوتی تو شاید کبھی نہ پہچانتی۔

لمظ نے لاپرواہی سے کہتے ہوئے دوبارہ سے کھانا شروع کر دیا تھا۔

"--- کیا وہ پڑھتے ہیں؟ یا پھر "

"جلدی کرو لمظ! ہمیں نکلنا بھی ہے۔"

وہ اس کی بات کاٹ گیا تھا۔وہ جانتا تھا شارق کتنی نفرت جتاتا تھا اس سے۔ایسے میں لمظ کا اس سے ملنا اور اس کا پوچھنا اسے پسند نہیں آیا تھا۔

****

"کوئی آیا تھا گھر پر؟"

شارق تھکا ہارا گھر لوٹا تو ٹیبل پر پڑے میٹھائی کے ڈبے کو دیکھ کر چونکا تھا۔

باسط آیا تھا، نوکری لگی ہے اس کی یہاں کی کمپنی میں۔ میٹھائی دینے آیا"

"تھا۔

میٹھائی کی جانب بڑھتا شارق کا ہاتھ رکا تھا۔

"میں فریش ہو کر آتا ہوں۔"

بمشکل اپنے لہجے کو قابو کرتا وہ تیز قدم اٹھاتا اپنے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اس نے تیزی سے بٹن کھول کر اپنی شرٹ بیڈ پر اچھالی تھی۔ غصہ کم کرنے کی کوشش میں وہ لمبے لمبے سانس لے رہا تھا۔

"میرا حق چھین کر یہاں میٹھائی اٹھا کر لے آیا۔"

اس نے بیڈ کی چادر کھینچ کر اتاری تھی۔

"منافق انسان! ڈھونگ رچاتا ہے اچھے پن کا۔"

وہ ایک کے بعد ایک کشن زمین پر پھینک رہا تھا۔جب دماغ کی نسیں پھٹنے کو ہوئی تو واش روم میں بند ہو گیا۔شاور کے نیچے کھڑا وہ خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کر رہا تھا، بار بار باسط کا چہرہ نظروں کے سامنے آ رہا تھا، وہ اسے اپنا مذاق اڑاتا معلوم ہو رہا تھا۔

"میں مار ڈالوں گا تمہیں۔"

وہ یک دم چلایا تھا۔آنکھیں بند کرنے پر اس کی نظروں کے سامنے لمحہ کا مسکراتا چہرہ آیا تو اس کا غصہ خود بخود کم ہونا شروع ہو گیا تھا۔اس کا کان پکڑ کر سوری کرنا، اب بھی اسکے چہرے پر مسکراہٹ لے آیا تھا۔وہ واش روم سے باہر آیا تو نارمل تھا، کمرے کی حالت دیکھ کر اس نے افسوس سے سر ہلایا۔باسط سے نفرت میں وہ ہمیشہ اپنا ہی نقصان کرتا تھا۔اب بھی وہ اپنے موبائل کی سکرین تڑوا چکا تھا۔

مجھے اس کے بارے میں سب معلوم کرنا ہے، تم میری ہر پسندیدہ چیز"

"مجھ سے چھین لیتے ہو مگر اس بار میں ایسا نہیں ہونے دوں گا۔

وہ لمظ کا تصور ذہن میں لاتا لاشعور میں باسط میں مخاطب تھا۔ بچپن سے بڑھتا حسد نفرت میں بدل چکا تھا۔ جس کی مضبوط جڑیں شارق حیدر کو شاید تہی داماں کرنے والی تھیں، آنے والا وقت اس کی زندگی میں آزمائش لانے والا تھا جس سے وہ خود بھی انجان تھا۔

****

"!ہائے"

لمظ کے ضد کرنے پر باسط نے انہیں ٹرین میں بیٹھا دیا تھا، ان کے ساتھ ایک لڑکی اور ایک آدمی بھی تھا۔ ابیہا کے سونے کے بعد وہ سامنے بیٹھی گم سم لڑکی سے مخاطب ہوئی مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا تو لمظ نے نفی میں سر ہلایا۔

"یہ جواوپر سورہی ہے، یہ جواب نہ دے تو سمجھ آتا مگر ابھی کچھ دیر"

"پہلے میں نے خود تمہیں بولتے ہوئے سنا تھا۔

لمظ نے آہستہ آواز میں کہا۔ عروسہ نے اس کی جانب دیکھا تو لمظ مسکرائی۔

"میں اجنبیوں سے بات نہیں کرتی۔"

وہ دوٹوک انداز میں بولی تھی۔

"بیٹا! اس کی طبیعت ذرا خراب ہے۔"

ساتھ بیٹھے آدمی نے بدوقت مسکراتے لمظ کو کہا تھا جس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلا کر پیچھے ٹیک لگالی تھی۔

"چھوٹی سی زندگی ہے جانے کب ختم ہو جائے۔"

لمظ نے کھڑکی سے باہر دیکھتے ہوئے خود کلامی کی تھی۔ عروسہ نے اس کا اداسی بھرا جملہ سنا تو اس کے چہرے کی جانب دیکھا مگر اسکا چہرہ بے تاثر تھا۔

"زندگی کا سفر بہت مشکل ہوتا ہے، بہت سے اتار چڑھاؤ اور آزمائشیں ، مگر کامیاب ہونا انسان پر منحصر ہے۔ تم جس بھی کشمکش کا شکار ہو کچھ عرصہ اس سے خود کو الگ کر لو۔"

لمظ کی آخری بات سے اسے اندازہ ہوا تھا کہ وہ اس سے مخاطب تھی۔

"مشورے دینا آسان ہے۔"

"کرنا بھی آسان ہے۔"

لمظ نے اس کے جواب دینے پر دوبدو کہا۔

"اگر کوئی تم سے اکتا چکا ہو، تم اس کے بوجھ بن چکے ہو مگر پھر میں وہ شخص آپ کی کیئر کرے تو کیا کیا جائے؟"

عروسہ کے سوال پر لمظ نے کچھ فاصلے پر کھڑے منہاج صاحب کو دیکھا جوان کی جانب متوجہ نہیں تھے۔

وقت دو خود کو اور دوسرے شخص کو بھی۔ بات چیت مسائل کا حل"

"ہوتا ہے، اس سے بات کرو، اس کی بات سنو۔

لمظ نے مشورہ دیا تھا۔

"اور اگر میری جگہ تم ہوتی ہو؟"

عروسہ نے سوال کیا تو لمظ مسکرائی۔

میرا معاملہ بہت الگ ہے، میں معاف کرنے کی قائل نہیں"

ہوں، میں جوابی وار کرتی ہوں، کوئی مجھ سے دامن چھڑانا چاہے گا تو میں

"اسے خالی ہاتھ کر دوں گی۔

لمظ کی باتوں سے عروسہ خوف زدہ ہوئی تھی۔

"ریلیکس! میں بہت کول مائنڈڈ ہوں مگر انا پرست بھی۔"

لمظ نے مسکراتے ہوئے کہا تو عروسہ پیچھے ہو کر بیٹھ گئی۔وہ کچھ دنوں کے لئے اپنی دادی کے پاس رہنے جا رہی تھی تاکہ مراد سے دور رہ سکے اور خود کو جج کر سکے۔مراد ابھی اس بات سے بے خبر تھا کہ عروسہ لاہور سے جا چکی ہے۔

****

"آپا! میں نے تو کہا تھا اس سے کہ لمظ کو یہاں لے آئے، میں بھی اس سے مل لیتی مگر وہ زیادہ ہی پوزیسو ہو رہا تھا، کہہ رہا تھا شارق کو شاید پسند نہ آئے اس کی کزن کا یہاں آنا۔"

نوریہ بیگم فون پر بات کر رہی تھیں جب شارق کمرے سے نکلا تھا۔ان کا جملہ سن کر اسکے قدم رکے تھے۔

"ہاں آپا! جتنی تعریف وہ لمظ کی کر رہا تھا، میرا بہت دل تھا اس سے ملنے کا۔"

اچانک ہی ان کے لہجے میں اداسی آئی تھی، جبکہ شارق نے کچن کا رخ کیا تھا۔فریج سے پانی کا گلاس بھر کر باہر آیا تھا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے، وہ بہت خیال کرتا ہے اس کا۔ بچپن کا ساتھ ہے"

"دونوں کا۔بس اللہ دونوں کا ساتھ بنائے رکھے۔

انہوں نے دعا دی تو شارق کے دماغ میں کلک ہوا۔

"!لمظ انصاری"

نام تو وہ اسکا پہلے بھی سن چکا تھا مگر اب جس انداز میں اس کا تعارف اس کے سامنے آیا تھا وہ سر جھٹکتا مسکرایا تھا۔

دماغ پر شیطان حاوی ہونے لگا تھا جو اس کو شاید زندگی کی گہری چوٹ لگانے والا تھا۔

مگر یک دم ہی ذہن میں بیا کا چہرہ آیا تھا۔وہ فورا گھبرایا تھا۔اٹھ کر گھر سے نکل گیا تھا۔

.....

آس پاس ہوتی فجر کی اذانوں نے بنین کے رت جگے کو ختم کیا تھا۔ ساری رات جاگنے اور رونے کی وجہ سے اس کی آنکھیں سوجھ گئی تھیں۔ ان میں سرخی چھا گئی تھی۔ ان نے خود کو سنبھالتے البم بند کیا تھا اور واپس اس کی جگہ پر رکھ کر وہ اپنے کمرے میں آ گئی۔ چہرے پر غیر معمولی سنجیدگی تھی، کسی بڑے فیصلے کی پیشن گوئی کر رہی تھی۔ اس نے فریش ہو کر جائے نماز بچھائی۔ نماز ادا کرنے کے بعد اس نے دعا کے ہاتھ اٹھائے تو ایک بار پھر شان کی باتیں ذہن میں گونجنے لگیں۔ شان کو وہ ہمیشہ عطرت اور مدثر کی لے پالک اولاد سمجھتی تھی، جس کا وہ ہر خرچہ اٹھاتے تھے مگر اس کی طرح اس کے لاڈ نہیں اٹھائے جاتے تھے۔ وہ بے ساختہ اللہ کی شکر گزار ہوئی تھیں جس نے اسے عطرت اور مدثر جیسے ماں باپ دیئے۔ ارتسام اور مینو کا مسکراتا چہرہ یاد آیا تو آنکھیں پھر سے نم ہو گئی تھیں۔

اللہ! مجھے صبر نہیں آرہا، میں نے اپنے اصل ماں باپ کو محسوس نہیں" کیا مگر پھر بھی یہ دل ٹوٹ رہا ہے، یااللہ! مجھے ہمت دے، میں اپنے ماں باپ کو انصاف دلا سکوں، ایک سفاک انسان کو جو خود کو خدا مان بیٹھا ہے اسے اس کی حقیقت بتا سکوں۔"

وہ ہاتھ اٹھائے اللہ سے باتیں کر رہی تھی۔اس کی ذات کا سکون اللہ کے پاس ہی تھا۔کافی دیر تک وہ دعائیں مانگتی رہی پھر اٹھ کر کمرے سے نکل آئی۔کچن میں جا کر اس نے چائے بنائی اور عطرت کے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔دروازہ ناک ہونے پر مدثر صاحب نے عطرت کی جانب دیکھا جو نماز پڑھ کر سلام پھیر رہی تھیں۔وہ خود بھی وہیں نماز ادا کر چکے تھے۔انہوں نے دروازہ کھولا تو سامنے بنین کو دیکھ کر چونکے۔

"ہٹیں راستے سے، مجھے ماما سے ملنا ہے۔"

بنین نے بنا ان کی جانب دیکھے کہا تو اس کے ناراض لہجے پر مدثر صاحب مسکرا کر اسے راستہ دے گئے۔

"اتنی ناراض ہیں مجھ سے کہ میرے پاس بھی نہیں آئیں؟ مجھے چپ تک نہیں کروایا آپ نے؟"

چائے کی ٹرے ان کے سامنے رکھ کر وہ مصلے پر ہی ان کے سامنے بیٹھ گئی تھی۔ عطرت نے اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر بے ساختہ مدثر صاحب کو گھورا تھا جنہوں نے اسے باہر نہیں نکلنے دیا تھا۔

"بیگم ایسے مت دیکھیں، آپ کے غصے سے اپنی بچی کو بچانے کے لئے آپ کا غصہ خود پر سہا ہے میں نے۔"

مدثر صاحب اپنا دفاع کرتے بولے تو عطرت نے رخ موڑ لیا اور بنین کو اپنے حصار میں لے لیا۔

"مجھ سے ناراض مت ہوں، میں آج جا کر منع کر دوں گی سر کو۔"

وہ نم لہجے میں بولی تو عطرت بیگم کی آنکھ میں آنسو آئے۔

"اچھا اب رونا بند کریں، ہم کیوں کسی کرپٹ سیاستدان کی وجہ سے اپنی لائف خراب کریں۔"

بنین ان سے الگ ہوتی لہجے کو خوش گوار بناتی بولی تھی۔ عطرت بیگم اور مدثر صاحب مسکرا دیئے تھے۔ایک ہی کپ سے وہ عطرت کے ساتھ چائے پیتی، اب مدثر صاحب کو تنگ کر رہی تھی۔ان کی ہنسی کمرے میں گونج رہی تھی۔دور کھڑی قسمت مسکرائی تھی، شاید ان کو دیکھ کر یا پھر آخری بار خوش دیکھ کر۔

****

"یہ ہے مراد!" یونی میں داخل ہوتے ہی نوشی اس کے سامنے آئی تھی۔

"ہائے!"

وہ بے زاری سے کہہ کر آگے بڑھا تو نوشی ایک بار پھر اس کے آگے آئی۔

" !گونگرا چولیشن"

اس کے مبارک باد دینے پر مراد نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا، جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔

"اوہ کم آن مراد! اب اتنا پرٹینڈ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے، اپنی خوشی ظاہر کرو، فائنلی تمہاری جان چھوٹ گئی۔"

وہ نوشی کی بات کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔

" لگتا ہے آج دماغ کہیں چھوڑ آئی ہو؟"

وہ طنز کرتا آگے بڑھنے لگا تو نوشی نے اس کا بازو پکڑا۔

"ڈرو مت، وہ چلی گئی ہے، اب تم آزاد ہو۔"

اس کے بازو پکڑنے پر مراد نے اسے گھورا تو مسکراتی ہوئی بولی۔ پہلی بار اس کی مسکراہٹ اسے پراسرار لگی تھی۔

"پہلیاں بجھوانا بند کرو گی اور میرا وقت ضائع کرنا بھی۔"

وہ چڑتا ہوا بولا تھا۔

میں نے کل عروسہ کو دیکھا تھا، وہ ایک بڑا سوٹ کیس لئے جا رہی تھی۔ انکل اس کے ساتھ تھے، میں نے پوچھا تو انکل نے بتایا کہ وہ عروسہ کو کراچی چھوڑنے جا رہے ہیں۔"

پڑوسی ہونے کی وجہ سے نوشی نے انہیں جاتے دیکھ لیا تھا جبکہ مراد شاک کی کیفیت میں کھڑا تھا۔ کل تو وہ اس سے ملا تھا، گھر بھی لے گیا تھا، اچانک سے عروسہ کا جانا اسے بے چین کر گیا تھا۔ اس نے اپنا فون نکال کر اسے فون کرنا چاہا مگر نمبر بند جا رہا تھا۔ نوشی کو اس کا فکر بھرا انداز کھلا تھا۔

فار گاڈ سیک مراد! اب وہ جا چکی ہے تو خوشی مناؤ کیوں اسے واپس اپنی" زندگی میں لانا چاہتے ہو تاکہ وہ تمہیں پھر سے کھلونا سمجھ کر اپنی انگلیوں "پر نچائے۔

نوشی کی بات پر اس نے اس کی جانب دیکھا۔

ہم لوگوں کو آؤٹنگ کا پروگرام ہے، کلاسسز ختم ہوتے ہی سانول" "تمہیں پک کر لے گا۔

نوشی اپنی ہی دھن میں کہتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

"یار یہاں اسٹیچو بنا کیوں کھڑا ہے؟"

سانول وہاں آیا تو مراد کو دیکھ کر ٹوکتے ہوئے بولا۔

"کیا عروسہ سچ میں مجھے کھلونا سمجھ کر ٹریٹ کرتی تھی؟"

اس نے کھوئے ہوئے لہجے میں پوچھا تھا۔

سچ بتاؤں تو ہاں، ہر وقت تجھ پر پابندی لگانا، کسی لڑکی کو تجھ سے بات کرتے دیکھ اس کا حشر کر دینا، پھر تمہیں سب کے سامنے اپنے ساتھ رہنے پر مجبور کرنا، بہت عجیب ہے وہ۔"

سانول لاپراہی سے بول رہا تھا۔ مراد نے اپنا فون پاکٹ میں ڈال لیا تھا۔

"نوشی بتا رہی تھی، آؤٹنگ کا پروگرام ہے آج؟"

وہ نارمل ہوتا اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا تو سانول بھی کندھے اچکاتا اس کی بات کا جواب دینے لگا۔

مراد نے فیصلہ کیا تھا اگر اب اسے موقع مل گیا ہے عروسہ سے جان چھڑانے کا تو وہ اب خود بھی اس کے پیچھے نہیں جائے گا۔ بچپن میں عروسہ کو اکیلے بیٹھ کے روتے دیکھ کر اس نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا تھا اس کی جانب۔ عروسہ کے لئے صرف اس کی دوستی معنی رکھتی تھی کیونکہ اس نے اسے رونے نہیں دیا تھا پھر، مگر اس کی نیچر ہی ایسی تھی کہ وہ

کھونے سے ڈرتی تھی۔آج وہ اپنے ڈر کو ختم کرنے کے لئے مراد کو آزاد چھوڑ چکی تھی،اس امید پر کہ وہ اس سے دور نہیں جائے گا، لیکن وقت ہی بتانے والا تھا کہ آگے زندگی کیسا موڑ لینے والی تھی۔

****

"اپنا گھر اپنا ہی ہوتا ہے اور ہاسٹل ہاسٹل ہی ہوتا ہے۔"

گھر پہنچتے ہی وہ بیڈ پر لیٹ کر ابیہا کو چڑاتے ہوئے بولی تھی، جو ہاسٹل میں رہنے کی ضد کر چکی تھی۔

ابیہا! بات سنو! اچھے سے کھایا پیا کرنا، وہاں باسط بھائی نہیں ہوں گے"

"تمہاری پلیٹ بھرنے کے لئے۔

وہ یک دم اٹھتی بولی تو ابیہا نے کشن اس پر پھینکا۔

انسان مشورہ بھی نہ دے اب، جب یہ لمظ انصاری تمہارے پاس نہیں"

"ہو گی تب تمہیں قدر ہو گی میری۔

لمظ نے روٹھنے کی اداکاری کی تو ابیہا نے ایک اور کشن اس پر پھینکا۔ ابیہا کے چہرے کے بگڑے تاثرات پر وہ ہنسنے لگی۔

"اچھا! اچھا! سوری! اب آرام کر لو ویسے ہی میں خود کو اب تک ٹرین میں محسوس کر رہی ہوں۔"

لمظ نے بازو پھیلاتے ہوئے کہا تو ابیہا زبردستی اس کی برابر میں جگہ بنا کر لیٹ گئی۔

"ابیہا! کوئی تنگ کرے تو فوراً باسط بھائی کو بتانا۔ کسی سے ڈرنے اور دبنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

وہ چھت کی جانب دیکھتی بول رہی تھی جب ابیہا نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھا۔

"بدتمیز! تمہیں کوئی ڈرا سکتا ہے بھلا۔"

اس کا ہاتھ منہ سے ہٹا کر وہ چڑتی ہوئی بولی تو ابیہا ہنسنے لگی۔لمظ نے اسے ہنستے دیکھ کر تکیے سے مارنا شروع کر دیا تھا،ابیہا نے بھی تکیہ اٹھالیا تھا۔

****

بد گماں ہے تو، وضاحت نہیں دینی میں نے
جان دینی ہے مگر اذیت نہیں دینی میں نے
آج اداسی ہے میرے دل میں اتر آنکھ میں جھانک
کل تجھے اس کی بھی اجازت نہیں دینی میں نے

وہ اپنی دادی کے گھر آئی تھی۔ منہاج صاحب نیچے اپنی اماں کے پاس موجود تھے۔ جبکہ وہ چھت پر آگئی تھی۔وہ دس بجے پہنچے تھے، تھکن کے باعث منہاج صاحب نے کچھ دیر آرام کیا تھا جبکہ وہ شاہدہ بیگم کے پاس بیٹھی رہی تھی۔رات ہونے کو آئی تھی وہ ایک لفظ بھی نہیں بولی

تھی۔ موسم کے بدلے انداز بھی اس کی جامد خاموشی کو توڑ نہیں پائے تھے۔ وہ ریلنگ کے سہارے کھڑی باہر دیکھ رہی تھی۔ وہ عام سا محلہ تھا جہاں شام کے سائے گہرے ہوتے ہی لڑکے گلی میں کرکٹ کھیلنے کے لئے نکل آئے تھے۔ منہاج صاحب کے والد اور والدہ یہاں اپنی مرضی سے رہتے تھے، وہ اپنا گھر چھوڑ کر جانے کو راضی نہ تھے۔ تبھی سے وہ یہاں رہتے تھے کہ جبکہ ایک پورشن انہوں نے کرایہ پر دیا ہوا تھا۔ جہاں دو بہن بھائی رہتے تھے۔

میری بات سن! مدد کرنی ہے تو راشن ڈلوا دے اس کے گھر، جا کر اس" "کی طلاق نہ کروا۔

سنجیدہ گھمبیر آواز پر عروسہ چونک کر مڑی تھی۔ وہ دائیں جانب کھڑی تھی اس لئے آنے والے نے اسے نہیں دیکھا تھا۔

اس کے شوہر کو کام پر لگوا، اپنے ساتھ لے جایا کر، بہن پر طلاق کا دھبہ "
"لگوانا، سمجھداری نہیں ہے۔

وہ ابھی عروسہ کی موجودگی سے بے خبر اپنی بات جاری رکھے ہوئے تھا۔

دیکھ امتیاز! کل اس بارے میں بات کرتے ہیں، میں ملتا ہوں تیرے "
"--- بہنوئی سے

اس سے پہلے وہ مزید کچھ بولتا، عروسہ تیزی سے اس کے پاس سے گزر کر سیڑھیاں اتر گئی تھی۔ ہادی فون کان سے لگائے دم بخود کھڑا تھا۔ کسی لڑکی کا اس گھر میں موجود ہونا اس کے لئے حیرت کا باعث تھا۔ اس نے سیڑھیوں کی جانب دیکھا جہاں سے وہ ابھی گزری تھی، پھر سر جھٹکتا فون کی جانب متوجہ ہو گیا۔

****

شارق کو اس کے پروفیسر زنے یونی بلایا تھا۔وہ لوگ اسے کچھ عرصہ وہاں پڑھانے کا کہہ رہے تھے۔وہ جو باسط کی وجہ سے شدید بے زاری کا شکار تھا،اس اہمیت کے ملنے پر خوش ہو گیا تھا۔اس کا ارادہ تو نہیں تھا پڑھانے کا مگر پھر بھی ایک بار بیا کو دیکھنے کی غرض سے وہ یونی چلا آیا تھا۔وہ اپنے جذبات کو ایک نام دینا چاہتا تھا۔تاکہ کوئی فیصلہ لے سکے۔اب بھی وہ ڈین کے آفس کی جانب جا رہا تھا جب اسے وہی لڑکی دیکھائی دی جو اس دن لمظ کو اپنے ساتھ لے گئی تھی۔وہ اس کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"!ایکسکیوزمی مس"

اس نے نہایت ادب کے ساتھ اس لڑکی کو مخاطب کیا تھا۔وہ جو باقی فارمیلیٹیز پوری کرنی آئی تھی چونک کر مڑی تھی۔

"!جی"

اس نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

"دو دن پہلے ایک لڑکی تھی آپ کے ساتھ مجھے اس کے بارے میں جاننا تھا۔"

شارق کے سوال پر مناہل ناسمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"----دیکھئے! آپ جو کوئی بھی ہیں، میں آپ کو نہیں جانتی میں بھی آپ کو نہیں جانتا مس! اور ناجاننے میں انٹرسٹ رکھتا ہوں مجھے بس اس لڑکی کے بارے میں جاننا ہے۔"

شارق کا انداز دوٹوک تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہا آپ کیا پوچھ رہے ہیں؟"

اب کی بار وہ برا مناتے ہوئے بولی۔

"سیدھا سا سوال پوچھا ہے آپ سے، اس دن جو لڑکی آپ کے ساتھ تھی مجھے اس سے ملنا ہے۔"

شارق نے مناہل کے عجیب انداز پر بمشکل خود کو غصہ کرنے سے روکا تھا مگر پھر بھی اس کا لہجہ کافی حد تک بے زاری لیے ہوئے تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آ رہی آپ کس لڑکی کا پوچھ رہے ہیں؟"

مناہل اس کے غصے سے ڈرتی ہوئی بولی۔

"بیا نام لیا تھا آپ نے اس کا۔"

شارق کے بتانے پر مناہل کا دھیان ابیہا کی جانب گیا تھا۔

"وہ میری فرینڈ ہے گھر گئی ہوئی ہے اپنے۔"

اب کی بار وہ مشکوک ہوئی تھی۔

"کب تک آئے گی؟"

شارق کی بے چینی عروج پر تھی۔

"منڈے تک۔"

مناہل کے جواب پر وہ پر سکون ہوا مطلب بس دو دن بعد وہ اسے دیکھ سکے گا۔

"سر! وہ میوٹ ہے۔۔۔"

مناہل اس کی آنکھوں میں ابیہا کے لیے پسندیدگی دیکھ کر بولی تو وہ تو جانے لگا تھا اس کی بات پر رکا۔

"مطلب وہ بول نہیں سکتی۔"

مناہل کی بات پر اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔آنکھوں کے سامنے لمظ کا کان پکڑ سوری کرنا آیا۔مناہل کی بات کی تصدیق ہوتے ہی وہ تیز قدم اٹھاتا وہاں سے جا چکا تھا۔

****

بنین! آپ صمد کے ساتھ چلی جائیں، وہ آپ کو ملک تراب سے ملوا" "دیں گے۔

سر نواز نے اسے اپنی کیبن میں بلایا تھا جہاں صمد پہلے سے موجود تھا اور بے زار بھی دیکھائی دے رہا تھا۔

"سر! کیا آپ کسی اور کا نام مجھے دے سکتے ہیں تھیسز کے لئے۔"

بنین بمشکل خود کو نارمل رکھ کر پوچھا تھا جبکہ اسکے سوال پر صمد کی تیوری چڑھی تھی۔

ایکسکیوزمی مس بنین! میرے بڑے پاپا اتنے فری نہیں ہیں کہ بار بار" "آپ کے لئے وقت نکالیں، اس لئے چپ چاپ چلو میرے ساتھ۔

وہ اسکے سامنے کھڑا ہوتا بولا تو بنین نے ایک نظر اس کی چہرے پر ڈالی۔ صمد نے اس کی آنکھوں میں جھلکتی نفرت کو حیرت سے دیکھا تھا۔

"--- تو مت نکالیں وقت"

وہ دانت پیستی بول رہی تھی جب سر نواز نے اسے ٹوکا۔

لاسٹ مومنٹ پر تھیسز ٹائٹل چینج نہیں ہو سکتا بنین ! آپ کو نیکسٹ "
"ویک یہ سمبٹ کروانا ہے، اب آپ جائیں صمد کے ساتھ۔
سر نواز کا انداز رعایت سے عاری تھا، صمد طنزیہ مسکرایا تو بنین نے غصے سے مٹھیاں بند کیں۔
"! تم نے اپنی بربادی کو خود دعوت دی ہے ملک تراب علی"
وہ دل ہی دل میں ملک تراب علی سے مخاطب تھی۔
"! چلو"
صمد کا انداز کافی ہتک آمیز تھا۔ وہ سر جھٹکتی اس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔ اس کا ہر بڑھتا قدم اس کے اندر کے غصے کو بڑھا رہا تھا۔ وہ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی کہ اپنی ماں باپ کے قاتل کو سامنے دیکھ کر وہ کیا کر جائے گی۔

****

"!عروسہ !ناشتہ کرلے بچے"

شاہدہ بیگم کی فکر مند آواز سن کر وہ کمرے سے نکلی تھی۔

"آپ کرلیں دادی !مجھے بھوک نہیں ہے۔"

عروسہ نے جھنجھلاتے ہوئے کہااور واپس جانے کے لئے مڑی۔

"عروسہ ! یہاں آؤ۔"

منہاج صاحب کی سنجیدہ آواز پر وہ رکی تھی۔پھر پلٹ کر ان کے پاس آئی۔

"یہاں بیٹھو۔"

انہوں نے اسے اپنے پاس بیٹھایا۔

بیٹا !تم نے کہا تھاناں کہ تمہیں دادی کے پاس جانا ہے تو بیٹااب اس"

"طرح کر کر تم دادی کو کیوں تکلیف دے رہی ہو؟

وہ نرمی سے پوچھ رہے تھے جبکہ عروسہ کی آنکھیں اب آنسو چھلکانے والی ہو گئی تھیں۔

"مجھے لگتا ہے سب وقتی ہے ابو! دادی بھی مجھ سے اکتا جائیں گی۔"

وہ دل کی بات زبان پر لے آئی تھی مگر ردوبدل کے ساتھ۔ نوشی نے اسے تصویریں بھیجی تھیں جن میں وہ مراد کو خوش دیکھ سکتی تھی۔ وہ تو اس کے جانے پر خوش تھا، یہی چیز اسے تکلیف دے رہی تھی۔

"بیٹا! دادی کیوں اپنی بیٹی سے اکتائے گی۔"

شاہدہ بیگم فوراً اس کے پاس آکر بیٹھی تھیں۔

"کیونکہ میں سائیکو ہوں، سب پاگل کہتے ہیں مجھے۔"

وہ تلخی سے بولی تو شاہدہ بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگایا۔

"ساری دنیا پاگل ہو سکتی ہے میری بچی نہیں۔ میری بچی تو اتنی حساس ہے دادی کو رات میں اٹھ اٹھ کر دیکھتی ہے۔"

وہ نرمی سے اس کے بال سہلا رہی تھیں جبکہ ان کی بات پر وہ روتے روتے ہنس دی۔

"آپ سچ میں جاگ رہی تھیں؟"

اس نے ان سے الگ ہوتے پوچھا تو شاہدہ بیگم نے شرارت سے ہاں میں سر ہلایا۔

"!!!دادی"

وہ ان کے گلے لگ گئی تھی۔ منہاج صاحب بھی مسکرا دیئے تھے۔اپنے پورشن میں کھڑا ہادی کھڑکی سے اس منظر کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔ کل رات جس لڑکی کا چہرہ وہ دیکھ نہیں پایا تھا آج اسے دیکھ کر وہ نظر نہیں ہٹا پایا تھا۔اس کی باتیں سن کر وہ دکھی ہوا تھا اس کے لئے۔

"ہادی! ناشتہ کر لو۔"

اپنی بہن کی آواز پر وہ مڑ گیا تھا عین اسی وقت عروسہ نے کھڑکی کی جانب دیکھا تھا جہاں سے وہ پلٹ رہا تھا۔

****

"آگے بیٹھو جا کر۔"

بنین کو اپنے ساتھ پیچھے بیٹھنے کے لئے دروازہ کھولتے دیکھ کر صمد نے دروازہ لاک کرتے ہوئے کہا۔بنین نے آگے بیٹھے ڈرائیور کو دیکھا پھر پیچھے کروفر سے بیٹھے صمد کو اور اپنے قدم یونیورسٹی گیٹ کی جانب بڑھا دیئے۔

"تمہارا دماغ خراب ہے؟ یا خود کو کوئی لینڈ لارڈ سمجھتی ہو جو اتنی نخرے کر رہی ہو؟"

وہ اسے آگے جانے پر غصے سے باہر نکلا تھا۔

میں خود کو جو بھی سمجھتی ہوں مگر اس زمین پر خدا نہیں سمجھتی۔ رہی"
بات دماغ خراب ہونے کی تو میں کسی کی زندگی خراب کر سکتی ہوں
"یہاں تو صرف دماغ کی بات ہے۔

وہ دوٹوک کہتی پھر سے آگے بڑھی تھی جبکہ صمد نے اس کا بازو پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب موڑا تھا۔

ڈونٹ یو ڈیئر مسٹر عبدالصمد! دوبارہ مجھے ہاتھ مت لگایئے گا، نا آپ"
"میرے باپ ہیں نا بھائی! سو اسٹے ان یور لمیٹس۔

اس سے بازو چھڑا کر وہ غصے سے بولی تھی۔ صمد نے اپنی مٹھیاں بند کی تھیں۔

عورتوں کی عزت کرنا سیکھ کر آئیں پہلے، عورت چاہیے گھر کی ہو باہر"
"کی اسے سر عام پیش نہیں کیا جاتا۔

اس کا اشارہ اسے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھانے پر تھا۔

"تو میرے ساتھ بیٹھ کر تمہیں عزت مل جاتی؟"

صمد نے طنز کیا تو بنین نے تاسف سے سر ہلایا۔

"میں آپ کے بھروسے وہاں بیٹھ رہی تھی مگر میں غلط تھی۔آپ میں اور اس ڈرائیور میں کوئی فرق نہیں۔میں خود چلی جاؤں گی، بہت شکریہ آپ کا۔"

وہ کہہ کر رکی نہیں جبکہ صمد کا خون کھولا چکی تھی۔

****

وہ یونی سے باہر نکل آیا تھا، وہ بھول گیا تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا تھا، یاد تھا تو بس اتنا کہ جو لڑکی اسے پہلی بار میں اچھی لگی تھی وہ کمی کا شکار تھی۔

"وہ میوٹ ہے۔"

مناہل کی آواز اس کے ذہن میں بار بار گونج رہی تھی۔وہ بنا دیکھے آگے بڑھ رہا تھا جب کسی نے اس کا بازو پکڑ کر کھینچا تھا۔

"شارق! تمہارا دماغ خراب ہے؟ دھیان کہاں ہے تمہارا؟"

باسط کی آواز پر اس نے خالی نظروں سے اس کی جانب دیکھا جو اسے مزید ڈانٹ رہا تھا مگر اسکا ذہن کہیں اور ہی پہنچا ہوا تھا۔

"!تم سن رہے ہو شارق"

باسط نے اسے جھنجھوڑا تو شارق ہوش میں آیا۔ باسط کو دیکھتے ہی اس کا ازلی غصہ عود کر آیا تھا۔اس نے ایک جھٹکے اسے پیچھے دھکیلا تھا۔ باسط لڑکھڑا کر سنبھلا تھا۔

کیا کرنے آئے ہو یہاں؟---اوہ اچھا! تمہیں معلوم ہو گیا ہو گا ناں"
یہاں مجھے جاب کی آفر ہوئی ہے اس لئے پہنچ گئے یہاں بھی اپنی قابلیت "سب کو دیکھانے اور مجھے نیچا دیکھنے۔

وہ آنکھوں میں نفرت لئے بولا تو باسط کچھ بول ہی نا پایا۔

"----تم ہر بار مجھے غلط سمجھتے ہو شارق! میں یہاں"

وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتا بول رہا تھا جب شارق نے اسے دھکا دے کر نیچے گرایا تھا۔

"میں بچہ نہیں ہوں جو تمہاری باتوں سے بہل جاؤں۔دور رہو میری زندگی سے۔"

باسط نے اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔وہ صرف شارق کی نفرت دیکھ رہا تھا جو وقت گزرنے کے ساتھ بڑھتی جا رہی تھی۔بنا اس پر دوسری نظر ڈالے شارق وہاں سے چلا گیا تھا جبکہ باسط نے سر تھام لیا تھا۔وہ ابیہا کی ہاسٹل فی بھرنے آیا تھا مگر شارق کو بے خیالی میں سڑک پر چلتے دیکھ کر اس کی جانب آ گیا تھا۔وہ شارق سے دور رہنا چاہتا تھا مگر ہمیشہ قسمت انہیں آمنے سامنے لے آتی تھی۔

****

"ہیلو ہادی بھائی!آپ کی حور کیسی ہے؟"

لمظ ہونیورسٹی سے لوٹی تو ہادی کو اپنی بائیک کے پاس کھڑا دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"تم سے کتنی بار کہا ہے کہ راستے میں کھڑے ہو کر بات مت کیا کرو۔"

ہادی نے اسے فوراً ڈانٹا تھا جبکہ لمظ کندھے اچکا گئی تھی۔

"میں اپنی ول پاور اسٹرانگ کرتی ہوں ہادی بھائی! آپ نے سمجھیں"

"گے، یہ حوریہ کو دے دینا، اس نے منگوائے تھے۔

اپنے بیگ سے گلر مارکرز نکال کر اس نے ہادی نے جانب بڑھائے تھے۔ ہادی نے سر جھٹک کر اس سے مارکرز لئے تھے۔

"یہ تم دونوں کا پلان تھا ناں مجھے شرمندہ کرنے کا؟"

ہادی نے آئی برو اچکاتے پوچھا تو لمظ نے فخریہ کالر کھڑے کئے۔

اکلوتی بہن کے کاموں کے لئے وقت نہیں نکالیں گے ایسے چھوٹے"
موٹے ایمو شنل اٹیکس تو کرنے پڑے گیں۔مجھے یاد آیا۔کل ٹرین
"میں ایک سڑو سی لڑکی ملی تھی ہمیں،وہ جانتے ہیں کون تھی؟
لمظ نے تجسس پھیلاتے ہوئے پوچھا تو ہادی نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔
پرائی لڑکیوں کے بارے میں اس طرح گن سن لیتے ہیں بھلا؟حورانکی"
"شادی کرواؤ جلدی۔
پیچھے کھڑی حوریہ کو دیکھ کر لمظ نے فورا بات بدلی تو ہادی بھی اس کی
چالاکی پر سر تاسف سے ہلا کر رہ گیا۔
"!بائے"
وہ چہک کر کہتی گھر کے اندر چلی گئی تھی،جبکہ حوریہ ہادی سے مارکرز
سے لے کر اسے منہ بگاڑ کر دیکھاتی اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔
"ایک سے بڑھ کر ایک ہیں دونوں۔"

ہادی نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

****

ڈرائینگ روم میں اسے بیٹھا کر نوکروں کی ایک فوج تھی جو ادھر سے ادھر پھر رہی تھی۔وہ آدھے گھنٹے سے انتظار کر رہی تھی۔

"سر آپ کو اسٹڈی میں بلا رہے ہیں۔"

ایک ملازمہ نے آکر اطلاع دی تو وہ اٹھ کر اس کی تقلید میں آگے بڑھ گئی۔اسٹڈی کا دروازہ نوک کر کر وہ اجازت ملنے پر اندر داخل ہوئی تھی۔پہلی نظر اس کی صمد پر پڑی تھی جو ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا اور اسے ہی گھور رہا تھا۔وہ اسے اگنور کرتی آگے آئی تھی۔اسٹڈی کافی بڑی تھی۔ان گنت کتابوں کی یہ دنیا اس وقت اسے ایک پنجرہ لگ رہی تھی جہاں اسے سانس لینا محال ہو رہا تھا۔

"السلام علیکم!"

بالآخر اس نے بولنے کا فیصلہ کیا تھا۔ملک تراب علی جو صرف دیکھانے کو اس کے آنے پر اپنی کرسی سے اٹھے تھے اب واپس بیٹھ رہے تھے۔

مجھے خوشی ہے آپ کے جیسے بچے جب سیاست میں دلچسپی لیتے"

"---- ہیں۔کچھ وجوہات کی بنا کر ہماری پہلی میٹنگ نہ ہو سکی پرانی باتیں کر کر آپ کا وقت ضائع ہو گا سر! ہم کام کی بات کر لیتے"

"ہیں۔

بنین نے جیسے ہی تراب علی کی بات کاٹی تھی صمد غصے سے کھڑا ہوا تھا جبکہ تراب نے اپنی ناگواری چھپاتے ہوئے صمد کو بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

مجھے آپ سے کچھ باتوں کی تصدیق چاہیے، آپ نے ہزاروں انٹرویوز" دیئے ہیں مگر پھر بھی ایک سیاست دان کی زندگی لوگوں سے چھپی ہوئی ہے، میں چاہتی ہوں جب آپ کی بائیو گرافی سامنے آئے تو لوگوں کو

کچھ نیا بھی پڑھنے کو ملے، ایک ہی کہانی ہر بار دہرانے سے تو اپنی اہمیت کھو دیتی ہے جھوٹ لگنے لگتی ہے۔"

وہ سنجیدگی سے اپنے الفاظ ادا کر رہی تھی۔ ملک تراب علی نے متاثر ہوتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"میرا پہلا سوال۔ آپ کا جان نشین یا گدی نشین کہہ لیں، مسٹر عبد الصمد ہیں؟"

اس نے نوٹ پیڈ پر سوال دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"یہ میرا شیر ہے، ہمارے خاندان کا اکلوتا چشم و چراغ، ظاہر سی بات ہے آگے اس پارٹی کو یہ ہی سنبھالے گا۔"

وہ سنبھل کر گویا ہوئے تھے۔

"آپ نے ایک انٹرویو میں کہا تھا آپ کو بیٹیوں کا شوق ہے مگر آپ کی فیملی اس خوشی سے محروم ہے؟ اس بات کے پیچھے کیا وجہ ہے؟ کیا اللہ

تعالی آپ سے ناراض ہیں یا پھر آپ خود ہی اس رحمت کو زحمت سمجھ کر

"راستے سے ہٹا دیتے ہیں؟

اس کے سوال پر ملک تراب علی کے چہرے پر ایک سایہ لہرایا تھا۔

"اپنی لمٹس میں رہو۔"

صمد کی سخت گیر آواز پر بنین نے فورا معذرت کی تھی۔

"سوری سر! کچھ تلخ ہیں مگر سوال ہی ہیں، ہر دماغ الگ طریقے سے

"سوچتا ہے یہ سوال بھی لوگوں کے ذہنوں کے ہی ہیں۔

بنین نے کہا تو ملک تراب علی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"سر آپ کے بیٹے ارتسام—(اپنے باپ کے ذکر پر اس کی زبان اٹکی

تھی)---ان کی موت حادثہ کہی جاتی ہے۔ کیا آپ کو ان کی موت آپ

کے حریف کی سازش لگتی ہے؟ یا آپ نے اس وقت اپنے بیٹے کی موت

کوالیکشن کے لیے کیش کیا؟آپ پر یہ سازش خود کرنے کا بھی الزام لگایا تھا، کیا سب بے بنیاد باتیں تھیں یا پھر ان کی بنیاد ختم کی گئی تھی۔"

صمد کی برداشت سے باہر ہوا تھا وہ اٹھ کر بنین کی جانب آیا تھا۔

"تم ہوتی کون ہو یہ سوال کرنے والی؟"

وہ غصے سے دھاڑا تو بنین کھڑی ہوتی اس کے مقابل آئی۔

"جھوٹ پر مبنی باتوں پر ایسا ری ایکشن نہیں آتا مسٹر صمد! مجھے جواب مل گئے میں چلتی ہوں۔"

وہ اپنا بیگ لے کر اسٹڈی سے نکل گئی تھی۔ملک تراب علی گہری سوچ میں گم تھے۔

****

"امی! میں یونی جارہا ہوں۔"

بیگ کندھے پر لٹکائے وہ عجلت میں کمرے سے نکلا تھا۔دو دن سے وہ نوشی اور سانول کے آؤٹنگ کے لئے نکل جاتا تھا۔رات گئے واپسی ہوتی تھی۔آنکھ دیر سے کھلنے کی وجہ سے آج اسے دیر ہو گئی تھی۔اس کا پہلا لیکچر مس ہو گیا تھا،وہ جلدی جلدی اپنی ماں کو بتا کر دروازے کی جانب بڑھ رہا تھا جب ماں کی آواز پر رکا تھا۔

"عروسہ نہیں آئی دو دن سے،آج اسے ساتھ لے کر آنا۔"

وہ حیرت سے مڑا تھا،دو دن سے عروسہ کو اس نے نہیں دیکھا تھا نا ہی اس سے بات کی تھی۔

"امی! وہ اپنی دادی کے پاس رہنے گئی ہے۔"

وہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولا،اس وقت شرمندگی اسے خود سے ہو رہی تھی کہ کیسے وہ دو دن تک اسے بھولے بیٹھا تھا۔

"اچانک کیوں چلی گئی؟نوشابہ نے بھی مجھے نہیں بتایا۔"

وہ خود کلامی کرتی ہوئی واپس مڑ گئی تھیں جبکہ مراد بھی شرمندہ سا گھر سے نکل گیا تھا۔

"!ہائے ہینڈسم"

ممتا کی آواز سن کر وہ بائیک اسٹارٹ کرتا ہوا رکا تھا۔

"آپ یہاں؟"

ان کی کالونی میں ایک لائر کپل رہتا تھا، وہ سینئر وکیل تھے تو ممتا ان کے پاس لاء کی کچھ ایڈوائز لینے آتی تھی۔

کچھ ضروری فائل تھیں جن کی مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی تو وہی "

"پوچھنے آئی تھی۔

وہ ہلکے سے مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"آج میں اپنی کار نہیں لائی تو کیا تم مجھے ڈراپ کر دو گے؟"

وہ تھوڑا جھجھکتے ہوئے بولی تو مراد نے بے ساختہ سامنے والے گیٹ کی جانب دیکھا تھا جہاں عروسہ موجود ہوتی تھی۔

"ڈونٹ وری! تمہاری دوست آس پاس نہیں ہے ابھی۔"

وہ شرارت سے بولی تو مراد کو دو مہینے پہلے کا دن یاد آیا جب وہ اسی طرح فاروق صاحب کے کہنے پر ممتا کو اس کی کار تک چھوڑنے آیا تھا۔

"----ایک لڑکی تمہیں گھور رہی ہے شاید تمہاری گرل"

"نو! نو! نو! وہ میری دوست ہے بس۔"

مراد نے مڑ کر عروسہ کو دیکھ کر کلئیر کیا تھا۔

"! ویسے مجھے ایسا لگ تو نہیں رہا۔ شی از جیلس"

ممتا نے اسے چھیڑتے ہوئے کہا ساتھ کالر پکڑ کر اسے کار کے اندر میں کھینچ لیا تھا۔

"میری آبزروشن غلط نہیں ہے۔"

وہ رازداری کہتی ہنسی تو مراد بھی ہنس کر سیدھا کھڑا ہوا تھا۔

"!بائے ہنڈسم"

اس نے ہاتھ ہلا کر کہا تو مراد نے بھی بدلے میں ہاتھ ہلا دیا تھا۔

"یہ کون تھی جس سے اتنا ہنس ہنس کر بات کر رہے تھے؟"

اس کے جاتے ہی وہ مراد کے سامنے آئی تھی۔

"کون؟ کس کی بات کر رہی ہو؟"

مراد نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"وہی جسے کار کے اندر تک چھوڑ کر آئے ہو۔"

عروسہ نے دانت پیستے پوچھا۔

"وہ۔۔۔(اس کا انداز ایسا تھا گویا ابھی یاد آیا ہو)وہ مام تھی۔"

مراد کے بتانے پر عروسہ کے چہرے پر حیرت آئی۔ صدمے سے منہ تک کھل گیا تھا۔

"تمہاری عمر کیا ہے مراد؟"

اس نے کھوئے کھوئے انداز میں پوچھا۔

"ٹوئنٹی وائیو! کیوں کیا ہوا؟"

مراد کے چہرے پر حیرت تھی جیسے وہ اس کی بات سمجھ نہ پایا ہو۔

"اور مام کی؟"

اس نے مراد کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"مام کی یار وہ عمر کہاں بتاتی ہے مگر مجھے لگتا ہے چوبیس تک تو ہو گی۔"

اس نے اندازہ لگاتے ہوئے کہا۔

"تمہارے بابا نے دوسری شادی کب کی؟"

اس بار صدمہ لگنے کی باری مراد کی تھی۔

وٹ ؟دوسری شادی اور میرے بابا۔پاگل ہو گئی ہو میرے بابا دکھنے "

میں طرم خان ہے اصل چنگیز خان تو میری اماں ہے۔ان کے ہوتے

"دوسری شادی تو کیا وہ دوسری شادی کا سوچ بھی نہیں سکتے۔

مراد نے رازداری سے بتایا تو عروسہ نے آنکھیں چھوٹی کیں۔

"تو وہ تمہاری مام کیسے ہوئی؟"

اس نے تیکھے انداز سے پوچھا۔

"کون؟"

اس نے پھر سے نا سمجھی سے پوچھا تو عروسہ اپنے بال نوچتی آگے بڑھی۔

"وہی جسے گاڑی میں بیٹھایا ہے۔"

اس نے چلاتے ہوئے پوچھا۔

"وہ میری مام کیسے ہو سکتی ہیں؟"

"تم نے ابھی کہا وہ مام ہے؟"

وہ دوبدو بولی تو مراد نے سب بات سمجھتے قدم پیچھے لیے۔

"وہ اس کا نام ممتا ہے تو اس نے کہا مام بلایا کرو بس اسی لیے۔۔۔۔۔"

اس کا جملہ مکمل نہیں ہوا تھا جب عروسہ نیچے سے پتھر اٹھا کر اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

"!آئی ول کل یو مراد"

وہ غصے سے چلائی تھی۔

"کہاں کھو گئے ہنڈسم؟"

ممتا کی آواز پر وہ ہوش میں آیا۔

"لگتا ہے خاص دوست یاد آگئی جب ہی تو چہرے پر مسکراہٹ بھی آگئی ہے۔"

ممتا نے ایک بار پھر اسے چھیڑا تھا۔

"بیٹھ جائیں، میں چھوڑ دیتا ہوں۔"

وہ مسکراتا ہوا سر جھٹکا بولا تو ممتا اس کے پیچھے بیٹھ گئی۔ مراد نے تہہ کیا تھا وہ آج لازمی عروسہ سے بات کرے گا۔

کبھی کبھی انسان جو سوچتا ہے، زندگی اس کے برعکس چلتی ہے۔ مراد کو وہ ملنے جا رہا تھا جس کی خواہش اس نے کی تھی۔ یہ خواہش عروسہ تو بالکل نہیں تھی۔

****

"باسط بھائی! ہم لوگ کل کی ٹرین سے لاہور کے لئے نکلیں گے۔ ابیہا" "کی ہاسٹل وارڈن نے اسے دو دن پہلے ہاسٹل میں آنے کا کہا ہے۔

لمظ نے باسط کے فون اٹھاتے ہی نان اسٹاپ اپنی بات بولی تھی۔ باسط نے گہرا سانس لیا۔

"ٹھیک ہے مجھے ساتھ ساتھ بتاتی رہنا میں تم دونوں کو ریسیو کر لوں گا" "۔

باسط کی مصروف آواز سن کر لمظ نے فون کان سے ہٹایا۔

"سوری! سوری! میں بھول گئی تھی یہ آفس ٹائم ہے۔"

لمظ نے معذرت کرتے ہوئے فون بند کر دیا تھا، باسط نے اس کی جلد بازی پر مسکرا کر نفی میں سر ہلایا تھا۔

"ابیہا! اپنی دوست کا نمبر دو مجھے۔" اس نے فون کٹ کرنے کے بعد منا ہل کا نمبر مانگا تو ابیہا نے آئی بروا چکاتے اسے دیکھا۔

"حد ہے، ہر بات کی تفتیش کرنی ہے تمہیں، نمبر دو۔"

اس نے چڑتے ہوئے، اس سے اس کا موبائل لیا تھا۔ ابیہا اپنی ماں کے بلانے پر لمظ کو گھوری سے نواز کر کمرے سے نکل گئی تھی۔

"!ہیلو منا ہل! لمظ بات کر رہی ہوں، ابیہا کی بہن"

منا ہل کے فون اٹھانے پر اس نے اپنا تعارف کروایا تو دوسری طرف سے منا ہل کی خوشی سے بھرپور آواز سنائی دی۔

میں ٹھیک ہوں اور وہ میڈم بھی ٹھیک ہے، مجھے دراصل تم سے کام"
تھا۔ تم جانتی ہو ابیہا کے بارے میں، میں بس یہ چاہتی ہوں تم ہر وقت
اس کے ساتھ رہو۔ میری بہن کمزور تو نہیں ہے مگر پھر بھی مجھے اس کی
"فکر ہے۔

وہ فکر مندی سے بول رہی تھی۔

آپ فکر نہ کریں، وہ میری دوست ہے میں اس کا بہت خیال رکھوں"
"گی۔ لمظ! مجھے کچھ بتانا تھا آپکو۔
آخر میں وہ جھجھکی تھی۔

"کیا ہوا کوئی مسئلہ ہوا ہے؟"

لمظ نے اس کی ہچکچاہٹ محسوس کرتے پوچھا۔

"---- وہ دراصل میں پرسوں یونی گئی تھی تو وہاں مجھے ایک لڑکا"
مناہل ہچکچائی تھی۔

"!آگے بولو مناہل"

اس کے رکنے پر لمظ نے سنجیدگی سے کہا۔

"ایک لڑکا آیا تھا میرے پاس، اور بیا کا پوچھ رہا تھا۔"

"ابیہا کا؟ مگر کیوں؟"

لمظ کو کچھ سمجھ نا آیا تھا۔

وہ کہہ رہا تھا اس نے بیا کو میرے ساتھ دیکھا ہے اور وہ لڑکا بیا سے ملنا"

"چاہتا تھا، لمظ وہ لڑکا، ہمارا نیا پروفیسر ہے۔

مناہل کے انکشاف پر لمظ کی تیوری چڑھی تھی۔

میں آرہی ہوں ابیہا کے ساتھ دیکھ لیں گے کون ہے نیا پروفیسر جسے"

"اپنے عہدے کا بھی لحاظ نہیں۔

لمظ کے لہجے میں غصے کی رمق تھی۔

"وہ وہی تھا جس سے اس دن تم سوری کر رہی تھیں؟"

مناہل نے جلدی سے کہا تو لمظ چونکی۔

"میں کسے سوری کر رہی تھی؟"

اس نے یاد کرنے کی کوشش کی تھی۔

"جب میں تمہیں بلانے آئی تھی بیا کے کھو جانے پر۔"

مناہل نے اسے یاد دلایا تو اس کے ذہن میں اس دن شارق سے ہوئی ملاقات آئی۔

"شارق؟ باسط بھائی کا کزن، وہ ابیہا کا کیوں پوچھ رہا تھا؟"

لمظ الجھ چکی تھی۔

"اچھا! چلو وہیں پر آکر دیکھتے ہیں اس معاملے کو۔"

اس نے بات ختم کرتے ہوئے فون بند کیا تھا۔

"یہ کیا معاملہ ہے؟ ابیہا سے کیوں ملنا ہے اسے؟"

لمظ خود کلامی کر رہی تھی۔

ان کی اگلی ملاقات میں دونوں کی زندگی بدلنے والی تھی۔کیونکہ قسمت اپنی پہلی چال چل چکی تھی۔

****

"کیاہواہے ایسے کیوں بیٹھاہے؟"

فرید نے شارق کو پھر سے سگریٹ پیتے دیکھ کر پوچھا۔

"ذہن الجھ گیاہے فرید!دل اور دماغ کی جنگ میں فیصلے کا اختیار کس کو دینا بہتر ہو گا؟"

اس نے ایش ٹرے میں سگریٹ مسلتے ہوئے پوچھا تو فرید اس کے پاس آکر بیٹھا۔وہ دنوں بالکنی میں رکھے صوفے پر بیٹھے تھے۔

"تم کیاچاہتے ہو؟"

فرید نے پوچھا تو شارق نے نفی میں سر ہلایا۔

تم جانتے ہو، بچپن سے میں نے جس چیز کی خواہش کی ہے وہ مجھ سے" پہلے باسط کا مقدر بنادی گئی، لیکن اب بات وہ نہیں رہی فرید! میرا دل "دغا دے رہا ہے۔

وہ غیر مرئی نقطے کو دیکھتا بول رہا تھا۔ فرید نے گہری سانس لے کر ایک سگریٹ سلگا اس کی جانب بڑھایا۔

تو مجنوں بن گیا ہے مبارک ہو! پہلے اپنے کزن سے زلیل ہوا ہے تو" "اب باقی زندگی یہ محبت زلیل کرے گی تجھے۔

فرید نے ہمدردانہ لہجے میں کہا تو شارق نے ایک مکا اس کے کندھے پر جڑا۔

"بکواس نہ کر۔ "

وہ اس کی بات پر مسکرایا تھا۔

سمپل سا حل ہے تیرے پاس، رشتہ بھیج اسکے گھر اور دل اور دماغ کی "
"جنگ کو ختم کر دے۔

فرید نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے اسے مشورے سے نوازہ تھا۔

"وہ بول نہیں سکتی۔"

شارق کے انکشاف پر فرید کو کھانسی کا دورہ پڑا تھا۔

"وٹ! گونگی لڑکی؟"

فرید کی آواز صدمے سے بھرپور تھی۔

جانتا ہے جب مجھے معلوم ہوا اس میں یہ کمی ہے میں کچھ بول نہیں " پایا۔ مجھے لگا جیسے سب ختم ہو گیا ہو، میں وہاں سے چلا آیا تھا. مگر میرا دل بہت بے چین ہے فرید! میں اپنی محبت کیوں گنواؤں؟ صرف اس لئے کہ میں اس کی آواز نہیں سن سکتا؟ میں اس کی آواز تو بن سکتا ہوں۔ (وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔) ابھی اسی لمحے میں نے دل اور دماغ کی جنگ کو ختم کیا

ہے، میرا فیصلہ یہی ہے کہ محبت میں کمیاں نہیں دیکھی جاتیں، وہ میری پہلی چاہت ہے اور پہلی چاہت ہی آخری محبت ہوتی ہے۔"

شارق کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر فرید نے سگریٹ بجھایا تھا۔

"اگر تو نے فیصلہ لے لیا ہے تو میری دعا ہے تو خوش رہے۔"

فرید نے پورے دل سے کہا تھا۔ شارق اس کے گلے لگ گیا تھا۔

****

"اپنی تھیسز فائل مجھے دو۔"

بنین عندلیب کے انتظار میں کھڑی تھی جب اچانک ہی صمد اس کے سامنے آیا تھا، اور جھپٹنے کے انداز میں اس کے ہاتھ سے فائل چھینی تھی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے مسٹر صمد!"

بنین کو غصہ عود کر آیا تھا۔

تم جیسی دو کوڑے کا دماغ رکھنے والی لڑکی سے مجھے سمجھداری کی امید" "نہیں ہے۔

وہ ایک کے بعد ایک صفحے پلٹ رہا تھا۔

اگر میں چپ ہوں تو مسٹر صمد! مجھے مجبور مت کریں کہ میں وہ کر" "جاؤں جو کرنے سے میں خود کو روکا ہوا ہے۔

اس نے صمد کے ہاتھ سے فائل چھینی تھی۔

"!ہاؤ ڈیئر یو"

فائل چھیننے پر صمد غصے سے چلایا۔

ہاؤ ڈیئر یو مسٹر صمد! دوبارہ میرے راستے میں مت آنا، یہ لاسٹ" "وارننگ ہے۔

بنین کا نڈر انداز صمد کو بری چبھا تھا۔

"تم غلطی پر غلطی کر رہی ہوں بنین!، یوول پے فار دس۔"

صمد نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا تو بنین کی آنکھوں میں سرخی اتری تھی۔

" ! غلطی کا بوجھ کم از کم گناہ سے بہت کم ہوتا ہے مسٹر صمد "

وہ عندلیب کو آتے دیکھ کر اس کی جانب بڑھ گئی تھی۔ صمد وہیں کھڑا اپنا غصہ کنٹرول کر رہا تھا۔

"! جی بڑے پاپا"

اس کا فون رنگ ہوا تو اس نے فون اٹھایا۔

نہیں بڑے پاپا! اس کی فائل میں کچھ بھی آپ کے خلاف نہیں "

" تھا۔ آپ فکر نہ کریں میں دیکھ لوں گا اس معاملے کو۔

اس کی نظر عندلیب کے ساتھ چلتی بنین پر تھی۔

اگر تمہاری غلطی گناہ بنی تو میرے عتاب سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے "

"! گا، بنین

وہ ایک ایک لفظ چبا کر بولا تھا۔

دوسری جانب اپنی کیبن میں موجود تراب علی نے ایک فائل سامنے رکھی ہوئی تھی جس میں بنین کی ساری ڈیٹیل موجود تھیں۔وہ فائل کھولنے سے پہلے ہی صمد کے مثبت جواب پر اس فائل کو دیکھنے کا ارادہ ترک کر گئے تھے۔

اگر یہ لڑکی خطرہ بنے تو اس کی فیملی اور اسے وہاں پہنچا دینا جہاں ان "

"کے جیسے لوگوں کو ہونا چاہیئے۔

ملک تراب علی نے سامنے بیٹھے آدمی کو کہا تھا جس کے چہرے پر ایک شاطرانہ مسکراہٹ آئی تھی۔

****

"کب سے بج رہا ہے دروازہ یہ لڑکی سوئی ہوئی ہے کیا؟ "

سیڑھیوں کی طرف کا دروازہ تین بار بج چکا تھا مگر اوپر سے آکر کسی نے بھی نہیں کھولا تو شاہدہ بیگم نے اپنے تخت سے اٹھتے ہوئے کہا۔

میں کھول دیتی ہوں۔ "اوپر کا پورشن ہادی اور حور کے زیر استعمال تھا"

۔دو مین دروازے تھے جس میں ایک اوپر والے پورشن تک جاتا تھا

دوسرا نیچے والے، البتہ چھت تک دونوں پورشن کی رسائی تھی۔ سیڑھیوں کا راستہ نیچے والے پورشن میں ایک دروازے کے ذریعے جڑا تھا۔ عروسہ انہیں مشکل سے اٹھتے دیکھ کر بولی تھی پھر دروازے کی جانب بڑھ گئی۔ اس نے اپنی جانب والا دروازہ کھول کر باہر جھانکا تھا جہاں ہادی بے زار کھڑا دروازے کے کھلنے کا منتظر تھا۔

"یہاں سے اندر آجائیں۔"

وہ کہہ کر اندر واپس آگئی تھی جبکہ ہادی نے صرف ایک آنچل ہی دروازے سے گم ہوتا دیکھا تھا۔وہ سر جھٹکتا دوسرے گیٹ کی جانب آیا تھا۔ابھی وہ شش وپنج میں ہی تھا جب عروسہ واپس وہاں آئی تھی۔

"دروازہ لاک کر دینا۔"

وہ ہادی کی جانب دیکھ کر بولی تھی، چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا۔ہادی کو اس کی ذات ایک پہلی لگ رہی تھی، وہ اسے تیسری بار دیکھ رہا تھا اور اس بار اسے اس کی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی۔وہ اس کے پیچھے اندر آیا تھا جب راستے میں رکھے اسٹول کو نہ دیکھ پایا، اس کا پاؤں اسٹول میں اٹکا تھا ، جیسے ہی وہ گرنے لگا اس کا ہاتھ غیر ارادی طور پر عروسہ کی جانب بڑھا تھا۔اس نے عروسہ کا بازو پکڑا تو عروسہ نے فوراً سے بیشتر اس سے بازو چھڑا کر اسے دھکا دیا تھا۔وہ اوندھے منہ گرا تھا۔

"ہائے ہادی بچے!"

شاہدہ بیگم فوراتخت سے اٹھ کراس کی جانب بڑھی تھیں۔ہادی نے سیدھے ہوتے اپنے ہاتھ کی پشت سے ناک سے بہتاخون صاف کیا تھا۔آنکھوں میں شکایت تھی جبکہ عروسہ سپاٹ چہرہ لئے کھڑی تھی۔ پھر تیز قدم اٹھاتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ہادی نے ناسمجھی سے اس کا یہ رویہ دیکھا تھا۔۔اس نے جان بوجھ کراس کا بازو نہیں پکڑا تھا مگر عروسہ نے دھکااسے جان بوجھ کر دیا تھا۔ناک سے بہتے خون نے اس کا دھیان ہٹایا تھا۔

"!میں ٹھیک ہوں دادی"

وہ کھڑا ہوتا شاہدہ بیگم کو تسلی دے کر رومال ناک پر رکھ کر دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔

****

"عجیب لڑکی ہے، حد ہے بھئی، میں نے کونسا جان بوجھ بازو پکڑا تھا۔"

اپنے کمرے میں کھڑا وہ روئی سے ناک سے خون صاف کرتا بڑبڑا رہا تھا۔ حور یہ سور ہی تھی، جانتا تھا وہ اس کے سرہانے ڈھول بھی بجالے تو اسے اٹھا نہیں سکتا، اس لئے بے فکر ہوا اونچی آواز میں بڑبڑا رہا تھا۔

"!ویٹ"

اچانک ہی کچھ یاد آنے پر وہ ٹھٹھکا تھا۔

"اس کی آنکھوں میں ڈر تھا،---مجھے گرا دیکھ کر وہ ڈری تھی؟"

وہ خود سے سوال کر رہا تھا۔ ذہن الجھ گیا تھا۔

"لیکن---ڈر کیوں؟ کیا اس پر کسی نے ہاتھ---؟"

شاید بیگم کی اس کی محبت یاد کرتے ہی اس نے فورا اپنی سوچ کی نفی تھی۔

کوئی کیوں اس پر ہاتھ اٹھائے گا، لیکن وہ سہمی کیوں تھی جیسے اپنی"

"غلطی کی سزا سے ڈری ہو؟

وہ مسلسل سوچوں کے بھنور پھنس رہا تھا۔

"!بھائی "

حوریہ کی نیند بھری آواز پر اس نے مڑ کر دروازے کی سمت دیکھا، جہاں حوریہ کھڑی تھی۔

"آپ آہستہ بات کرلیں گے خود سے، مجھے نیند آرہی ہے۔"

وہ بمشکل آنکھیں کھولتی بولی تو ہادی نے تاسف سے سر ہلایا۔

"!یہ کونسا وقت ہے سونے کا حوریہ"

"بھائی! میرے خیال سے یہی وقت ہوتا ہے سونے کا۔"

حوریہ کے دوبدو جواب پر ہادی نے آنکھیں چھوٹی اسے دیکھا، جو شام کے سائے گہرے ہوتے ہی بستر سنبھال گئی تھی۔

میں جمال سے انکل سے بات کرتا ہوں، بہت بگاڑ رہی ہے لمظ"

"تمہیں۔

ہادی نے افسوس سے کہا تو حوریہ کی آنکھیں پوری کھل گئ تھیں۔

"!یہ غلط بات ہے بھائی"

وہ غصے سے بولی مگر وہ ان سنی کرتا واش روم میں بند ہو گیا تھا۔

"!بھائی"

وہ بے بسی سے چلائی تھی۔

****

وہ کھلکھلاتی ہوئی بھاگ رہی تھی، بار بار پیچھے مڑ کر کسی کو چڑاتی تھی اور پھر سے بھاگنے لگتی تھی۔یک دم اس کے چہرے پر خون کے چھینٹے پڑے تھے۔وہ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے پوری شدت سے چلائی تھی۔اس کا پورا وجود خون میں نہا گیا تھا، سامنے سے اس کا نام پکارا گیا تو

اس نے چونک کر آنکھیں کھولیں۔ مگر سامنے کھڑا وجود اس کی نظروں کے سامنے زمین بوس ہوا تھا۔ وہ ایک بار پھر چلائی تھی۔ اس کی آواز تکلیف سے بھرپور تھی۔ شاہدہ بیگم نے فوراً آگے بڑھ کر اسے نیند سے جگانا چاہا مگر بے ہوش ہو چکی تھی۔ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے تھے۔ انہوں نے فوراً جا کر اپنی شوہر کو جگایا تھا۔ ایمبولینس کی آواز پر ہادی کی آنکھ کھلی تو وہ اٹھ کر باہر آیا۔ کھڑکی سے نیچے جھانکتے اس کی نظر اسٹریچر پر لیٹی عروسہ پر نظر پڑی۔ وہ تیزی سے نیچے بھاگا تھا۔

"دادی!"

اس نے شاہدہ بیگم کو پکارا جن کا رونے سے برا حال ہو گیا تھا۔

"میری بچی کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے ہادی!"

وہ روتے ہوئے بولی۔

"دادی! حوصلہ کریں، میں دیکھتا ہوں جا کر آپ پریشان نہ ہوں۔"

انہیں تسلی دے کر باہر آیا جہاں عروسہ کو ایمبولینس میں لے جایا گیا تھا۔اس نے اپنی بائیک ایمبولینس کے پیچھے لگالی تھی۔اسے رہ رہ کر عروسہ کا ڈرا سہما چہرہ یاد آرہا تھا۔ بیس منٹ کے طویل انتظار کے بعد وہ ہاسپٹل پہنچا تھا۔ عروسہ کو اندر لے جایا رہا تھا۔وہ اصغر صاحب کے پاس آیا جو ڈھے سے گئے تھے۔

"!سب ٹھیک ہو جائے گا دادو"

اس نے تسلی کے الفاظ بولے تھے۔

"نجانے کب وہ نارمل ہو گی۔"

وہ غیری مرئی نقطے کو دیکھتے بولے تھے۔ہادی کے دماغ میں کلک ہوا تھا مگر اس نے فلحال اس بات کر کرید نامناسب نہ سمجھا اور ڈاکٹر کا انتظار کرنے لگا۔دوسری جانب مراد برے خواب سے ڈر کر مسلسل عروسہ

کا نمبر ملا رہا تھا جو کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔ وہ کمرے میں ٹہلتا بے چینی سے اپنے فون کو دیکھ رہا تھا، عروسہ کے کال اٹھانے کا منتظر تھا۔

"شی از فائن! یہ کسی قسم کی میڈسن لیتی ہیں؟"

ڈاکٹر نے پوچھا تو اصغر صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔

"اس کا علاج چل رہا ہے، نفسیاتی ڈاکٹر کے پاس۔"

اصغر صاحب نے اپنی معلومات کے مطابق جواب دیا۔

"وہ دوا ان کے دماغ پر برا اثر کر رہی ہیں، آپ فور سے بیشتر انہیں دو دینا بند کریں۔"

ڈاکٹر مزید ہدایات دے رہا تھا جبکہ ہادی خاموشی سے کھڑا تھا۔ اس کا ذہن ایک بار پھر عروسہ میں اٹک گیا تھا۔

****

وہ دونوں یونی گیٹ کے سامنے کھڑی تھیں۔ کل ہی وہ لاہور پہنچی تھیں رات باسط کے اپارٹمنٹ میں آرام کرنے بعد وہ یونی آگئی تھیں۔ باسط کھانے کے وقت لمظ کو لینے آنے والا تھا۔ تب تک اسے یونی ورسٹی میں رکنا تھا۔

"عمارت کی اینٹیں گن لی ہوں تو اندر چلیں۔"

اس نے ابیہا پر طنز کیا تو ابیہا نے اسے گھورا۔ لمظ نے اسے چڑایا تو وہ منہ بگاڑتی آگے بڑھ گئی۔

"!لمظ"

مناہل کی آواز پر وہ رکی تھی جب کہ ابیہا ہاسٹل کی جانب بڑھ گئی تھی۔

"اسے تیز گام کے پیچھے جاؤ ذرا۔"

اس نے ابیہا کی جانب دیکھتے ہوئے تو مناہل مسکرا کر اس کے پیچھے بھاگی تھی۔

"پاگل کی دوست بھی پاگل ہے۔"

وہ دل ہی دل میں بولی تھی۔ باسط کو میسج کر کر وہ آگے بڑھ گئی تھی جب اچانک شارق اس کے سامنے آیا۔اس کے اچانک آنے پر لمظ کا ہاتھ فورا دل پر گیا تھا۔ پھر چہرے پر غصہ آیا تھا۔

"سوری! میرا ارادہ تمہیں ڈرانے کا نہیں تھا۔"

اس نے معذرت کی تو لمظ جو اسے سخت سنانے والی تھی اپنا ارادہ ترک کر گئی۔

"دیکھو! تمہاری دوست بتایا ہی ہو گا کہ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

لمظ نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

میں گھما پھرا کر بات نہیں کروں گا، مجھے تم پسند ہو، شاید یہ محبت بھی" ہو سکتی لیکن شاید کے چلتے میں اپنا نقصان نہیں کر سکتا۔ میں تمہارے گھر اپنے امی کو بھیجنا چاہتا ہوں۔ تم سوچنے کا وقت لے سکتی ہو۔ اگلی

ملا قات میں مجھے اپنا جواب دے دینا۔جو کہ میں جانتا ہوں مثبت ہو گا۔"

وہ اپنی بات کہہ کر تیزی سے وہاں سے چلا گیا تھا۔لمظ ہکا بکا کھڑی تھی۔اسے شارق سے امید نہیں تھی کہ وہ یہ بات کرے گا۔

"لیکن مناہل نے تو کہا تھا یہ ابیہا کا پوچھ رہا تھا۔"

مناہل کی بات یاد آتے ہی وہ مڑی تھی تاکہ شارق سے خود پوچھ سکے مگر وہ غائب ہو چکا تھا۔

"دنیا کے سارے پاگل میری زندگی میں آتے ہیں۔"

وہ بڑبڑائی تھی۔

****

شارق کو ڈین کے آفس جانا تھا،دوسرا وہ جانتا تھا ہر لڑکی اچانک ایسے سوال پر ہمیشہ انکار ہی کرتی ہے اس لئے لمظ کے پاس رکا نہیں تھا،وہ بعد

میں اس سے دوبارہ بات کرنا چاہتا تھا تاکہ اسے قائل کر سکے۔ڈین کے آفس میں میٹنگ ایک گھنٹے کا وقت لے چکی تھی۔وہ خوش خوش باہر آیا تھا جب اس کی نظر سر حمید پر پڑی جو خوش گوار لہجے میں باسط سے بات کر رہے تھے۔

"دیکھو شارق! اس جاب کے لئے مجھے میرے خاص دوست نے تمہارا نام رقمنڈ کیا تھا، تمہاری قابلیت کے بارے میں مجھے پہلے ہی کوئی شک نہیں ہے مگر اس رقمنڈیشن کے بعد میرے لئے پہلی چوائس تم ہی ہو۔"

اس کے ذہن میں سر حمید کے الفاظ گونجنے لگے۔یک دم آس پاس گھٹن کا احساس کا بڑھنے لگا تھا۔

"تم بہت ضدی ہو شارق! لیکن یہ بک میری ہے میں تمہیں نہیں دوں گا۔"

ایک اور آواز ذہن میں ابھری تھی۔ بارہ سالہ باسط اس کے سامنے کھڑا غصے سے بول رہا تھا۔

"تمہاری وجہ سے تمہاری گری تھی، شارق! تم کب اپنی حرکتوں سے باز آؤ گے؟"

یہ آواز اس کے ابو کی تھی۔ اس دن اس نے باپ سے بری طرح مار کھائی تھی۔

"خالو! جانے دیں اسے۔"

باسط کی بات سن کر اس کے باپ کا ہاتھ رکا تھا۔

"شارق! کیوں چاہیئے بائیک تمہیں؟ تم جانتے ہو ہماری آمدنی اتنی نہیں ہے بیٹا!"

"باسط بیٹا یہ چیک ہے۔"

ماں کی آوازیں ذہن میں گونجنے لگی تھیں۔

اسے سر حمید اور باسط خود پر ہنستے ہوئے محسوس ہو رہے تھے۔ وہ الٹے قدم لیتا یونی سے نکلتا چلا گیا۔

"--- کیوں وہ ہر بار اچھا بن جاتا ہے اور میں"

اپنے بال نوچتا وہ بولا تھا۔ آواز میں بے بسی بے بسی تھی۔

****

نہیں سر! آپ پلیز تکلف مت کریں۔ مجھے واپس جانا ہے میں بس "

"اپنی کزن کو لینے آیا تھا۔

سر حمید نے اسے چائے کی آفر تو اس نے سہولت سے انکار کر دیا۔

چلیں اگلی ملاقات میں چائے کا پلان رکھ لیتے ہیں۔ ہماری پہلی ملاقات"

"ہے اور آپ پہلی بار میں ہی مجھے اچھے انسان لگے ہیں۔

سر حمید نے تعارفی انداز میں کہا تو باسط مسکرایا۔

"باسط بھائی! چلیں۔ "

لمظ کی آواز سن کر مڑا تھا پھر سر حمید سے مصافحہ کرتا لمظ کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

"میں نے آپ سے کہا تھا سر سے ابیہا کے لئے بات کیجئے گا تاکہ اسے کوئی پریشانی نہ ہو آپ تو پکی دوستی کر کے بیٹھ گئے ہیں۔"

لمظ نے اسے چھیڑا تو باسط سر جھٹکتا مسکرا دیا۔

"اچھا میری ٹرین دو گھنٹے بعد کی ہے جلد یسے مجھے اپنی خالہ سے ملوا لائیں۔"

لمظ نے ضد کرتے ہوئے کہا۔

"ضد مت کرو لمظ! مجھے آفس واپس جانا ہے۔"

باسط نے اسے ٹالا تھا۔ وہ نہیں چاہتا تھا شارق لمظ کے سامنے ہی اسے سے بد تمیزی کرے۔ وہ لمظ کو جانتا تھا اگر اس کے سامنے شارق نے ایسا کچھ کیا تو بات بہت بڑھ جائے گی۔

"اف بھائی ! میں کیا اکیلی اسٹیشن پر مسافر گنوں گی؟"

لمظ نے چڑتے ہوئے پوچھا تو باسط مسکرایا۔

"ویک اینڈ ہے تو دو چھٹیاں ہیں میری، میں خود تمہیں چھوڑنے واپس جاؤں گا۔ رات کی ٹرین میں بکنگ ہو گئی ہے اب تم میرے اپارٹمنٹ "میں جاؤ گی اور آفس سے واپس آکر ہم کراچی کے لئے نکلیں گے۔

باسط نے پورا پلان ترتیب دیا تھا۔

لیکن تائی امی نے کہا تھا خالہ سے مل کر آنا، ورنہ وہ آپ کے کان کھینچیں" "گی۔

لمظ نے اموشنل بلیک میل کیا تھا۔

"لمظ!"

باسط نے اس کا نام لیا تو وہ مسکرا دی۔ جو اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ کامیاب ہو گئی تھی باسط کو منانے میں۔ وہ بھی جانے سے پہلے شارق سے مل کر پوچھنا چاہتی تھی کہ اس کی سب باتوں کا کیا مقصد ہے۔

****

میں کل سے تمہیں کال کر رہا ہوں عروسہ ! تمہیں میرا کچھ خیال ہے"
"؟ میں کتنا پریشان ہوں تمہارے لئے۔

دوپہر کے قریب جا کر اسے ڈسچارج ملا تھا۔ اس دوران اس نے ہادی اور اپنے دادا کو اپنے ساتھ دیکھا تھا۔ وہ جو بولنے لگی تھی پھر سے اپنے خول میں بند ہو گئی تھی۔ وہ گھر واپس آئی تو اپنے موبائل پر مراد کی مس کال دیکھ کر اسے کال بیک کی تھی جو پہلی بیل پر ہی اٹھا لی گئی تھی۔

"دادی کے ساتھ تھی فون دوسرے کمرے میں تھا۔"

اس نے جھوٹ بولا تو مراد نے گہری سانس بھری۔

تمہاری آواز سے اندازہ ہو رہا ہے مجھے عروسہ! تم جھوٹ بولنے لگی"

"ہو۔

مراد کی بات پر وہ مسکرائی تھی۔اس کی دوا لیکر کمرے میں داخل ہوتا ہادی چونکا تھا۔

میرے سچ سننے کے لئے تم نہیں ہو یہاں اس لئے جھوٹ بولنا سیکھ "

"رہی ہوں۔

عروسہ کی شکست زدہ آواز سن کر ہادی کا دل بے چین ہوا تھا جبکہ مراد چپ ہو گیا تھا۔

"میں تم سے ملنے آرہا ہوں، تمہارے سارے سچ سننے۔"

مراد نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔عروسہ مسکرائی کر آنکھیں موند گئی تھی۔ہادی دوا کا شاپر وہیں ٹیبل پر رکھ کر واپس چلا گیا تھا۔

"مت کرو مراد! تمہارا رویہ مجھے پھر سے زخمی کر دے گا۔"

وہ دل ہی دل میں مراد سے مخاطب تھی۔

کس طرح تجھ سے کہیں کتنا بھلا لگتا ہے

تجھ کو دیکھیں تیرے دیدار میں گم ہو جائیں

ہم تیرے شوق میں یوں خود کو گنوا بیٹھے ہیں

جیسے بچے کسی تہوار میں گم ہو جائیں

****

شان کی برتھ ڈے ہے اور کیک ہم کاٹیں گے۔مجھے ناپچھلے کئی سالوں سے اسپیشل فیلنگ آتی ہے جب دو دو بار سیلیبریشن ہوتی ہے اور "چیف گیسٹ میں ہوتی ہوں۔

بنین نے لیپ ٹاپ آن کرتے ہوئے کہا تو اس کی بات پر عطرت بیگم اور مدثر صاحب دونوں مسکرائے تھے۔

"ہائے شان! برتھ وش نہیں کروگے؟"

ویڈیو کال پر شان کے آتے ہی بنین نے اتراتے ہوئے کہا تو شان نے آئی برو اچکاتے اپنے ماں کی جانب دیکھا جو مسکراہٹ دبائے کھڑے تھے۔

"ہو جاؤ خوش جتنا ہونا ہے چند ماہ بعد میں آرہا ہوں واپس۔"

شان نے اپنے تئیں اسے جتایا تھا مگر اس کی مسکراہٹ گہری ہوتی دیکھ کر اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

"چند ماہ بعد میری پھر سے برتھ ڈے ہے، وہ بھی اصل والی۔"

اسے چڑا کر وہ ہنستی چلی گئی۔ شان نے عطرت بیگم اور مدثر صاحب کی جانب دیکھا۔

"میرے آنے تک اس کا علاج کروالیں، میں ایک پاگل کے ساتھ نہیں رہوں گا۔"

شان نے دہائی دی تو بنین کی ہنسی تھمی،اس نے خونخوار نظروں سے شان کو گھورا تھا۔

"یادرکھنا پاگل کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

وہ ہلکے سے غصے سے بولی تھی۔

میں اتفاق کرتا ہوں تمہاری اس بات سے پاگل اور بنین کچھ بھی"
"کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

اس نے تائیدی انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا تو اس کی بات پر عطرت بیگم اور مدثر صاحب قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔بنین نے مڑ کر ان دونوں کی جانب شکایتی نظروں سے دیکھا۔

بس مجھے یقین ہو گیا ہے آپ لوگ مجھے کہیں سے اٹھائے کر لائے"
"تھے،یہی ہے آپ کی سگی اولاد۔

بنین نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا۔

"!اسٹاپ اٹ بنین"

شان نے غصے سے اسے ٹوکا تو مدثر صاحب نے غصے سے اس کی جانب دیکھا۔وہ ہمیشہ ہی ایسی بات کرتی تھی مگر اس بار شان جانتا تھا وہ سچ جان چکی ہے اس لئے غصے سے اسے ٹوک بیٹھا۔ماحول کو سنجیدہ ہوتے دیکھ کر اس نے گہری سانس لی۔

" !تم کیک کاٹو بیٹا"

مدثر صاحب نے نارمل ہوتے کہا تو بنین نے نفی میں سر ہلایا۔

"پہلے سچ بتائیں۔"

بنین کی بات پر عطرت بیگم اور مدثر صاحب نے ناسمجھی سے اسے دیکھا جب کہ شان اسے روکنا چاہ رہا تھا۔

"کیسا سچ بنین؟"

عطرت بیگم نے آگے بڑھتے پوچھا۔

"یہی کہ اسے کوڑے دان سے اٹھایا تھا آپ نے۔ "

اس نے ناراضگی دیکھاتے کہا تو شان سر نیچے کیے ہنس دیا۔

"ہاں بالکل! وہیں سے اٹھایا تھا تبھی تو اتنا گندہ رہتا تھا بچپن میں۔"

مدثر صاحب نے اس کا مذاق اڑایا تو شان نے منہ بسورا۔

"!بس کریں پاپا"

شان نے چڑتے ہوئے کہا جو مزید اس کی حرکتیں یاد کروانے کا سوچ رہے تھے۔ وہ تینوں اسکے چڑنے پر ہنسے تو وہ ان کے ساتھ ہنسنے لگا۔

****

"جی جناب! ہماری پوری نظر ہے اس لڑکی پر۔"

ایک آدمی تابعداری سے سر جھکائے صمد کے سامنے کھڑا تھا۔

"کل وہ لڑکی ایک فائل لیکر اپنے گھر سے نکلے گی تمہیں وہ فائل مجھ تک پہچانی ہے، یاد رہے صرف فائل، لڑکی کو کوئی نقصان نہ ہو۔"

صمد نے بے چینی سے اپنی ٹانگ ہلاتے ہوئے کہا تو وہ شخص تابعداری سے سر ہلاتے الٹے قدم لیتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

"!میں بھی دیکھتا ہوں تم فائل کیسے جمع کرواتی ہو مس بنین مدثر رضا"

وہ دل ہی دل میں بنین سے مخاطب تھا۔ پھر کھڑا ہوتا ایک کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ کمرے میں لگی فوٹو کو دیکھ کر وہ وہیں بیٹھ گیا تھا۔

"بہت جلد آپ کے قاتل میرے سامنے ہوں گے چاچو! جنہوں نے آپ کو مجھ سے چھینا۔ آپ نے کہا تھا بابا کا خیال رکھنا، دیکھیں میرے ہوتے ہوئے کوئی انہیں چھو بھی نہیں سکتا۔"

وہ سامنے لگی ارتسام کی فوٹو سے بات کر رہا تھا۔ گلے میں اسٹیتھو سکوپ پہنے وہ ایک ہاتھ پاکٹ میں ڈالے اور ایک ہاتھ سے اپنا کوٹ پکڑے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

آپ بہت جلدی چلے گئے چاچو! لیکن آپ فکر نہ میں ڈھونڈ لوں گا"

"اسے۔

اس نے اٹھ کر ان کی تصویر پر ہاتھ پھیرا تھا۔ پھر کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔ یہ اپارٹمنٹ ارتسام کا تھا جہاں وہ اپنی پڑھائی کے دوران رہائش پزیر تھا۔ اب یہ اپارٹمنٹ صمد کے پاس تھا۔ اس نے اپنے چچا کی کسی چیز کی ترتیب نہیں بدلنے دی تھی۔ سب سالوں بعد بھی ویسا ہی تھا۔ بمشکل میڈ آکر صفائی کرتی تھی ورنہ وہ کسی کو اجازت نہیں دیتا تھا کہ کوئی اس کمرے میں بھی آئے۔

****

"نظر رکھو لڑکی پر۔"

صمد کا بھیجا آدمی اپنے ساتھیوں کے ہمراہ بنین پر نظر رکھے ہوئے تھا۔

"لڑکی جیسے ہی اس روٹ پر آئے گی فوراً اس سے فائل چھین لینا۔ "

وہ سب الرٹ تھے۔ بنین جیسے ہی سنسنان راستے پر آئی وہ سب لوگ اسے گھیر چکے تھے۔

"کون ہو تم لوگ؟"

بنین نے خوفزدہ ہوتے قدم پیچھے لیتے ہوئے پوچھا۔ مگر وہ لوگ کوئی جواب دینے کے بجائے آگے بڑھ کر اس سے فائل چھیننے لگی۔

"بچاؤ! کوئی ہے؟"

بنین نے چلانا شروع کیا تو ایک آدمی نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا۔ وہ زمین پر گری تھی۔ سر زمین پر پڑے پتھر سے ٹکرایا تو ماتھے سے خون کی ایک لکیر بہہ نکلی تھی۔

"فائل مل گئی۔ نکلو یہاں سے اب۔"

اس آدمی نے فائل اٹھا کر باقی سب کو چلنے کا کہا جب کہ اس کا جملہ بنین بھی سن چکی تھی۔ وہ اٹھ کر ان کے پیچھے جانے لگی مگر وہ کار میں بیٹھ کر وہاں سے نکلتے چلے گئے تھے۔

یہ تم نے اچھا نہیں ملک تراب علی! میں اپنے ماں باپ کی وجہ سے"
"--- پیچھے ہٹ گئی تھی مگر تم

اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا پھر آگے بڑھ گئی۔ وہ اسی طرح یونی پہنچی تھی۔ آج اسے تھیسیز جمع کروانا تھا مگر اس کی فائل اس سے لی جا چکی تھی۔ تھیسیز نہ جمع کروانے پر اس کی ساری محنت ضائع ہو جاتی۔ وہ ڈین کے آفس کے باہر انتظار کر رہی تھی۔

دوسری جانب صمد فائل ہاتھ میں لئے بیٹھا تھا۔ اس نے اچھی طرح پوری فائل چیک کی مگر بنین نے لاسٹ تک ملک تراب علی کے بارے میں کچھ غلط نہیں لکھا تھا۔ اس نے فائل واپس دینے کا سوچا مگر انا

آڑے آگئی۔بنا کچھ بھی سوچے اس نے فائل کو جلا کر راکھ کر دیا تھا۔اپنی انا کے چلتے اس نے بنین کا مستقبل داؤ پر لگا دیا تھا۔

" سر میرا یقین کریں، یہ انہوں نے ہی کیا ہے؟آپ پلیز انہیں کہیں ! میری فائل واپس کر دیں۔میرے دو سال ضائع ہو جائیں گے سر "

وہ ڈین کے آفس میں کھڑی ان سے التجا کر رہی تھی۔

" دیکھو بنین ! ہم کیسے کسی سیاست دان پر الزام لگا سکتے ہیں۔اگر یہ بات ہم کریں گے بھی ہماری یونیورسٹی کی ساکھ بھی خراب ہو گی۔"

وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولے۔

" آپ سمجھ نہیں رہے سر ! میں فائل کیسے بناؤں گی اتنی جلدی دوبارہ۔ --- میری ساری محنت۔لوگوں کے بیان،ان کے دستخط کیسے واپس "

اس نے اپنا سر تھام لیا تھا۔

بنین ! آپ جا سکتی ہیں۔ میں صرف آپ کو دو گھنٹے کی مہلت دلوا سکتا"

"ہوں، آپ اپنا کام ان دو گھنٹوں میں کر لیں۔

ڈین نے بات ختم کرتے ہوئے کہا۔ بنین خالی ہاتھ کیبن سے باہر آئی تھی۔

"چچ چچ چچ ! لگتا ہے کوئی ابھی رو دے گا۔"

صمد کی مذاق اڑاتی آواز پر بنین نے دائیں جانب دیکھا، جو اس کی حالت پر ہنس رہا تھا، اس کے ماتھے پر خون جما دیکھ کر اس کی آنکھیں سکڑی تھیں۔

کاش تمہارے خاندان کا ایک فرد بھی انسانیت رکھتا ہوتا، مجھے افسوس" ہو رہا ہے آج، کیسے درندے اور بے ضمیر لوگ ہمارے ملک کو کھا رہے ہیں اور اور کچھ کھانے کو تیار بیٹھے ہیں۔"

بنین نے نفرت سے ایک ایک لفظ بولا تھا۔ صمد جو کچھ پل پہلے اس کی چوٹ کی وجہ سے شرمندہ ہوا تھا، ایک بار پھر اسے غصے سے دیکھنے لگا۔

تم نے جو کیا ہے یہ صرف اس کی چھوٹی سی سزا تھی مس بنین!"

میرے بڑے پاپا کے بارے میں آئندہ کوئی بات منہ سے نکالنے سے

"پہلے اس سزا کو یاد کر لینا۔

وہ تمسخرانہ انداز میں کہتا اسے راستے سے ہٹاتا آگے بڑھ گیا۔

بنین وہیں کھڑی تھی۔ اس نے اپنا فون نکالا تھا۔ اور شان کا نمبر ملایا۔

میری ڈگری برباد ہو گئی شان! ملک تراب علی نام کا گرہن میری"

زندگی کی سب سے بڑی خواہش مار گیا۔ تم نے کہا تھا اپنی خواہش مرنے

"مت دینا، لیکن اب کیا کروں میں؟ کیا اب بنین کو کوئی روک سکے گا؟

وہ شان سے سوال کرتی بنا اس کا جواب سنے فون بند کر گئی تھی۔ اسے

دو گھنٹے ملے تھے اور یہ دو گھنٹے اس نے ملک تراب علی کی بربادی کو دیئے

تھے۔اپنے آنسو صاف کرتی وہ ایک کے بعد ایک پوسٹ شوشل میڈیا پر ڈال رہی تھی۔اس کے موبائل میں ملک تراب کا لیا انٹریو بھی ریکارڈ تھا،اس نے وہ پوسٹ کر دیا تھا۔

" ! جنگ ہے تو پھر جنگ صحیح "

وہ ایک عزم سے بولتی یونی سے نکلتی چلی گئی۔پیچھے شوشل میڈیا فوراہی سرگرم ہو گیا تھا

****

"کہاں تھے اب تک ؟رات ہونے کو آئی ہے ؟"

شارق گھر لوٹا تو نوریہ بیگم نے اس کے ستے ہوئے چہرے کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"فرید کے ساتھ تھا۔"

اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر تھکے لہجے میں جواب دیا تھا۔

ہر وقت اس دوست کے ساتھ آوارہ گرد بنے رہتے ہو، آج گھر پر "
"ہوتے تو لمظ سے بھی مل لیتے۔

نوریہ بیگم نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

باسط آیا تھا، میں نے آپا سے کہا تھا اس بار لمظ آئے تو باسط سے کہنا "
"اسے یہاں لے کر آئے۔ وہ بچی بہت پیاری ہے۔

نوریہ بیگم نے مسکراتے ہوئے کہا تو شارق نے کوفت سے ماتھا مسلا۔

آپا! باسط کی شادی کرنا چاہتی ہے، اب تو نوکری والا ہو گیا ہے، پھر "
یہاں اکیلا رہتا تو آپا کہہ رہی تھیں اس کی شادی کر دیں گی تاکہ کوئی اس کا خیال رکھنے والی بھی ہو۔ شادی کی عمر تو تمہاری بھی ہے، ماشااللہ سے میرا بیٹا نوکری بھی کرنے لگا ہے۔ بس اب جلد از جلد میں لڑکی ڈھونڈ
"کر تیری بھی شادی کر دوں گی۔

ماں کی بات سن کر اس کا ماتھا مسلتا ہاتھ رکا تھا۔

"آپ کو لڑکی ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں ہے مجھے لمظ انصاری سے شادی کرنی ہے۔"

نوریہ بیگم نے حیرت سے شارق کا چہرہ دیکھا تھا۔

"لمظ؟ جازبہ کے دیور کی بیٹی؟"

انہوں نے تصدیق کرنا چاہی تھی آیا وہ اسی لمظ کی بات کر رہا ہے جو وہ سمجھ رہی تھیں۔ شارق نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"مگر وہ تو باسط کی۔۔۔۔۔"

مام! پلیز اگر اس بات میں آپ کو باسط سے کمپیریزن کرنا ہے تو رہنے دیں مجھے شادی ہی نہیں کرنی۔"

وہ یک دم بگڑتا ہوا بولا تھا۔

میں بس یہ کہہ رہی تھی کہ تم لمظ کو کہاں جانتے ہو۔ کبھی دیکھا تک نہیں، کبھی ملے نہیں اور اچانک سے اس سے شادی کا فیصلہ؟"

وہ کنفیوز تھیں اور پریشان بھی۔

"مجھے لمظ چاہیئے مام! باقی میں کچھ نہیں جانتا۔"

وہ ان کے سوال کو اگنور کرتا، اپنی بات کہہ کر اٹھ کر چلا گیا تھا مگر چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔

"آج تک تم نے مجھ سے سب چھینا ہے باسط! اب میں تمہیں ایسی چوٹ پہنچاؤں گا کہ تم کبھی میرے مد مقابل نہیں آسکو گے۔

وہ اپنی خود ساختہ نفرت میں جلتا یہ بھول گیا تھا کہ صبح وہ کسی سے محبت کا دعویٰ کر کر آیا تھا۔

****

"لمظ کی شادی شارق سے؟"

سفر کی تھکاوٹ اتری تو کمرے سے باہر آئی جہاں ایک محفل لگی ہوئی تھی۔ اپنے نام پر لمظ نے باسط کی جانب دیکھا تھا۔

"---نوریہ کہہ رہی تھی شارق کی خواہش ہے یہ۔وہ لمظ سے شادی" لمظ کو دیکھ کر وہ چپ ہوئی تو لمظ نے آگے بڑھ کر فروٹ باسکٹ سے سیب اٹھایا۔

"جب میری رضامندی لینی ہو تو مجھ تک آجائے گا، فلحال میں حوریہ کی خبر لینے جارہی ہوں۔"

سب کو پکا بکا چھوڑ کر وہ سیب کھاتی باہر کی جانب بڑھ گئی تھی۔جب باسط نے اس کے انداز پر مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔لمظ گھر سے نکلی تو اس کے ذہن میں شارق کے الفاظ گونجے۔

"میں گھما پھرا کر بات نہیں کروں گا، مجھے تم پسند ہو، شاید یہ محبت بھی ہو سکتی لیکن شاید کے چلتے میں اپنا نقصان نہیں کر سکتا۔میں تمہارے گھر اپنے امی کو بھیجنا چاہتا ہوں۔تم سوچنے کا وقت لے سکتی ہو۔اگلی

ملاقات میں مجھے اپنا جواب دے دینا۔جو کہ میں جانتا ہوں مثبت ہو گا۔"

"!ہی از ٹو فاسٹ"

وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔پھر حوریہ کے پورشن کا دروازہ بجانے لگی۔

****

یہ ایک کمرے کا منظر تھا، جہاں بیش قیمتی سامان فرش کی نظر ہو گیا تھا۔ہر چیز ٹوٹی بکھری پڑی تھی۔کمرے میں واحد ریوالونگ چیئر کی آواز گونج رہی تھی۔جب دروازہ کھول کر ایک وجود اندر داخل ہوا۔اس نے قدم اندر کی جانب بڑھائے تھے جب اس کے جوتے مختلف کاغذات پر آئے۔وہ رکا تھا۔

سالوں پہلے ایک کام ادھورا چھوڑ دیا تھا، آج زندگی میں پہلی بار ملک "

"تراب کو اس بات پر پچھتاوا ہو رہا ہے۔

ملک تراب نفرت بھرے لہجے میں بولے تو صمد نے نیچے جھک کر وہ

پیپرز اٹھائے۔

"------بنین مدثر رضا! ولدیت مدثر رضا! والدہ عطرت مدثر رضا"

اس نے نام پڑھ کر نا سمجھی کر ملک تراب کی جانب دیکھا تھا۔

یہ دونوں ارتسام کے دوست تھے، وہی دوست جنہوں نے اپنی ایک "

دوست کو ارتسام کے پیچھے لگایا۔ صرف ان کی وجہ سے ارتسام آج

"ہمارے ساتھ نہیں ہے۔

وہ سوچ سمجھ کر اگلی چال چل رہے تھے۔ صمد کے ماتھے پر شکنوں کا جال

مزید بڑھا تھا۔

مجھے اس لڑکی کے بارے میں معلوم کر کر دو صمد! مجھے لگتا ہے یہ"

"دونوں پھر سے کوئی چال رہے ہیں ہمارے خلاف۔

ملک تراب نے اگلا پتہ پھینکا تھا۔

آپ کا کام ہو جائے گا بڑے پاپا! لیکن اس سے پہلے مجھے اس لڑکی سے"

"کچھ حساب کتاب برابر کرنے ہیں۔

صمد دوٹوک انداز میں کہتا الٹے قدم لیتا وہاں سے چلا گیا تھا جب کہ ملک تراب کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے مسکرائے تھے۔

اگر جو میں سوچ رہا ہوں وہ سچ ہوا تو اس بار اپنی ہار کا بدلہ تم سب اپنی"

"موت سے چکاؤ گے۔

ظالم کی رسی دراز ہو تو وہ خود کو خدا سمجھنے لگتا ہے، یہ جانے بنا کہ جب اس کی رسی کھینچی جائے گی تو شاید اسے پلٹے کا بھی موقع نہ ملے۔ ملک تراب علی بھی انہیں ظالموں میں سے تھا۔ حاکمیت کا عنصر اس میں اتنا سرائیت

کر چکا تھا کہ وہ انسانوں کو کیڑے مکوڑے سمجھنے لگا تھا۔ ہدایت کے کئی موقعے آئے مگر ہر بار اس نے انسانیت پر حاکمیت کو چنا۔ اب یہ وقت بتانے والا تھا کہ اس کے ظلم کو ختم ہونا ہے یا ابھی اس کی رسی کھینچنے کا وقت نہیں آیا۔

****

اسے ہوش آیا تو اس نے خود کو ایک بند کمرے میں پایا۔ اندھیرے میں ڈوبا کمرہ، اس کے حواس لوٹانے کا سبب بنا تھا۔ صبح اس نے جو کیا تھا سب یک دم یاد آیا تھا۔ اسے فوراً ہی اپنی ماں باپ کی فکر ہوئی تھی۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی تو اس احساس ہوا کہ وہ فرش پر موجود ہے اور ہاتھ کسی لوہے کی چین سے بندھا ہے۔

"بزدلوں کی طرح پیٹھ پیچھے وار کرتے ہو، سامنے آؤ۔"

وہ وہیں بیٹھے چلائی تھی مگر اس وقت کوئی اس کی آواز سننے والا وہاں موجود نہ تھا۔اس کی نظروں کے سامنے بار بار اپنے ماں باپ کا چہرہ آرہا تھا۔

"اگر ان لوگوں نے انہیں نقصان پہنچایا تو۔تم نے یہ کیا کر دیا بنین؟"

اسے معاملے کی سنگینی کا احساس ہوا تو اس نے اپنا سر تھام لیا۔کیا ایک بار پھر ماں باپ کو کھونا آسان تھا۔اپنے قدم اس نے یہی سوچ کر تو پیچھے لئے تھے۔

"کیوں بنین! کیوں کر دیا یہ؟"

وہ روتی ہوئی اپنے سر پر مار رہی تھی۔اس وقت وہ کوئی ذہنی مریضہ لگ رہی تھی۔جب ایک روشن دان سے آتی روشنی کی لکیر نے اس کے پاؤں تک کا سفر کیا تھا۔اس نے رک کر اس روشنی کی کرن کو دیکھا تھا۔وہ لکیر اس کے پیچھے سے ہوتی کسی چیز پر پڑ رہی تھی اس نے مڑ کر

اس لکیر کو پیچھا کیا تھا۔ نظر ارتسام کے مسکراتے چہرے پر پڑی۔ایک احساس زیاں ڈوب کر ابھرا تھا۔وہ کھڑی ہوتی اس کی فوٹو کی جانب بڑھی تھی۔اپنے باپ کے مسکراتے چہرے پر ہاتھ پھیر کر وہ اس تصویر پر سر ٹکا کر ودی تھی۔

"!پاپا"

روتے روتے اس نے جیسے ہی پکارا تھا۔اس کی آوازیں سنتے صمد کے کان کھڑے ہوئے تھے۔وہ کچھ دیر پہلے ہی آیا تھا اور دروازے کے پاس کھڑا اپنا غصہ کنڑول کر رہا تھا مگر بنین کا پاپا پکارنا اسے اچنبے میں ڈال گیا تھا۔وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو بنین کو ارتسام کی تصویر کے ساتھ سر ٹکائے دیکھا۔اس نے آگے بڑھے ایک جھٹکے اسے تصویر سے ہٹایا تھا،وہ توازن برقرار نہ رکھتی فرش پر گری تھی۔سر زمین سے ٹکرایا تو درد کی ایک لہر سر میں دوڑ گئی۔

"تمہاری ہمت کیسی ہوئی میرے چاچو کو چھونے کی؟"

وہ اسکا بازو دبوچ کر اسے کھڑا کرتا ہوا بولا تھا۔

میرے پاپا کی تصویر کو چھونے کے لئے مجھے کسی کی اجازت کی"

"ضرورت نہیں ہے نہ ہی کسی سے ڈرنے سے۔

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی تھی۔چند لمحے پہلے وہ صمد کے ری ایکشن سے جان گئی تھی وہ ارتسام سے بہت لگاؤ رکھتا ہے، بس یہی سوچ کر وہ اسے سچ بتا گئی تھی۔

"!شٹ اپ"

وہ غصے سے دھاڑتا اسے دھکا دے کر دوبارہ فرش پر پٹخ چکا تھا۔صمد کا فون بجا تو وہ جو جھک کر اسے مزید کچھ کہنے والا تھا، فورا باہر کی جانب لپکا تھا۔دروازہ بند ہوتے ہی کمرہ ایک بار پھر اندھیرے میں ڈوب گیا

تھا۔ باہر لاؤنج میں بیٹھے صمد نے ہاتھ میں پکڑے پیپرز کو صدمے سے دیکھا تھا۔

میرے پاپا کی تصویر کو چھونے کے لئے مجھے کسی کی اجازت کی ضرورت نہیں ہے نہ ہی کسی سے ڈرنے سے۔"

بنین کی جملہ اس کے ذہن میں گونجا تھا۔اس نے شہادت کی انگلی سے اپنا ماتھا مسلا تھا۔ پھر اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھا۔لائٹس آن کرتے ہوئے اس نے آگے بڑھ کر بنین کے ہاتھ کھولے تھے۔ پھر جیسے آیا تھا ویسے ہی واپس چلا گیا تھا۔

****

بار بار دروازے بجانے پر بھی جب حوریہ نے دروازہ نہ کھولا تو اس نے مجبور ہوتے دوسرے دروازے پر دستک دی۔ جو چند پل بعد کھل گیا

تھا۔لمظ نے عروسہ کے اداس چہرے پر نظر ڈال کر اس کے پیچھے اندر قدم بڑھا دیئے تھے۔

"اتنی لاپرواہی؟اگر میں کوئی چورنی یا ڈاکورانی ہوتی تو؟پوچھ تاج کرنے کے بعد اندر آنے کا راستہ دیا جاتا ہے۔"

وہ اسے نصیحت کرتے ہوئے بولی تو عروسہ نے مڑ کر ایک نظر اسے دیکھا۔

"آگئی لمظ؟"

شاہدہ بیگم کی آواز پر لمظ کمرے سے نکلتی شاہدہ بیگم کی جانب متوجہ ہوئی۔

"دیکھا! میں نے کہا تھا لمظ ہی ہو گی۔"

شاہدہ بیگم مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

آپ کی پوتی بہت سڑو ہے، ہم اتنی پرانی دوست ہیں مگر یہ ایسے برتاؤ"
"کرتی ہے جیسے جانتی ہی نہ ہو۔

لمظ کے نروٹھے پن سے کہنے پر عروسہ نے شاہدہ بیگم کی جانب دیکھا۔

"بچپن میں جب تو یہاں آتی تھی اسی کے ساتھ کھیلا کرتی تھی۔"

شاہدہ بیگم کے انکشاف پر لمظ مسکرائی تھی جب کہ وہ مسکرا بھی نہ سکی تھی۔ وہ تیزی سے کمرے میں گم ہو گئی تھی۔

"یہ تب ایسی نہیں تھی، کوئی بات نہیں اب بھی ایسی نہیں رہے گی۔"

لمظ مسکرا کر کہتی اس کے پیچھے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔ عروسہ بیڈ کے کنارے بیٹھی گہری سوچ میں گم تھی۔ لمظ اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔

میری کمزوری رہی ہے کہ میں خود سے جڑے رشتوں کی تکلیف نہیں"
دیکھ پاتی، خواہ وہ رشتے چند پل کے ہی کیوں نہ ہوں یا پھر چند دنوں

کے۔تم سے میرا ساتھ چند دن کا ہوتا تھا لیکن وہ ساتھ بہت معنی رکھتا

"ہے۔ہم دوست بن سکتے ہیں اس بار پکے والے؟

لمظ نے اس کے سامنے ہتھیلی پھیلائی تو عروسہ نے اس کی جانب

دیکھا۔پھر یک دم اس کے گلے لگی تھی۔لمظ حیران ہوئی تھی مگر ساتھ

ساتھ پریشان بھی۔

"عروسہ!سب ٹھیک ہے۔"

وہ اس تسلی دے رہی تھی۔

ایک بار پھر مجھے جھوٹ سے بہلا دیا اس نے۔کیا میری ذات سچ میں"

"اتنی ارزاں ہے کہ وہ مجھ سے دور بھاگتا ہے؟

"محبت کرتی ہو اس سے؟"

لمظ نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

دوست ہے میرا وہ تب سے جب کسی نے میرا اعتبار نہیں کیا، جب"
سب نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا۔اب وہ بھی مجھے چھوڑنا چاہتا ہے۔وہ ایک
بار میں فیصلہ نہیں لے پا رہا، اسے کہو مجھ سے دور چلا جائے میں نہیں
آؤں گی اس کے پیچھے۔وہ میرا دوست ہے مجھے اس کی خوشی بہت عزیز
ہے۔"

وہ لمظ کے گلے لگی، اپنا غم غلط کر رہی تھی۔جبکہ اس کا رونا، اس کے الفاظ باہر کھڑے ہادی کے دل پر لگے تھے۔

میں اس کی برائی نہیں کروں گی، کیونکہ اس نے تمہارا ساتھ دیا تھا"
لیکن اب سے تم میری دوست ہو اور ہم بے اعتبار لوگوں کو دوست
نہیں بنائیں گے، جیسے کہ لڑکے۔ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا، یہ عجیب
"ہوتے ہیں، اور دروازے سے کان لگا کر باتیں بھی سنتے ہیں۔

لمظ کی بات پر ہادی سیدھا ہوا تھا اور نفی میں سر ہلاتا اندر داخل ہوا۔

"!تم بہت فضول بولتی ہو لمظ"

اس نے دوا کا شاپر ٹیبل پر رکھتے ہوئے کہا جبکہ لمظ نے کندھے اچکا دیئے تھے۔ عروسہ ہادی کے اندر آنے پر اس سے الگ ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

"جوان لڑکیوں کا گھر ہے یہاں ایک جوان مرد کا دندانا اچھی بات نہیں ہے۔"

ہادی جو اسے ہر بار نصیحت کرتا تھا اس بار لمظ کے نصیحت کرنے پر بری طرح چڑا تھا۔اس کے چڑنے پر لمظ مسکرائی۔وہ واپس مڑ گیا تھا۔

"اس دن کے لئے سوری! میں آپ کو گرانا نہیں چاہتی تھی۔"

عروسہ کے الفاظ پر رکا تھا۔وہ حیرت سے مڑا تھا آیا وہ اسی سے بات کر رہی تھی۔اس کی حیرانی لمظ نے بھی نوٹ کی تھی۔

"حوریہ کو جا کر جگا دیں،اس کے نشہ کر کر سونے کی عادت سے میں تنگ آ چکی ہوں۔"

عروسہ کو سر جھکائے بیٹھے دیکھ اور ہادی کو نا سمجھی سے اسے دیکھتے دیکھ کر اس نے کہا تو ہادی سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔

"اچھا چلو اٹھو! میں تمہیں اپنے ہاتھ کی چائے پلاتی ہوں۔"

وہ عروسہ کو زبردستی اپنے ساتھ کمرے سے باہر لے آئی تھی۔ عروسہ بنا کوئی احتجاج کیے اس کے ساتھ چل رہی تھی۔

****

وہ ملک تراب سے بات کرنے آیا تھا مگر یہاں آکر اس کا غصہ مزید بڑھ گیا تھا۔

"آپ جانتے تھے کہ وہ لڑکی کون ہے تو آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا مجھے؟ آپ پہلے بتا دیتے تو بات کبھی اتنا آگے نہ جاتی۔"

وہ اپنے باپ کے سامنے کھڑا تھا۔

ہمیں آج ہی معلوم ہوا ہے صمد! اگر پہلے معلوم ہوتا تو میری پوتی"
"حویلی میں ہوتی اس عورت کے پاس نہیں۔
اس کے سوال کا جواب ملک تراب علی نے دیا تھا۔
وہ چاچو کی بیٹی ہے اس وجہ سے اس کا گناہ معاف نہیں ہو سکتا ہے، اس"
"نے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے جس کی سزا اسے ضرور ملے گی۔
صمد نے بے لچک انداز میں کہا تو تراب علی کے دل میں سکون کی ایک لہر دوڑ گئی۔ وہ جو سمجھے تھے شاید ارتسام کا نام سن کر وہ نفرت بھلا دے گا، ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔
"تم اس سے نکاح کرو گے صمد! اسے حویلی لاؤ گے۔"
ملک تراب علی کی بات پر وہ ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔
"میں کسی صورت آپ کا یہ کام نہیں کروں گا؟"

صمد کا لہجہ بے لچک تھا لیکن احترام سے خالی نہ تھا۔ تراب علی نے ایک نظر دروازے پر کھڑے ملازم پر ڈالی تو وہ سر جھکائے ہوئے ہی وہاں سے چلا گیا۔

تو اب اپنے دادا کو انکار کرو گے صمد! یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ لڑکی" ہمارا خون ہے۔ ہمارے بیٹے کی نشانی؟ اسے حویلی لانے کے یہی کرنا پڑے گا ورنہ وہ اپنی مرضی سے کبھی نہیں آئے گی۔"

تراب علی نے دکھی لہجے میں کہا۔

وہ لڑکی آپ کے بارے میں زہر اگل چکی ہے بڑے پاپا! اگر وہ آپ" کی پوتی نہ ہوتی تو اس وقت کہیں نہ ہوتی۔"

نفرت چھلکاتا لہجہ تراب علی کے دل میں سکون بھر گیا تھا۔

یہ سب اس عورت نے کیا ہے بیٹا! اتنے سال اسے چھپا کر رکھا اور" ہمارے خلاف کر دیا۔ تم جاؤ گے اس کے پاس، اسے بتاؤ گے اس کے

اصل ماں باپ کے بارے میں ہمارے میں۔ ہماری پوتی یہاں چاہیئے

"!ہمیں صمد

تراب علی نے مصنوعی فکر اور محبت سے بولے تھے۔ صمد بنا کچھ بولے کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس کے جاتے ہی وہ مسکرائے تھے۔

"اگر سب الٹ ہو گیا ابا!؟"

اشفاق صاحب جو وہیں کھڑے تھے انہوں نے خدشہ ظاہر کیا۔

ہمارا پوتا ہے، ہمارا عکس ہے۔ نفرت کی آگ میں ہر چیز جلا دینے والا۔"

"وہ لڑکی حویلی میں ضرور آئے گی۔

کروفر سے ہنستے وہ اس وقت شیطان صفت انسان لگ رہے تھے۔

اس میں صرف آپ کا عکس نہیں ہے ابا! وہ ارتسام کی طرح باغی بھی"

"ہے اور اگر اسے سچ پتا چل گیا تو۔۔۔۔۔۔

اسے کبھی پتا نہیں چلے گا۔بنین اس حویلی میں آئے گی اور اس کا انجام"
" وہی ہو گا جو اس کی ماں کا ہوا تھا۔
ملک تراب علی نے آنکھوں میں نفرت سموئے کہا تھا۔اشفاق صاحب بھی ہنس دیئے تھے۔

****

"لمظ! مجھے بات کرنی ہے۔"
وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی جب باسط کی آواز سن کر رکی تھی۔پھر سر ہلاتی اس کے پاس آکر بیٹھ گئی۔
تم نے صبح سب باتیں سنی تھیں،شارق کے بھیجے گئے رشتے کا علم ہے"
"تمہیں۔
"تو آپ بڑے بزرگوں کی طرح میری رائے جاننے آئے ہیں۔"
لمظ نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

میں شارق کو جتنا جانتا ہوں لمظ! غصے کے علاوہ اس میں کوئی برائی"
نہیں ہے۔ مگر غصہ ہر برائی پر حاوی ہو جاتا ہے۔اس لئے تم سے جاننا
"چاہتا ہوں۔میری لئے میری بہن کی خوشی بہت اہم ہے۔
اس کے مان بھرے لہجے پر لمظ کی آنکھیں نم ہوئی تھیں۔
امو شنل تومت کریں۔آپ بھائی سے پہلے میرے دوست بھی ہیں"
"جو میرے ہر سکریٹ سے واقف ہے۔
لمظ نے آنکھ میں آیا آنسو صاف کرتے ہوئے کہا۔
"------میں یونی گئی تھی تو وہاں شارق سے ملاقات ہوئی تھی۔"
اس نے ساری بات باسط کو بتائی تو باسط نے پر سوچ انداز میں سر ہلایا۔
"تو شارق نے پہلے تم سے اجازت لی تھی رشتہ بھیجنے کی؟"
باسط نے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔
"میری اجازت کا انتظار کہاں کیا ہے اس نے۔"

لمظ نے منہ بگاڑتے کہا تو باسط نے مسکرا کر اس کے سر پر چپت لگائی۔

میں کل شارق سے بات کروں گا اگر وہ سچ میں تم سے محبت کرتا ہے تو"

"----میں

"اچھا! اب مجھے شرم آرہی ہے۔"

لمظ اٹھ کر اندر چلی گئی تھی جبکہ باسط نے مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔

"ویسے کسی اور بھی شادی کی بات ہو رہی تھی۔"

اس نے کمرے کے دروازے سے جھانکتے ہوئے کہا تو باسط نے اسے واپس اندر جانے کا اشارہ کیا۔ وہ ہنستی ہوئی کمرے میں چلی گئی۔ باسط اسکے جاتے ہی سنجیدہ ہو گیا ہے۔ وہ لمظ کے لئے پریشان تھا۔ شارق سے بات کر کر ہی شاید اس کی پریشانی دور ہو۔ یہی سوچتا وہ اپنا سامان لینے کمرے میں چلا گیا تھا۔ اسے واپسی کے لئے نکلنا تھا۔

صبح کا اجالا ہر سو پھیل چکا تھا۔ایسے میں ایک وجود اپنے کمرے میں اوندھے منہ لیٹا تکیہ اپنے سر پر رکھے پر خود کو سورج کی کرنوں سے بچا رہا تھا۔

"!اٹھ جاؤ مراد"

ماں کی آواز کانوں میں پڑی تو اس نے مزید تکیے پر دباؤ ڈالا تھا۔

ڈرامے بازی بند کرو مراد! ناشتہ بنا رہی ہوں میں جلدی باہر نکلو اس"

"کمرے سے۔

وہ اسے سخت لہجے میں کہہ کر کمرے سے نکل گئی تھیں۔دروازہ بند ہونے کی آواز سن کر مراد نے تکیہ ہٹا کر ذرا سا اونچا ہو کر دروازے کی سمت دیکھا۔ماں کے جانے کا یقین کر کر وہ واپس لیٹ گیا تھا۔

سب کو میں ہی ملتا ہوں سیکھانے کے لئے، مجھے تو چابی سے چلنے والا"
کھلونا سمجھ لیا ہے سب نے۔ ہر کام دوسروں سے پوچھ کر کرو۔ میری
"اپنی زندگی ہے کہ نہیں؟

وہ غصے سے بڑبڑا رہا تھا۔ پھر تکیہ پھینکتا اٹھ بیٹھا۔ اپنا موبائل اٹھا کر اس
نے چیک کیا۔ دو دن پہلے عروسہ کی لاسٹ کال دیکھ کر اس نے جھنجھلا
کر فون بیڈ پر پھینکا۔

"!تم نے بھی مجھے یاد کرنا چھوڑ دیا ہے عروسہ"

وہ دل ہی دل میں اس سے شکوہ کر رہا تھا۔

"مراد! اب تم باہر نہ آئے تو میرا جوتا اندر آئے گا۔"

ماں کی دھمکی بھری آواز اسے اندر تک سنائی دی تھی۔ وہ منہ بگاڑتا اٹھ
کر واش روم کی سمت بڑھ گیا تھا۔

"کیسی ہے عروسہ؟ "

وہ تیار ہو کر باہر آیا تو اس کے کانوں میں ماں کی آواز پڑی۔ عروسہ کا نام سن کر وہ جلدی سے ان کے پاس آیا تھا۔ مگر ان کا دھیان اس کی جانب نہ تھا۔

"چلو اچھا ہے اس نے نئی دوست بنالیں۔ لڑکیوں کی دوستی بھی رونق والی ہوتی ہے۔"

ماں کی بات سن کر مراد کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"ہاں! ہاں! مجھے بتایا ہے بھائی نے، تبھی تو اسے نکمے کو روکا ہوا ہے، ورنہ پرسوں ہی جا رہا تھا یہ عروسہ کے پاس۔"

ماں کی جانب شکوہ کناں نگاہوں سے دیکھتا وہ ناشتہ کرنے لگا۔ انداز ایسا تھا گویا زبردستی کی جا رہی ہو۔

"چلو خیال رکھنا اور عروسہ سے بات ہو تو میری طرف سے پوچھنا اسے۔"

الوداعی کلمات کہتے انہوں نے فون بند کیا تھا اور ساتھ ہی ایک چپت مراد کے سر پر لگائی تھی۔

"کل پورا دن کہاں غائب تھے؟"

وہ اب تفتیشی موڈ میں آچکی تھیں۔

"عروسہ سے ملنے نہیں گیا تھا اور نہ ہی اسے فون کیا ہے۔"

اس نے نوالہ منہ میں ڈالتے جواب دیا تو ایک مزید تھپڑ اسکے کندھے کی زینت بن چکا تھا۔

"اس کے بھلے کے لئے ہی منع کیا ہے میں نے۔سنا نہیں تھا منہاج بھائی کیا کہہ رہے تھے۔اسے پھر سے اٹیک شروع ہو رہے ہیں،اگر تم اس کے سامنے جاؤ گے تو وہ کبھی بھی سچ کا سامنا نہیں کرے گی۔تم اس کے خیال پر حقیقت کی مہر لگا دیتے ہو اسے سچا مان کر۔"

وہ ایک بار پھر اسے سمجھا رہی تھیں۔

"کہاتو ہے آپ کو نہیں جارہااس کے پیچھے۔"

وہ ناشتہ چھوڑ کر اٹھ کر چلا گیا تھا۔

دو جوتے بچپن میں مارے ہوتے تو اسے یاد رہتا ماں سے بد تمیزی"

"نہیں کرتے۔

وہ غصے سے بولی تھیں پھر سامان سمیٹنے لگی۔ برتن پٹھکنے سے ان کے غصے سے اندازہ ہو رہا تھا۔

"!ہائے جگر"

سانول نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کہا، انداز پر جوش سا تھا۔ وہ غصے میں قریبی پارک میں آکر بیٹھ گیا تھا، سانول نے اسے یہاں آتے دیکھا تو خود بھی اس کے پیچھے آگیا تھا۔

"! مجھے اکیلا رہنا ہے پلیز"

مراد نے کوفت زدہ ہوتے کہا۔

تجھے ہو کیا گیا ہے؟ کل بھی تو غائب تھا۔ نوشی بھی تیرا پوچھ رہی"
"تھی۔

"!بھاڑ میں گئی نوشی"

وہ غصے سے بولتا کھڑا ہوا تو سانول نے اسے کندھے سے پکڑ کر واپس
بیٹھایا۔

"کیا ہوا ہے تجھے؟ کوئی بات پریشان کر رہی ہے؟"
اس نے فکر مندی سے پوچھا تو مراد نے ایک گہری سانس لی۔
یار مجھے عروسہ کی فکر ہو رہی ہے، انکل بتا رہے تھے وہ ہاسپٹل میں"
"رہی ہے ساری رات۔

اس نے سر جھکائے بتایا تو سانول نے پیچھے ہوتے بینچ سے ٹیک لگائی۔
دیکھ مراد! تو نے کہا تھا تجھے عروسہ سے جان چھڑانی ہے، وہ تنگ آ گیا"
"----ہے اس کی دھونس جمانے کی عادت سے پھر

"——وہ دوست ہے میری یار! ہو گیا تھا اس وقت تنگ مگر اب"

وہ جھنجھلا کر اپنا سر تھام گیا تھا۔

"وہ بالکل ہی بدل گئی ہے یار! ہر وقت چپ رہتی تھی، اس کی آنکھوں میں شکایت تھی میرے لئے۔"

"اس نے اس دن تیری اور نوشی کی باتیں سن لی تھیں جب تو عروسہ سے بے زاری ظاہر کر رہا تھا۔"

سانول کے انکشاف پر مراد نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا۔

"یہ کیا ہو گیا؟"

وہ الٹے قدم لیتا پارک کے خارجی راستے کی جانب بھاگا تھا۔ سانول اسے پکارتا رہ گیا تھا۔

****

"اپنا ڈوپٹہ اوڑھو، کچھ دیر میں ہمارا نکاح ہے۔"

دروازہ کھول کر صمد اندر آیا تھا، بنین سیدھی ہو کر بیٹھی تو صمد کی سنجیدہ آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔

" ! مجھے میرے گھر جانا ہے مسٹر صمد"

بنین نے خود کو نارمل رکھنے کی کوشش کی تھی۔سارا دن کی بھوک پیاس کے بعد اس سے بولنا محال ہو رہا تھا۔ مگر صمد پر ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

تمہیں تمہارے گھر ہی لے جانا ہے اس لئے یہ زہر کا گھونٹ بھرنا پڑ"

"رہا ہے کیوں کہ میں اپنے بڑے پاپا کی کوئی بات نہیں ٹال سکتا۔

وہ دو قدم آگے بڑھ کر اسکے کچھ فاصلے پر رک کر بولا تھا۔

وہ انسان جو حیوان کو مات دے چکا ہے اس کے لئے اتنی عزت؟ واہ"

"!مسٹر صمد

وہ نقاہت زدہ لہجے میں بولی تھی مگر اپنی نفرت کو چھپا نہیں پائی تھی۔ صمد نے ایک جھٹکے سے اس کا بازو پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا تھا۔

مجھے مجبور مت کرو کہ تمہاری اس زہر اگلتی زبان کو میں اکھاڑ "

پھینکوں۔ نکاح خواں آرہا ہے چپ چاپ حامی بھر دینا ورنہ تمہارے وہ

"دھوکے باز، ماں باپ آج اپنے اصل ٹھکانے پر پہنچ جائیں گے۔

آنکھوں میں نفرت لئے وہ اسے دھمکا رہا تھا۔ بنین کے چہرے کے تاثرات ماں باپ کے ذکر پر بدلے تھے۔ اسے ڈرتے دیکھ کر صمد کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ ابھری تھی۔

مجھے ایک بار یتیم کر کر تم لوگوں کو سکون نہیں ملا جو مجھ سے میری "

"زندگی کے سہارے چھیننا چاہتے ہو پھر سے؟

وہ ہمت جمع کرتی پوری قوت سے اسے پیچھے دھکیلتی چلائی تھی۔

تمہیں یتیم کرنے والے جو لوگ بھی ہیں انہیں بہت جلد سزا ملے گی"

"مگر فلحال جو تم کر چکی ہے اس کی سزا کا وقت ہے۔

وہ چبا چبا کر لفظ ادا کرتا واپس مڑا تھا۔

یا در کھنا نہ کی صورت میں تم گھر واپس تو نہیں جا سکو گی مگر انہیں"

"ضرور کھو دو گی۔

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔ بنین بیڈ پر گرنے کے انداز میں بیٹھی تھی۔ چہرہ سپاٹ ہو چکا تھا۔ کچھ دیر بعد صمد واپس اندر آیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر بنین کے ڈوپٹے سے اس کے چہرہ پر گھونگٹ ڈالا تھا۔ پھر اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔ دو لوگ نکاح خواں کے ساتھ اندر آئے تھے۔

بنین ارتسام ملک، ولد ارتسام ملک آپ کا نکاح، عبدالصمد ولد اشفاق"

"ملک سے باوعوض پچاس لاکھ حق مہر کیا جا رہا ہے آپ کو قبول ہے؟

نکاح خواں کے جملے پر صمد نے اپنی مٹھیاں بند کی تھیں۔جب کے بنین کی آنکھ سے آنسو نکل کر اس کی ہتھیلی پر گرا تھا۔

"! باپ کا نام ملا تو کیسے ملا ہے بنین"

وہ دل ہی دل میں خود سے مخاطب تھی جب صمد نے اس کا ہاز و پکڑ کر اس پر دباؤ بڑھایا تھا۔ نکاح خواں نے اپنا جملہ دہرایا تو بنین نے ایک نظر صمد کو دیکھ کر حامی بھر دی تھی۔

قبولیت کی سند ملتے ہی صمد سے پوچھا گیا تھا۔اس نے خود پر جبر کرتے قبول ہے کہا تھا۔ نکاح کا مرحلہ پورے ہوتے ہی اس نے نکاح خواں کے ہاتھ سے رجسٹر لے کر نکاح نامے کی تینوں کاپیاں نکال لی تھیں ۔دونوں آدمی نکاح خواں کو ساتھ لے گئے تھے۔وہ بنین کی جانب مڑا اسے ساکت بیٹھے دیکھ کر اس نے الماری کی جانب قدم بڑھائے۔لا کر

کے بٹن پر یس کر کر اس نے نکاح نامہ اندر رکھا تھا۔الماری بند کر کر وہ بنین کے پاس آیا۔

"---ہمارے اس نکاح کا ثبوت صرف میرے پاس ہے،"

"!ولی کے بنا نکاح باطل ہوتا ہے مسٹر صمد"

بنین نے بنا سر اٹھائے کہا تو صمد ہنسا تھا۔

چاچو کے بعد تمہارے ولی میرے بڑے پاپا ہیں،اور ان کی اجازت" سے یہ نکاح ہو چکا ہے۔اب تم یہ سوچو کہ تم نے جو گند پھیلایا ہے اسے سمیٹنا کیسے ہے؟ یہ رہا تمہارا فون۔ تم خود معافی نامہ پوسٹ کرو گی ۔میرے بڑے پاپا کا نام کلیئر کرو گی۔ورنہ ساری زندگی میرے نام کی "غلامی میں رہو گی۔

وہ تمسخرانہ انداز میں بول رہا تھا جبکہ اب بنین کا سر چکرانے لگا تھا۔

"ایک گھنٹے تک واپس آرہا ہوں،تب تک یہ کام کر لینا۔"

اس بار اس نے دروازہ لاک نہیں کیا تھا مگر اپارٹمنٹ کو لاک کر گیا تھا۔بنین بامشکل چلتی کمرے سے باہر آئی تھی۔اس نے ارد گرد کچن کی تلاش میں دوڑائی تو بائی جانب اسے کچن نظر آیا تھا۔وہ خود کو سنبھالتی کچن تک آئی تھی۔فریج سے پانی نکال کر پینے کے بعد اس نے وہیں رکھی کرسی پر بیٹھ کر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگالی۔

دماغ اس وقت مختلف سوچوں کا گہوارہ بنا ہوا تھا۔پھر ایک فیصلہ کرتے اس نے اپنا موبائل سامنے کیا تھا۔

****

جی آنٹی! میں پتہ کروا رہا ہوں۔آپ ٹینشن مت لیں بنین مل جائے" گی۔"

تیزی سے لیپ ٹاپ پر کچھ سرچ کرتا وہ فون پر عطرت بیگم سے بات کر رہا تھا۔

"ہادی! تم جا کر ملک تراب کے پاس چیک کرو، اسی نے کچھ کیا ہے"

"میری بچی کے ساتھ۔

وہ روتے ہوئے بولی تو ہادی نے آنکھیں بند کر کر کھولیں۔

"ان پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہے آنٹی! ہم نے کچھ بھی ظاہر کیا تو وہ لوگ بنین کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ آپ کچھ دیر رک جائیں میں اسے ڈھونڈ رہا ہوں۔"

اس نے بنین کے نمبر سے کال آتی دیکھ کر جلدی سے کال بند کی تھی اور بنین کی کال اٹھائی تھی۔

"کہاں ہو تم بنین! سب کتنا پریشان ہیں؟ اور کیا کرتی پھر رہی ہو تم؟"

اس نے ایک ساتھ کئی سوال کر ڈالے تھے۔

"مجھے تمہاری مدد چاہیئے ہادی!"

اس کا انداز ہادی کو ٹھٹھکنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"میں آرہا ہوں وہاں۔"

اس کی پوری بات سن کر ہادی نے عجلت میں لیپ ٹاپ بند کر کر قدم باہر کی جانب بڑھا دیئے تھے۔وہ موبائل پر کچھ سرچ کرتا آگے بڑھ رہا تھا جب اچانک سامنے سے آتی عروسہ سے ٹکرایا تھا۔اس نے فوراً ہاتھ بڑھا کر اسے گرنے سے بچایا تھا۔

"!سوری"

عروسہ کے گھورنے پر اس نے جلدی سے معذرت کی تھی اور اس کے پاس سے گزر کر سیڑھیاں اتر گیا تھا۔

"تم یہاں کیوں کھڑی ہو؟اندر آجاؤ۔"

حوریہ نے اسے وہیں کھڑے دیکھ کر کہا۔

انہیں اگنور کرو۔پولیس کی نوکری ایسی ہی ہوتی ہے۔تم نے سنا ہی ہو" "گا، قانون اندھا ہوتا ہے۔

حوریہ نے ہنستے ہوئے کہاتو عروسہ بھی دھیماسا مسکرادی تھی۔

"چلوآجاؤ!لمظ بھی آنے والی ہو گی۔"

وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کمرے میں لے آئی تھی۔کل کا دن ان کے ساتھ گزار کر عروسہ کچھ حد تک ان کے ساتھ گھل مل گئی تھی۔اب بھی اسے اکیلے پن سے خوف آیاتو حوریہ کے پاس چلی آئی تھی۔

****

"تم دونوں یہاں بیٹھی ہو؟ "

لمظ سوال کرتی ہانپتی ہوئی ان کے برابر میں ٹک گئی تھی۔سر اس نے عروسہ کے کندھے پر رکھ لیا تھا۔جسے نامحسوس انداز میں وہ ہٹانے کی کوشش کر رہی تھی۔لمظ نے اسے انکمفرٹیبل دیکھا تو خود ہی پیچھے ہو کر بیڈ پر گر گئی۔

"تم یونی سے سیدھا یہیں آرہی ہو؟"

حوریہ اٹھ کر اس کے لئے پانی لینے چلی گئی تھی واپس آکر اس کی جانب گلاس بڑھاتی ہوئی بولی۔

آج یونی میں بہت بڑا ہنگامہ ہو رہا تھا اس لئے مجھے آنے میں دیر ہو"
"گئی۔

اس نے پانی کا گھونٹ حلق سے نیچے اتارنے کے بعد کہا۔

"کیسا ہنگامہ؟"

حوریہ نے پوچھا جبکہ اس دوران عروسہ خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔

یونی کی ایک لڑکی نے کافی بولڈ اسٹیپ لیا ہے، اس نے بہت سی"
"سیکریٹ انفارمیشن وائرل کر دیں۔ مجھے نہیں لگتا کہ اب وہ بچے گی۔

لمظ نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے افسوس سے کہا تو عروسہ کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی تم کیا کہہ رہی ہو؟"

پہلے اس لڑکی نے کہا کہ اس کا تھیسیز چرایا گیا ہے؟ پھر اس نے اس" سیاست دان کے خلاف مختلف پوسٹ لگادیں۔اب سب سے اس لڑکی کے بارے میں سوال جواب پوچھے جارہے تھے، میڈیا تک وہاں جمع تھی۔وہ ٹارگٹ بن گئی ہے۔"

لمظ کے لہجے میں دکھ تھا۔

"کس سیاست دان کے خلاف اس نے آواز اٹھائی ہے؟"

حوریہ نے پوچھا تو عروسہ اپنے ہاتھ مسلنے لگی۔

"!ملک تراب علی"

لمظ نے اٹھ کر گلاس ٹیبل پر رکھتے ہوئے جواب دیا۔

"اور لڑکی کون ہے؟"

حوریہ نے لمظ کے پیچھے آتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی بنین ہے،لاسٹ سمیسٹر کی۔"

عروسہ کی حالت خراب ہوتے دیکھ لمظ حوریہ کو ہٹاتی اسکے پاس آئی تھی۔

"کالم ڈاؤن عروسہ! سب ٹھیک ہے۔"

اس نے اسکے ہاتھ سہلانا شروع کئے۔

"وہ اسے ماردیں گے؟"

عروسہ نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تو لمظ کے دماغ میں کلک ہوا۔اس نے فورا نفی میں سر ہلایا۔

"معمولی سی بات ہے عروسہ! وہ اسے کچھ نہیں کہیں گے۔"

وہ نرمی سے بولتی اسے سمجھانے لگی۔

"وہ ماردیں گے اسے جیسے اسے ماردیا تھا۔"

وہ خود ہی بڑبڑائی تھی۔لمظ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا تھا۔

اس کی دماغی حالت کچھ سال پہلے بہت خراب ہوئی تھی۔یہ کہانی بن"
"لیتی تھی پھر اس کا اثر لیتی تھی۔

منہاج صاحب کی بات اس کے ذہن میں گونجی تھی۔

اتنی بڑی بات نہیں ہے،ایسے بیان تو آئے روز سوشل میڈیا پر آتے"
رہتے ہیں،اب کیا وہ سب کو مار دیں گے۔ریلیکس یار! کسی کی جان لینا
"آسان نہیں ہوتا۔

لمظ نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا۔

"مجھے جانا ہے۔"

وہ لمظ کا ہاتھ ہٹا کر بھاگ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔

"لمظ! وہ اسے کچھ نہیں کریں گے ناں؟"

حوریہ نے پریشانی سے پوچھا۔

تم تو اوورری ایکٹ کرنا بند کرو۔ میڈیا اس بات کو زیادہ اچھال رہا ہے"
ورنہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔آج ہی سب بند بھی ہو جائے گا
"، جانتی نہیں ہو تم ان اثر وسوخ والے لوگوں کو۔
لمظ کے لہجے میں اپنے سسٹم کے لئے بے زاری تھی۔
"___لیکن پھر بھی"
"!کچھ نہیں ہو گا میری ماں"
لمظ نے اس کے سامنے ہاتھ جوڑے تھے۔وہ ناچاہتے ہوئے بھی اس
کے انداز پر مسکرادی تھی۔
"اچھا! سب چھوڑو یہ بتاؤ شادی کب کروا رہی ہو؟"
حوریہ نے لمظ کو سر دباتے دیکھ کر نارمل ہو کر پوچھا تھا۔
"اپنی خیر مناؤ، میری شادی کی فکر مت کرو۔"
"کیا مطلب؟"

حوریہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"مطلب یہ کہ پھوپھو کو بھی شوق ہو رہا ہے اپنے بیٹے بیاہنے کا، اور ان کا پہلی پسند ایک گیند ہے۔"

اس نے حوریہ کے صحت مند ہونے پر چوٹ کی تو حوریہ نے تکیہ اٹھا کر اسے مارا۔

"بدتمیز کہیں کی۔"

وہ مسلسل اسے مار رہی تھی جب کہ لمظ ہنس رہی تھی۔

"اچھا! اب ذرا ہاتھ روکو۔ مجھے عروسہ کے پاس جانا ہے۔"

وہ یک دم سنجیدہ ہوئی تھی۔

"مجھے شادی نہیں کرنی ہے لمظ!"

وہ جانے لگی تو حوریہ ممنائی تھی۔

"شادی نہی کر رہے نکمے لڑکے کو لڑکی آج کل کوئی نہیں دیتا۔"

وہ ہنس کر بولی تو حوریہ بھی ہنس دی تھی۔

****

وہ اس وقت کیفے میں بیٹھے تھے۔ باسط کے بلانے پر شارق اس سے ملنے آگیا تھا۔ وہ جانتا تھا باسط اسے ضرور بلائے گا۔ اس لئے اسکے تاثرات دیکھنے آگیا تھا۔

"کیا بات کرنی ہے تمہیں؟"

وہ اکڑ کر اس کے سامنے بیٹھتا بولا تو باسط آگے ہوا۔

مجھے لمظ کے بارے میں بات کرنی ہے؟ دیکھو شارق! میں تمہیں اچھے "

"---سے جانتا ہوں اس لئے

"تمہیں اس شادی پر اعتراض کیوں ہو رہا ہے؟"

شارق اس کی بات کاٹتا ہوا بولا تو باسط نے گہری سانس لی۔

کیونکہ میں تمہاری نیچر سے واقف ہوں۔لمظ مجھے بہت عزیز"
ہے شارق ! میں بالکل نہیں چاہوں گا اس کی زندگی میں کوئی دکھ
آئے۔"

"گھما پھرا کر بات کیوں کر رہے ہو؟جو دل میں ہے وہ کہو ناں؟"
شارق نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا تو باسط نے نفی میں سر ہلایا۔
میں تمہاری رائے جاننا آیا ہوں شارق ! تم کیوں لمظ سے شادی کرنا"
چاہتے ہو؟ جہاں تک مجھے یاد ہے تمہیں مجھ سے جڑے ہر رشتے سے
" نفرت ہے۔

باسط نے اس کے الفاظ دہرائے تھے جو کبھی اس نے اس کے سامنے
استعمال کیے تھے۔جب کہ باسط کے چہرے پر بے بسی دیکھ کر وہ دل ہی
دل میں خوش ہوا تھا۔

اپنی محبت بچانا چاہتے ہو، مگر میرا نام شارق حیدر ہے، تم سے سب "
"چھین لوں گا۔

وہ باسط کی جانب دیکھتا دل ہی دل میں بولا تھا۔

"!!شارق"

باسط نے اس کا نام لیا تو اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔

مجھے لمظ سے محبت ہے اور مزید وضاحت میں تمہیں دینا نہیں "
چاہتا۔اب تم وہی کرو گے جو ہمیشہ کرتے آئے ہو، مجھ سے میری خوشی
"چھیننا۔

اس نے طنز کیا تو باسط نے نفی میں سر ہلاتے اسے کچھ کہنا چاہا مگر وہ بنا سنے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔ باسط نے اپنا سر تھام لیا تھا۔

"میں کیسے سمجھاؤں تمہیں شارق! کچھ نہیں چھینا میں نے تم سے۔"

وہ بے بسی سے بولا تھا۔ پھر ایک فیصلہ کرتا کھڑا ہوا تھا۔

****

اپارٹمنٹ کالاک کھول کر جیسے ہی اس نے اندر قدم رکھا تھا آس پاس بکھری چیزوں نے اس کے ماتھے پر بل ڈالے تھے۔وہ تیزی سے قدم اٹھاتا،ارتسام کے کمرے میں آیا تھا جہاں کی ہر چیز ٹوٹی ہوئی تھی۔اس کے نسیں غصے سے پھول گئی تھیں۔اس نے بنین کی تلاش میں نظر دوڑائی تو وہ اسے کمرے میں داخل ہوتی دیکھائی دی۔وہ ایک جھٹکے سے اسے سامنے کرتا اس پر ہاتھ اٹھا گیا تھا۔تھپڑ کی گونج پورے کمرے میں سنائی دی تھی۔وہ اوندھے منہ فرش پر گری تھی۔ڈوپٹہ فرش پر گر گیا تھا،بنین نے اپنے گال پر ہاتھ رکھ کر صمد کی جانب دیکھا تھا۔ہونٹ کا کنارہ پھٹ گیا تھا،جس سے رستا خون اس کی آنکھوں میں آنسو لے آیا تھا۔مگر وہ خود کو مضبوط بناتی اٹھی تھی۔

تم لوگوں میں بالکل غیرت نہیں ہوتی، عورت پر ہاتھ اٹھا کر اپنی "
"تسکین حاصل کرتے ہو؟

بنین نے غصے اور نفرت سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

تم جیسی عورتیں مجبور کرتی ہیں ہاتھ اٹھانے پر۔ تمہاری ہمت کیسے "
"ہوئی یہ سب کرنے کی؟

وہ اسکا بازو جھنجھوڑتا ہوا بولا تو بنین نے پوری طاقت سے اسے پیچھے دھکیلا۔

جیسے تم نے ہمت کی میرے ماں باپ کو مارنے کی دھمکی دینے کی۔"
جیسے تمہارے باپ نے ہمت کی میرے سر سے میری جنت چھیننے
"کی۔ جیسے تمہارے دادا نے ہمت کی میرے باپ کو مارنے کی۔

وہ چاہ کر بھی اپنے آنسو روک نہیں پائی تھی۔ جب کہ اس بار صمد نے مٹھیاں بھینچ کر خود کو اس پر ہاتھ اٹھانے سے روکا تھا۔

اپنی اس نفرت میں تم نے بہت غلط قدم اٹھالیا ہے بنین ! جس کی سزا"
"اب تمہیں ساری زندگی کاٹنی ہو گی۔

وہ کہہ کر قدم دروازے کی سمت بڑھا گیا تھا، وہ جانتا تھا اگر رکتا تو اپنا ضبط کھو دیتا۔

"! مجھے نفرت نہیں ہے تم سے صمد"
بنین کی آواز پر وہ رکا تھا۔
نفرت میں بھی سامنے والے کو اہمیت مل جاتی ہے مگر تم اور تمہارے"
"خاندان کی میری نظر میں ذرا برابر بھی اہمیت نہیں ہے۔
ہونٹ کے کنارے سے نکلتا خون صاف کر کر وہ طنزیہ بولی تھی۔ صمد مٹھیاں بھینچتا اس کی جانب مڑا تھا۔

تمہاری اسی زبان کو کاٹنے کے لیے تم سے نکاح کیا ہے بنین ! ورنہ اور "
بھی طریقے تھے تمہاری اس زبان کو بند کرنے کے، مگر شاید تم ایسے
"نہیں مانو گی۔

اسے بالوں سے جکڑتا وہ غصے سے ایک ایک لفظ چبا کر بولا تھا۔

"! کونسا نکاح مسٹر عبدالصمد"

بنین کے سوال سے زیادہ اس کی پر اعتمادی نے صمد کو حیران کیا تھا۔

"کہاں سے لاؤ گے ثبوت نکاح کا؟ کیسے ثابت کرو گے مجھے اپنی بیوی؟"

اپنے بال چھڑواتی وہ طنزیہ بولی تو صمد نے دھکا مار کر اسے راستے سے
ہٹایا۔ الماری میں لگی چابی دیکھ کر اس نے جلدی سے الماری کھولی۔ کوڈ
لگا کر لاکر کھولا تو اندر راکھ رکھی تھی۔ وہ غصے سے اس کی جانب پلٹا تھا،
تبھی دروازے پر بیل ہوئی تھی۔

" ! یہ راکھ تمہارے ارادوں کی راکھ تھی مسٹر صمد"

زمین پر پڑا اپنا ڈوپٹہ اٹھا کر وہ دروازے کی سمت بڑھی تھی۔

صمد نے اسے بازو سے پکڑ کر واپس کھینچا تھا۔ایک کی آنکھوں میں نفرت تھی تو دوسرے کی آنکھیں مذاق اڑاتی معلوم ہو رہی تھی۔

تمہارا پورا خاندان حساب دے گا صمد! یہ لڑائی نفرت کی نہیں انصاف "کی ہو گی۔"

پوری طاقت سے اسے پیچھے دھکیلتی وہ بولی تھی۔صمد نے گن نکال کر اس پر تانی تھی۔

" کہا تھا ناں اور طریقے بھی ہیں تمہاری زبان بند کرنے کے۔"

گن لوڈ کرتا وہ تمسخرانہ انداز میں بولا تھا۔

باہر پولیس اور میڈیا موجود ہے مسٹر صمد! پولیس کے سامنے تمہاری" کوئی بھی حرکت تمہارے بڑے پاپا کے حق میں کتنی بری ثابت ہو سکتی "ہے یہ تم باخوبی جانتے ہو۔

بنین نے نڈر ہو کر جواب دیا تو صمد نے ٹریگر دبا دیا تھا۔بنین نے ڈر کر آنکھیں بند کی تھیں۔گولی دیوار پر لگی تھی۔

"اڑ لو جتنا اڑنا ہے، بہت جلد تمہارے پر کٹنے والے ہیں۔ "

صمد نفرت سے بولا تو بنین طنزیہ مسکراتی دروازہ پار کر گئی تھی۔اپارٹمنٹ سے باہر نکل کر اس نے ہادی کی جانب دیکھا تھا جو پریشان کھڑا تھا۔

"بنین! یہ سب؟"

اسکی حالت دیکھ کر ہادی غصے سے اندر جانے لگا تو بنین نے اس کا راستہ روکا۔

"مجھے بھوک لگی ہے۔"

وہ معصومیت سے بولی تو ہادی نے ہاتھ میں پکڑے شاپر سے جلدی سے شال نکال اسے اوڑھائی۔

شان واپس آرہا ہے، انکل آنٹی بہت پریشان ہیں۔ تم نے اپنی اس"

"بہادری سے بہت بڑے خطرے کو دعوت دے دی ہے۔

وہ اسے ساتھ لے جاتا ہوا بول رہا تھا۔ بنین نے میڈیا کے بارے میں جھوٹ بولا تھا۔ لیکن کچھ دیر بعد میڈیا کے لوگ ضرور آجاتے۔ لیکن اس کا ارادہ یہ قدم اٹھانے کا نہ تھا۔ وہ جانتی تھی کہ سچ جھوٹ کی ملاوٹ کرنے والے کب اس کے سچ کو جھوٹ بنادیں گے اسے بھی پتا نہیں چلے گا۔ اس لئے اس نے دوسرا راستہ اپنایا تھا۔

تم شان کے دوست ہو اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے تم میرا احسان"

"بھلا دو۔ میں خون شریک بہن ہوں تمہاری۔

برگر سے انصاف کرتی وہ نارمل لہجے میں بولی تو ہادی نے سر تاسف سے ہلایا۔

تمہاری ایک بوتل خون کے خون کے بدلے بہت خون بہا چکا ہوں"

"میں اپنا۔

ہادی نے طنزیہ کہتے جوابی وار کیا تو بنین ہنسی تھی۔

"شان پہنچ گیا ہے۔"

موبائل میں میسج دیکھتے ہادی نے کہا تو بنین کے گلے میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی تھی۔

"!اسے کچھ مت بتانا ہادی"

بنین نے منت بھرے لہجے میں کہا۔

"اسے بتائے بنا تم جان چھڑا لو گی اس سے اپنی؟"

اس کا اشارہ نکاح کی جانب تھا۔

مجھے ہیں معلوم! بس ایک دفعہ ماما پاپا اور شان یہاں سے چلے جائیں تو"

"مجھے کوئی فکر نہیں کہ کچھ بھی ہو جائے۔

وہ بے تاثر لہجے میں بولی تھی۔

تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔میں سارے ثبوت جمع کر رہا ہوں"

"۔بہت جلد کیس ری اوپن ہو گا۔

ہادی نے اسے بتا کر بل پے کیا اور اسے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔بنین گم سم سی اس کے پیچھے چل رہی تھی۔عطرت اور مدثر صاحب سے زیادہ اسے شان کے ری ایکشن کی فکر ہو رہی تھی۔

****

"کیا ہو گیا ہے مما!ٹرپ جا رہا ہے یونی کا،مجھے بھی جانا ہے۔ "

وہ اپنا سامان پیک کرتا بولا۔

"دیکھو مراد!کوئی الٹی سیدھی حرکت مت کرنا۔"

وہ اسے دھمکاتے ہوئے بولی تھیں۔

"کیا مطلب الٹی سیدھی؟میں کیا بس کے پیچھے لٹک کر جانے والا تھا؟"

مراد کی بات پر نجمہ بیگم نے اس کی کمر میں تھپڑ لگایا تھا۔

"!مجھ سے جھوٹ مت بولنا ورنہ"

وہ پھر سے بولی تو اس نے ان کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

"بس کر دیں مما! کبھی تو مجھے خوش رہنے دیں۔"

وہ بے زار گی سے بولا تو نجمہ بیگم نے اسے غصے سے گھورتی وہاں سے چلی گئی تھی۔

"!میں آرہا ہوں تمہارے پاس عروسہ"

وہ ان کے جانے بعد دل میں عروسہ سے بولا تھا۔

"!سوری فار ایوری تھنگ"

وہ شرمندگی سے بول رہا تھا۔

****

شام کے وقت وہ گھر میں داخل ہوا تو ماں کی خوش باش آواز سن کر اسی طرف کا رخ کر گیا۔

"ارے نہیں بیٹا! اتنا تکلف مت کرنا، بس خود ہی ملنے آجانا مجھ سے۔"

وہ محبت بھرے لہجے میں بات کر رہی تھیں۔ شارق نے حیرت سے ان کی جانب دیکھا تھا۔ جبکہ وہ اسے دیکھ کر مسکراہٹ دبا گئی تھیں۔

"ارے لمظ بیٹا! آپا سے کہنا وہ بھی آجائیں اس بار لاہور۔"

لمظ کے نام پر وہ جاتا جاتا رکا تھا۔ اس نے مڑ کر اپنی ماں کی جانب دیکھا پھر انہیں مسکراتے دیکھ کر آگے بڑھ کر ان سے فون چھین لیا تھا۔

"!شارق!----شارق--شار"

وہ اسے پکارتی رہ گئی تھیں مگر وہ تیزی سے کمرے میں بند ہو گیا تھا۔ جبکہ دوسری جانب موجود لمظ نا سمجھی سے فون کو دیکھ رہی تھی۔

"!!لمظ"

اپنے نام سن کر اس نے فون کان سے لگایا۔

"کون؟"

گھمبیر سنجیدہ آواز پر اس نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

"شارق بات کر رہا ہوں۔"

اس نے اتنی ہی سنجیدگی سے جواب دیا تھا۔

"کہیئے؟"

لمظ نے بھی اس بار سنجیدہ لہجہ کر لیا تھا۔

"کیا آپ کو شادی سے اعتراض ہے؟"

"کیا مطلب؟"

لمظ نے فون کان ہٹا کر دیکھا تھا گویا اس میں سے شارق نظر آجائے گا شاید۔

مطلب !اگر آپ کو اعتراض ہے مجھے بتائیں کیا اعتراض ہے ؟مجھ میں "

"کوئی برائی ہے جو آپ انکار کر رہی ہیں ؟

شارق کے سوال پر لمظ نے تاسف سے سر ہلایا۔

"آپ کو کس نے کہا کہ میں انکار کر رہی ہوں ؟"

اس نے سوال کیا تو شارق مسکرایا۔

" باسط نے۔"

وہ شاطر انداز میں مسکرایا۔

میری زندگی میں باسط بھائی بہت اہمیت رکھتے ہیں اگر وہ انکار کرتے "

"ہیں تو میں بھی انکار کر دوں گی۔

لمظ نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا جبکہ شارق مٹھیاں بھینچتا غصہ ضبط کرنے لگا۔

****

لمظ کے جانے بعد وہ کافی حد تک پر سکون ہو گئی تھی مگر دماغ بار بار اسی جانب دھیان کھینچ رہا تھا جس سے وہ بچنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"میرا نام مراد ہے، میری دوست بنو گی؟"

آٹھ سالہ مراد اس کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا تھا۔ وہ گم سم سی بینچ پر بیٹھی تھی، مراد کے دوستانہ انداز پر اسے اگنور کر کر اٹھ کر آگے بڑھ گئی

۔

"میں ناراض ہو جاؤں گا تم سے۔"

مراد نے روٹھے لہجے میں کہا تو عروسہ نے رک کر پیچھے مڑ کر دیکھا وہ اسے دیکھ کر منہ پھلا کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"پاگل! پاگل!"

چند بچوں کے شور پر عروسہ نے فوراً کان پر ہاتھ رکھے تھے جبکہ مراد کی ان کی جانب متوجہ ہوا تھا۔ان بچوں کو عروسہ کو پاگل کہتے دیکھ کر وہ بھاگ کر عروسہ کے سامنے آیا تھا پھر ان سب کو غصے سے گھورتے ہوئے آگے بڑھ دھکا دینے لگا۔انہیں زمین پر گرا کر وہ عروسہ کا ہاتھ پکڑ کر پارک سے باہر کی جانب بھاگ رہا تھا۔

"!!اب کر لو دوستی پلیز"

وہ اپنے گھر کے سامنے رکا تھا۔اس نے پھر سے اس کے سامنے ہاتھ کیا تھا۔

"میں پاگل نہیں ہوں۔"

عروسہ کی ممناتی آواز پر مراد نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"میری ماما مجھے بھی پاگل کہتی ہیں اور راز کی بات بتاؤں؟"

وہ اس کی جانب جھکا تھا۔

"اور ابا کو بھی۔"

منہ پر ہاتھ رکھ کر وہ ہنسا تو عروسہ بھی مسکرائی تھی۔

"تم مجھے پاگل نہیں کہو گے؟"

عروسہ نے پہلی شرط رکھی تھی۔اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"میری ہر بات پر یقین کرو گے؟ مجھے جھوٹا نہیں کہو گے؟"

اس نے پھر سے ہاں میں سر ہلایا تو عروسہ نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اب ہم دوست ہیں اور کوئی ہمیں الگ نہیں کر سکتا۔"

مراد نے اٹل لہجے میں کہا تو عروسہ دل سے مسکرائی تھی۔

مراد کو یاد کرتی وہ مسکرا رہی تھی جب اچانک ہی کھڑکی کا پٹ زور سے بجا تو اس کی مسکراہٹ سمٹ کر تکلیف میں بدلی۔

میں تنگ آگیا ہوں یار! اس کے پاگل پن سے۔ کب تک میں اسے" سنبھالوں گا۔ میری اپنی لائف ہے، صرف وہ ہی تو نہیں ہے جسے مجھے سنبھالنا ہے۔"

"تو جان چھڑا لو اس سے۔ کب تک ایک پاگل کو ساتھ رکھو گے۔" نوشی کے تمسخرانہ لہجے میں کہنے پر وہ کچھ نہیں بولا تھا۔

تم ایک بار کہتے مراد مجھ سے دور رہو میں کبھی تمہارے پاس نہ آتی مگر" یوں مجھے دلاسے تو نہ دیتے۔ میرا سچ مجھ تک ہی رہے گا، کوئی اسے سچ نہیں مانتا تم بھی نہیں۔ اب عروسہ کو مراد نہیں چاہیئے۔ نہیں چاہیئے سنبھالنا ہے۔"

"اس کا سہارا۔

وہ آنسو صاف کرتی بول رہی تھی۔ پھر لیٹ کر سر تک چادر تان لی۔ کمرے میں وقفے وقفے سے گونجتی سسکیوں کی آواز اس کی تکلیف کا پتا دے رہی تھی۔

ہاں یہ سچ ہے ترستے تھے تکلم کو بھی

اب یہ کوشش ہے تیرا ذکر نہ بات ہو

کاش ڈھونڈے تو مجھے گھوم کے بستی بستی

اور دعا میری کبھی تجھ سے ملاقات نہ ہو

****

وہ سر جھکائے صوفے پر بیٹھی تھی۔اس کے دائیں جانب مدثر صاحب بیٹھے تھے جو فرسٹ ایڈ کٹ لئے اس میں دوا نکال رہے تھے جبکہ بائیں دوسرے صوفے پر ہادی بیٹھا تھا جسکی نظر کبھی سامنے سر جھکائے بیٹھی بنین کی طرف جا رہی تھی تو کبھی اپنے سے کچھ فاصلے پر بیٹھے غصہ ضبط کرتے شان کی جانب۔عطرت بیگم اپنے کمرے میں موجود تھی وہ خود کو بند کئے بیٹھی تھیں۔پہلے انہیں بنین کے لاپتہ ہونے کی فکر تھی اب اس کے واپس آنے پر اس کے سوالوں سے بچ رہی تھیں۔

"انکل ! میں چلتا ہوں۔ حوریہ پریشان ہو رہی ہو گی۔"

ہادی نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا تو بنین نے فوراً اس کی طرف دیکھا تھا مگر ہادی کے چہرے پر نو لفٹ کا بورڈ دیکھ کر اس نے بے بسی سے مدثر صاحب کی جانب دیکھا۔

مگر وہ بھی لب بھینچے روئی پر دوا لگا رہے تھے۔

"!آئی ایم سوری"

وہ سر جھکائے بولی تو شان یک دم کھڑا ہوا تھا، بنین ڈر کر اچھلی تھی پھر مدثر صاحب کے پیچھے چھپنے کی کوشش کرنے لگی۔

ایک مصیبت کا دروازہ خود پر کھول پر اتنی آسانی سے یہ کہہ رہی ہے"
آئی آیم سوری ! میں نے کہا تھا آپ سے اسے بھیج دیں میرے پاس، اس
"کے دماغ کا فتور اتنی آسانی سے دور نہیں ہو گا۔

وہ غصے سے بول رہا تھا جب ہادی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

حالت دیکھ رہے ہو تم اس کی؟ وہ جاہل آدمی اس پر ہاتھ اٹھاتا رہا"

"ہے۔

اس نے ہادی کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے چلاتے ہوئے کہا تو بنین کی آنکھ سے آنسو نکلے۔

"میں نے کل سے کچھ نہیں کھایا، سب غصہ کر رہے ہیں کوئی مجھ سے کھانا نہیں پوچھ رہا، میں بے ہوش ہو گئی تو میری فکر میں بھی کوئی نہ پریشان ہو۔"

وہ روٹھتے ہوئے بولی تو شان نے غصے سے اس کی جانب قدم بڑھائے۔

"ماما!! ماما!"

وہ وہیں بیٹھی چلانے لگی تو عطرت بیگم دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ شان کو اس کے سر پر غصے سے کھڑے دیکھ کر وہ آگے آئی تھیں۔

بس بہت ہو گیا۔ کل سے وہ غائب تھی، کوئی اسے ڈھونڈ کر نہیں لایا"

"اور اب ڈرامہ کر رہے ہو دونوں باپ بیٹے۔

وہ تڑخ کر بولی تھیں۔ انہیں کہاں برداشت تھے بنین کے آنسو۔

"ماما!"

شان نے حیرت سے انہیں پکارا تو وہ اسے گھورتی بنین کو اپنے ساتھ اندر لے گئی۔

"دیکھ رہے ہیں آپ اس کے ڈرامے؟"

وہ اپنے سے مخاطب ہوا تبھی دروازہ دوبارہ کھلا تھا اور عطرت باہر آئی تھیں۔ مدثر صاحب سے فرسٹ ایڈ باکس لے کر وہ انہیں گھوری سے نوازتی واپس چلی گئیں۔ ہادی نے ان دونوں کے چہرے دیکھتے اپنی ہنسی دبائی تھی۔

پاپا! یہ معاملہ چھوٹا نہیں ہے۔وہ اتنی آسانی سے اس کا پیچھا نہیں"
چھوڑیں گے۔اگر انہیں سچ معلوم ہو گیا تو بنین کی جان کو خطرہ ہو سکتا
ہے۔"

وہ مدثر صاحب کی جانب دیکھتا بولا تو ہادی نے گہری سانس لی۔

وہ جان چکے ہیں سچ۔ تمہیں کیا لگتا ہے انہوں نے بنین کو ایسے ہی"
آنے دیا؟ وہ بڑی پلاننگ کر رہے ہوں گے۔"

ہادی نے انہیں سنجیدگی سے انہیں آگاہ کیا تو مدثر صاحب نے اپنا سر تھام
لیا جبکہ شان نے فکر مندی سے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا تھا۔

ایک کام کرتے ہیں پاپا! آپ اور ماما بنین کو لے کر آج ہی پنڈی چلے"
جائیں۔ہادی کے انکل آری پرسن ہیں وہ آپ کی مدد کر دیں گے،جب
تک ویزہ نہیں لگتا ہم بنین کو باہر نہیں بھیج سکتے۔"

وہ پوری پلاننگ ترتیب دیتا مدثر صاحب کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا۔

تم بنین کو ساتھ لے جاؤ۔وہ تمہاری واپسی کے بارے میں نہیں جانتے"
"ہوں گے۔

ہادی نے اسے مشورہ دیا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ماما اور پاپا کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا میں بزدل نہیں ہوں۔ "

وہ مدثر صاحب کی جانب دیکھتا بولا جو کب سے چپ تھے۔

آپ بول کیوں نہیں رہے کچھ ؟آپ بنین کو لے کر جا رہے ہیں"
"ناں؟

شان نے ان کے ہاتھ تھامتے ہوئے پوچھا۔

بنین ٹھیک نہیں ہے شان ! میری بیٹی کچھ چھپا رہی ہے۔وہ ہمیشہ سے"
"بہادر رہی ہے مگر اس بار وہ چھپا رہی ہے۔

مدثر صاحب کی بات پر ہادی نے سر جھکا لیا تھا جبکہ شان بھی کھٹکتا کھڑا
ہوا تھا۔

****

(دو ہفتے بعد)

میری بات سنیں ذرا! ارجنٹ بیس پر شادیاں ہونے کی بہت سی وجوہات ہوتی ہیں، اس گھر میں کوئی بھی وجہ فٹ نہیں ہو رہی، تو کیا میں یہ سمجھوں کہ آپ سب کو بس میری ہاں کا انتظار تھا کہ لڑکی ہاں کرے تو "اسے گھر بدر کرنے کی تیاری کریں۔

جمال صاحب کے پاس بیٹھتی وہ بے تکلفی سے پوچھ رہی تھی جبکہ سگریٹ سلگاتے جمال صاحب نے اس کے سوال کو اگنور کیا تھا۔ اس سے ملنے آئی حوریہ جو عروسہ کو بھی ساتھ لے آئی تھی وہیں کھڑی اس کی باتیں سننے لگیں۔

"اچھا ابو ایک بات تو بتائیں؟ یہ سگریٹ زیادہ پیاری ہے یا میں؟"

اس نے انہیں سگریٹ کے کش لگاتے دیکھ کر پوچھا۔

"لمظ اپنے کمرے میں جاؤ مجھے پریشان مت کرو۔"

وہ سنجیدگی سے بولے تو لمظ نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

دیکھ لو لمظ! یہ دنیا یہ محفل تمہارے کام کی نہیں۔ایک سگریٹ کی ویلو"

"تم سے زیادہ ہے۔

وہ مصنوعی دکھ چہرے پر لاتی بولی تو حوریہ نے اپنی ہنسی دبائی جبکہ عروسہ ویسے ہی کھڑی تھی۔

"سچ میں یہ زیادہ اچھی ہے؟"

وہ منہ بسورتے بولی تو جمال صاحب نے اکتا کر سگریٹ اس کی جانب بڑھا دیا۔

"خود پی کر دیکھ لو۔"

وہ غصے سے بولے تو لمظ نے سگریٹ پکڑ لیا۔جیسے ہی وہ منہ کے قریب سگریٹ لائی جمال صاحب غصے سے کھڑے ہو گئے تھے۔

"آرام سے بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ لمظ بیٹا تم زیادہ پیاری ہو۔"

اندر کی جانب بھاگتی وہ رک کر سگریٹ کو جوتی تلے مسل گئی تھی۔جمال صاحب نے رخ پھیرا تو واپس آکر لاڈ سے ان کے بازو سے چپک گئی۔

"چھوڑ دیں ناں اسے،اب تو میں بھی نہیں ہوں گی جسے آپ سگریٹ آفر کر سکیں۔"

لاڈ سے بولتی وہ آخر میں شرارت سے بولی تو جمال صاحب نے اس کے سر پر چپت لگائی۔

"چھوڑ دوں گا! خوش اب۔"

وہ مسکراتے ہوئے بولے تو لمظ بھی مسکرا دی۔

"ایک کش تو لگانے دیتے مجھے۔"

وہ یک دم پٹڑی سے اتری تو جمال صاحب نے اس کا کان پکڑ لیا تھا۔

"اچھا! اچھا! سوری!"

وہ مصنوعی تکلیف سے بولی تو اسکی حالت پر عروسہ بھی ہنسی تھی۔اسکے ہنسنے پر لمظ نے مڑ کر دروازے کی سمت دیکھا جہاں حوریہ اور عروسہ کھڑی تھیں۔

عروسہ کو ہنستے دیکھ کر وہ حیرت سے ان کی جانب بڑھی تھی۔دو ہفتے میں یہ تیسری تبدیلی تھی جو اس میں آئی تھی۔

****

شارق !لمظ کا نکاح کا جوڑا لانا ہے آج آوارہ گردی کرنے نہ نکل"

"جانا۔

نوریہ بیگم نے شارق کو یونی جانے کے لئے تیار ہوتے دیکھ کر یاد دلایا تھا۔

"امی !آپ خود لے آئیں جا کر مجھے کیا پتا لڑکیاں کیا پہنتی ہیں؟"

وہ شرٹ کے بٹن درست کرتا مصروف انداز میں بولا تو نوریہ بیگم نے اسے گھورا۔

تو رہنے دے، میں باسط کو بلالوں گی۔ تجھ سے زیادہ فرنمابردار ہے"

"وہ۔

وہ منہ بگاڑ کر کہتی کمرے سے نکل گئی تھی جبکہ شارق کے ہاتھ وہیں رک گئے تھے۔

آپ کیوں بار بار اس کا ذکر کرتی ہیں امی! جب آپ جانتی ہیں مجھے"

"نفرت ہے اس شخص سے۔

اس نے پرفیوم کی ششی اٹھا کر نیچے پھینکی تھی پھر غصے سے بال بنا کر اپنی چیزیں اٹھا کر کمرے سے نکل گیا۔ نوریہ بیگم نے اسے ایسے جاتے دیکھ کر تاسف سے سر ہلایا تھا۔ شارق کے والد چند سال پہلے وفات پا چکے تھے۔ ان کے جانے کے بعد شارق اور نوریہ بیگم کی زندگی بدلی تو تھی

مگر ایک کمی بھی گھلنے لگی تھی۔حیدر صاحب سکھر میں کام کرتے تھے۔
آن ڈیوٹی ہارٹ اٹیک سے موت ہونے پر باسط ہی انہیں لاہور لایا
تھا۔سرکاری نوکری تھی تو پینشن کا مسئلہ بھی باسط نے سلجھایا
تھا۔شارق باپ کی موت کے غم میں اس لیے نہیں جان پایا کہ باسط ا
سکے گھر اتنے چکر کیوں لگاتا تھا مگر بچپن سے حسد کا شکار ہونے کی وجہ
سے اس نے باسط سے نفرت کی جنگ شروع کر لی تھی۔
وہ اپنا آخری لیکچر دے کر کلاس سے نکلا تو اسے مناہل نظر آئی۔اتنے
دنوں سے اس کی نظریں بیا کو ڈھونڈ رہی تھیں جو اس دن کے بعد سے
اسے دیکھائی ہیں دی تھی۔آج مناہل کو دیکھ کر وہ اس کی جانب قدم
بڑھا گیا۔
"---مجھے آپ سے"

اس سے پہلے وہ مزید بولتا مناہل نے اپنا فون اس کے سامنے کیا۔ جس میں لمظ کی فوٹو تھی۔

یہ اس یونی میں نہیں پڑھتی، اپنی بہن کے ایڈمیشن کے لئے آئی" تھی۔"

مناہل نے اسے بتایا تو شارق نے انگوٹھے سے اپنا ماتھا مسلا۔

"اگلے مہینے آئے گی وہ یہاں۔"

شارق کو مڑتے دیکھ وہ جلدی سے بولی تو شارق کے چہرے پر سکون آیا۔

اگلے مہینے تک تو سب پہلے جیسا ہو جائے گا۔ میں اپنی بیا کو اپنا بنالوں" گا۔"

وہ دل ہی دل میں کہتا مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا تھا۔ چند قدم کے فاصلے پر کھڑی ابیہا نے اس کی ساری باتیں سنی تھیں۔ وہ مناہل کے پاس آئی تھی اور اشارے سے اس سے پوچھا تو مناہل ہنسی تھی۔

یہ تمہارے ہونے والے دلہا بھائی ہیں ناں؟ مجھے لگتا ہے یہ مجھے بے" قوف بنا رہے تھے، بار بار مجھ سے لمظ کا پوچھتے ہیں اور رشتہ بھی بھیج دیا ہے"۔

مناہل نے ہنستے ہوئے کہا جبکہ ابیہا سنجیدہ تھی۔

اچھا اب منہ تو صحیح کر لو۔ دو دن بعد تم بھی جا رہی ہو میں بور ہو جاؤں" گی اکیلے"۔

مناہل بات بدلتے ہوئے بولی تو ابیہا بھی مسکرا دی۔ وہ مناہل کی باتیں سن کر مسکرا رہی تھی۔ جبکہ ذہن شارق میں اٹکا ہوا تھا۔

****

کمرے میں اندھیرا کئے لیٹا مراد اس وقت چھت کو گھور رہا تھا۔ وہ سکون سے سو نہیں پا رہا تھا۔ عروسہ کے بارے می سوچ سوچ کر وہ خود کو بیمار کر چکا تھا۔ اس نے تکیہ اٹھا کر نیچے پھینکا تھا۔

"وہ میری دوست ہے صرف میری۔"

وہ جنونیت سے بولا تھا پھر اٹھ کر بیٹھ کر اپنا سر تھام گیا تھا۔

ذہن میں وہی منظر ابھرنے لگا تھا جب اس نے عروسہ کو کسی اور کے ساتھ دیکھا تھا۔

"وہ مار دیں گے سب کو، کوئی کیوں نہیں یقین کر رہا میرا؟"

عروسہ کا رونا اس کا چلا کر اپنی بات کا یقین دلانے کی کوشش کرنا وہ دروازے کے باہر سے سن چکا تھا۔ دروازہ کھلا دیکھ کر وہ اندر داخل ہوا تو عروسہ کے سامنے گھٹنوں کے بل کسی کو بیٹھا دیکھا۔

"ہم سب یقین کرتے ہیں تم پر عروسہ! کالم ڈاؤن۔"

وہ جو کوئی بھی تھا اس کے چہرے پر عروسہ کے لئے فکر دیکھ کر مراد کے قدم رکے تھے۔

نہیں کرتا کوئی یقین، میں نے کہا تھا اسے بچا لیں مگر کوئی نہیں مانا، اور "

"وہ مر گئی۔

عروسہ نے ہادی کو دھکا دے کر پیچھے کیا مگر وہ اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہلا۔

"میں یقین کرتا ہوں تمہارا۔"

ہادی کے الفاظ پر عروسہ کی آنکھوں کے تاثرات بدلے تھے جو مراد نے بخوبی محسوس کیے تھے۔

"وہ اسے بھی مار دیں گے۔اسے بچا لیں۔"

عروسہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر التجائی لہجے میں کہا تھا۔

"کچھ نہیں ہو گا اسے۔"

ہادی نے یقین دلایا تو وہ اس کے ہاتھ پر سر ٹکا کر رو دی تھی۔ مراد الٹے قدم لیتا وہاں سے نکل آیا تھا۔ آنکھوں میں آئے آنسو بے دردی سے صاف کرتے وہ آگے بڑھ رہا تھا۔

"!!مراد"

ماں کی آواز پر وہ ماضی سے باہر آیا تھا۔ آنکھوں میں آئی نمی کو پیچھے دھکیل کر وہ اٹھ کر واش روم کی سمت بڑھ گیا۔

****

"صمد! مجھے میری پوتی حویلی میں چاہیے۔ تم سمجھ رہے ہو میری بات۔"

وہ خود اس کے اپارٹمنٹ آئے تھے۔

"آپ نے اس کے ماں باپ کا ایکسیڈنٹ کروایا بڑے پاپا؟"

وہ جو سر جھکائے ان کے سامنے بیٹھا تھا، یک دم سر اٹھا کر بولا تو تراب علی کے چہرے کے زاویے بگڑے۔

تم جانتے ہو صمد ! ہم ایسے کام نہیں کرتے، اگر انہیں مارنا ہوتا تو بہت "
پہلے ہی مروا چکے ہوتے جب وہ میرے بیٹے کو مار کر بھاگے تھے وہاں
"سے۔

وہ کرختگی سے بولے تھے۔

بنین ! پہلے ہی آپ کی خلاف تھی بڑے پاپا! اب اس سب کے بعد وہ "
" کبھی آپ پر یقین نہیں کرے گی، آپ کو یہ نہیں کرنا چاہیئے تھا۔
صمد افسوس سے بولا تو تراب علی کو کچھ غلط ہونے خدشہ لاحق ہوا تھا۔

"صمد ! تم اپنے بڑے پاپا پر شک کر رہے ہو؟"

وہ مصنوعی دکھ اپنے لہجے میں لاتے بولے تو صمد نے ایک رکارڈنگ
چلائی۔

"کوئی کوتاہی نہیں ہونی چاہیئے۔ وہ دونوں زندہ نہ بچیں۔"

اپنی آواز سن کر تراب علی نے پہلو بدلا تھا۔

ہاں کیا ہے میں نے کیوں کہ وہ میری پوتی کو مجھ سے دور لے جا رہے ہے"
"تھے۔

وہ ڈھٹائی سے بولے تو صمدان کے پاس آیا۔

میں نے کہا تھا آپ سے بڑے پاپا! اسے لے آؤں گا حویلی۔ آپ کو یہ"
"! نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ اس کا بھائی کومہ میں چلا گیا ہے بڑے پاپا

وہ ضبط کرتا بولا تھا۔ ملک تراب علی کو کوئی فرق نہ پڑا تھا، مگر اسے دیکھانے کی خاطر وہ چہرے پر پریشانی کے تاثرات لے آئے تھے۔

"میں سب سنبھال لوں گا مگر آپ اب کچھ نہیں کریں گے۔"

وہ سنجیدگی سے کہہ کر اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گیا تھا۔ ملک تراب علی کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔

****

ہاسپٹل کا پرائیوٹ روم جہاں اس وقت سکوت چھایا ہوا تھا۔ مختلف مشینوں کی گونجتی آوازیں اس سکوت میں دل دہلا دینے کا سبب بن رہی تھیں۔ دھیرے سے دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"!تمہارا دماغ ہمیشہ خراب رہتا ہے شان"

"میرا خراب تو رہتا ہے تمہارا تو ہے ہی نہیں۔"

بیڈ کے قریب ہی وہ دونوں کھڑے لڑ رہے تھے۔ بنین آگے بڑھنے لگی تو ان دونوں کا وجود ہوا میں تحلیل ہو گیا۔

صرف چند سال کے لئے جا رہا ہوں، تب تک کر لو جتنی عیش کرنی"
"ہے، آ کر سب سے پہلے تمہیں اس گھر سے رخصت کروں گا۔

انگلی اس کی جانب کئے وہ اسے وارننگ دے رہا جب بنین نے آگے بڑھتے اس کی انگلی کو دانتوں میں چبا دیا تھا۔ وہ چلا کر پیچھے ہوا تھا جب کہ

وہ ہنستی ہوئی آگے بھاگ رہی تھی۔اس کے ارد گرد بھاگتے وہ دونوں اس کی آنکھوں میں آنسو لے آئے تھے۔اس نے شان کی جانب دیکھا تھا۔

"! بنین ! تم یہاں نہیں آؤ گی سمجھی"

وہ فون پر اسے روک رہا تھا جبکہ سڑک کے پار کھڑی بنین نے آگے بڑھنا چاہا تو اسی وقت مخالف سمت سے آتے ٹرک نے اس کی کار کو ٹکر ماری تھی۔کار دو بار گھوم کر فٹ پاتھ کے دوسری جانب الٹی ہو کر گری تھی۔

"!! شان"

وہ روتے ہوئے آگے بڑھ کر اس کے قریب بیٹھ گئی تھی۔پورا جسم پٹیوں میں جکڑا تھا۔گال پر ایک جانب کانچ گھسنے کی وجہ سے ٹانکے لگائے تھے۔

"!بنین"

ہادی کی آواز پر اس نے دروازے کی سمت دیکھا تھا۔

"بھائی بہنوں کے محافظ ہوتے ہیں ہادی! لیکن بہنیں کیا کریں کہ ان کے بھائی بھی حفاظت میں رہیں۔ میری وجہ سے شان کی یہ حالت ہے۔ وہ مجھے مارنا چاہتے تھے مگر ایک بار پھر میں بچ گئی اور میری منحوسیت نے شان کو موت کے منہ میں دھکیل دیا۔ کاش میں پہلے ہی مر جاتی ہادی! میری وجہ سے آج ماما اپنی دوسری اولاد بھی کھونے جا رہی ہیں۔"

وہ مسلسل روتے ہوئے بول رہی تھی، ہادی نے کرب سے اسے دیکھا تھا۔

"تم اس کی حفاظت کرنا چاہتی ہو ناں بنین! تو یہاں سے سے چلی جاؤ۔ انکل، آنٹی اس وقت صدمے میں ہیں اگر شان نے تمہاری حفاظت کی

ہے تو اس کے اس قدم کو بے مول مت کرو۔ میں نے اپنے انکل سے بات کی ہے وہ شان کو شفٹ کروادیں گے، تم بھی جلد از جلد یہاں سے چلی جاؤ۔"

وہ اسے سمجھانے کے انداز میں بول رہا تھا، بنین نے اپنے آنسو صاف کئے۔

"کسی انسان کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ دوسرے انسان کی جان لے۔ اگر قانون اسے سزا نہیں دے گا تو مجھے خود اپنے قدم آگے بڑھانے پڑیں گے۔ میری وجہ سے اب میری ماما کسی کو نہیں کھوئیں گی۔ جلد از جلد شان کو یہاں شفٹ کروادیں۔"

وہ شان کی جانب دیکھتی اٹل لہجے میں بول رہی تھی۔

"بنین! تم ــــــ"

میں پھر سے غلط کر رہی ہوں یہی ناں؟ لیکن کب تک میں چھپ کر" بیٹھوں گی؟ صمد کے نکاح میں ہوں میں وہ میرا پیچھا کبھی نہیں چھوڑے گا اور اگر وہ چھوڑ بھی دے تو تراب علی—اس کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ وہ شیطان بن چکا ہے جس کو صرف طاقت کا غرور ہے۔"

بنین کے لہجے میں نفرت عود کر آئی تھی۔ ہادی نے بے بسی سے شان کی جانب دیکھا تھا۔ بنین کو صرف وہی روک سکتا تھا۔

" چار دن بعد میں حویلی جا رہی ہوں۔ ماما اور پاپا کو کہنا کہ بنین ارتسام علی کو اپنا فرض پورا کرنا ہے تاکہ بنین مدثر رضا ان کا قرض اتار سکے۔"

وہ آخری نظر شان پر ڈال کر ہادی کے پاس سے گزر کر روم سے نکل گئی تھی۔ ہادی نے مڑ کر اسے جاتے دیکھا تھا پھر شان کی جانب دیکھا۔

" میرا وعدہ ہے تم ہے، میں اس کی حفاظت کروں گا لیکن تمہیں بھی جلد واپس آنا ہے۔"

وہ شان سے مخاطب تھا مگر سامنے لیٹا وجود دنیا وافیا سے بے گانہ تھا۔

****

"!تم تو بہت پیاری لگ رہی ہو ماشااللہ"

عروسہ نے جیسے ہی کمرے سے باہر قدم رکھا تھا حوریہ کی خوشی سے بھر پور آواز اسے سنائی دی تھی۔ گرے کلر کے گھیرے دار فراک، جس پر اسی رنگ کے موتیوں سے نفیس سا کام ہوا تھا پہنے وہ ساڑھی اسٹائل میں ڈوپٹہ سیٹ کیے ہوئے تھی۔ بالوں کو کرل کر کر آدھے بال کیچر میں قید کئے ہوئے تھے۔ نفاست سے ہوئے میک اپ کے علاوہ اس کے چہرے کی مسکراہٹ اسے زیادہ جاذب نظر بنا رہی تھی۔ اسے لینے آئی حوریہ بھی تعریف کیے بنا نہ رہ سکی تھی۔ جبکہ عروسہ نے محض مسکرانے پر اکتفا کیا تھا۔

دادی! بھائی آئیں تو دروازہ کھول دیجئے گا ہم لمظ کے پاس جارہے "

"ہیں۔

آف وائٹ ڈریس میں بالوں میں کواسٹریٹ کر کر کھلا چھوڑے وہ جیولری کے نام پر ایک مانگ ٹیکا لگائے ہوئے تھی۔ شاہدہ بیگم کو اطلاع دے کر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر دروازے کی سمت بڑھ گئی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ دروازہ کھولتی اندر داخل ہوتے ہادی کی نظر عروسہ پر ٹھہری تھی۔ عروسہ تو اسے دیکھ کر رخ پھیر گئی تھی مگر حوریہ نے ہادی کا ٹھٹھک کار کنا محسوس کر لیا تھا۔

"راستہ دیں بھائی، ہمیں جانا ہے۔"

حوریہ کی آواز پر وہ ہوش میں آیا تھا۔ اس نے ماتھا کھجاتے اپنی نظروں کا ذاویہ بدلا تھا۔

"راستہ؟"

عروسہ کی آواز پر اس نے ایک بار پھر اس کی جانب دیکھا تھا، مگر اس بار اس نے خود کو سنبھال لیا تھا۔

"تم لوگ ایسے جاؤ گی؟"

"ساتھ ہی ہو جانا ہے۔"

حوریہ نے منہ بسورا جبکہ ہادی نے اسے رکنے کا اشارہ کیا تھا۔ وہ شاہدہ بیگم کے کمرے میں گیا تھا، کچھ دیر بعد باہر آیا تو اس کے ہاتھ میں دو چادر تھیں۔ اس نے چادر کھول کر حوریہ کو اوڑھائی۔ عروسہ انہیں ہی دیکھ رہی تھی جب وہ اس کی جانب مڑا۔ ہادی نے جیسے ہی چادر اسے اوڑھائی تھی عروسہ کی آنکھیں حیرت سے بڑی ہوئی تھیں۔

"احتیاط سے جانا۔"

وہ نرمی سے کہہ کر اندر کی جانب بڑھ گیا تھا جبکہ حوریہ نے مسکراہٹ دباتے عروسہ کا ہاتھ پکڑا تھا اور اسے لیے باہر نکل آئی تھی۔

ہادی اپنے کمرے میں آیا نظروں کے سامنے پھر سے عروسہ کا سجا سنورا روپ آیا تھا۔وہ مسکرایا تھا۔وہ شدید پریشان تھا مگر عروسہ کے چہرے پر ایک مسکراہٹ دیکھ کر وہ جیسے سب بھول گیا تھا۔وہ بیڈ پر لیٹ کر اپنے دائیں ہاتھ کو دیکھنے لگا۔ عروسہ کا اس کا ہاتھ پکڑ کر رونا،اس پر بھروسہ دیکھانا۔اس کے دل کو خوشی سے بھر گیا تھا۔بے ساختہ اسے وہ دن یاد آیا تھا جب حوریہ نے آکر اسے عروسہ کی بگڑتی حالت کا بتایا تھا۔وہ نیوز میں کسی کو دیکھ کر پینک ہوئی تھی۔کچھ اس کے ذہن میں لمحظ کی بتائی بتاتیں جو بنین کے متعلق تھیں گھوم رہی تھیں۔وہ بری طرح رو رہی تھی،ہر کسی کو جھٹک رہی تھی مگر ہادی نے اسے سنبھال لیا تھا۔

وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا ایک جملہ عروسہ کو نارمل زندگی کی طرف لا رہا تھا۔اس کا فون رنگ ہوا تو نمبر دیکھ کر وہ سنجیدہ ہوا۔چہرے پر کرختگی چھا گئی تھی۔

****

نکاح کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔لمظ بھی پارلر سے تیار سے ہو کر آگئی تھی۔شارق اور نوریہ بیگم اور شارق دوپہر میں آگئے تھے۔شارق اوپر والے پورشن میں موجود تھا۔اسے باسط کا کمرہ دیا گیا تھا،وہ باسط کے کمرے میں تیار ہو رہا تھا جب باسط اندر داخل ہوا۔

"اچھے لگ رہے ہو۔ "

وہ مسکرا کر تعریف کرتا اپنے کپڑے لے کر واش روم میں بند ہو گیا۔جبکہ اپنے بال بناتا شارق طنزیہ مسکرایا تھا۔

"بہت بڑے اداکار ہو تم باسط ! دیکھتا کب تک اچھے بننے کا ڈھونگ کرتے ہو،اپنی محبت کو میرا تو کبھی ہونے نہیں دو گے،آج ہی تمہاری اصلیت سامنے آجائے گی۔"

وہ دل ہی دل میں باسط سے مخاطب تھا۔ پھر اپنی تیاری پوری دیکھ کر کمرے سے نکل گیا۔ نوریہ بیگم نے اس کی نظر اتاری تھی۔ وہ مسکرا کر ان کے ساتھ نیچے کی جانب بڑھ گیا تھا جہاں نکاح کی تقریب کا اہتمام کیا گیا تھا۔

"آنٹی! لمظ کہاں ہے؟"

حوریہ کی بے چین آواز پر ذین اور زمان نے ایک ساتھ مڑ کر اسے دیکھا تھا پھر اس کے ساتھ خاموش کھڑی عروسہ کو۔

"کھانا کھلنے میں وقت ہے ابھی۔"

ذین اونچی آواز سے بولا تھا مقصد صرف حوریہ کو سنانا تھا۔

"تو ابھی سے شور کیوں مچا رہے ہو۔"

وہ تڑک کر کہتی فوزیہ بیگم کی جانب مڑی تھی۔ جبکہ زمان نے ذین کے چہرے کو دیکھ کر ہنسی دبائی تھی۔

"ہنس لو ہنس لو! ممانے یہ بلا تمہارے گلے ڈالنے کا سوچا ہے۔"

ذین نے آہستگی سے اسکے کان میں کہا تو زمان کو بلاوجہ ہی کھانسی کا دورہ پڑا تھا۔اس کی حالت پر اب ذین ہنس رہا تھا۔

"سب مہمان آگئے ہیں تم دونوں لمظ کو لے آؤ نیچے۔

فوزیہ بیگم نے کمرے کی جانب اشارہ کرتے ہوئے مصروف انداز میں کہا تو حوریہ عروسہ کے ساتھ آگے بڑھ گئی۔زمان ابھی تک کھانس رہا تھا۔

صحن میں لگائے گئے اسٹیج پر صوفہ سیٹ کیا گیا تھا جس پر شارق بیٹھا تھا۔اس کی نظر باسط پر تھی جو تیار ہو کر نیچے آچکا تھا اور مسکراتا ہوا سب سے مل رہا تھا۔شارق اب پریشان ہو رہا تھا۔اس کا ارادہ نکاح کا نہیں تھا ،وہ سوچ رہا تھا باسط کبھی یہ نکاح نہیں ہونے دے گا مگر جب اس نے وائٹ ڈریس میں سرخ ڈوپٹے کا گھونگھٹ ڈالے لمظ کو اسٹیج کی جانب

آتے دیکھا تو اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہونا شروع ہو گئے۔

"نکاح شروع کریں۔"

لمظ کو اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا دیا گیا تھا، نکاح خواں نے پوچھا تو جمال صاحب اور عظمت صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔

لمظ انصاری ولد جمال انصاری آپ کا نکاح باعوض پچاس ہزار حق مہر"

"شارق حیدر ولد محمد حیدر کے ساتھ کیا جا رہا ہے آپ کو قبول ہے؟

نکاح خواں کے پوچھنے پر شارق نے وہاں سے اٹھنا چاہا مگر سامنے کھڑی اپنی ماں کو دیکھ کر وہ ہمت نہ کر پایا۔

"قبول ہے۔"

لمظ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو اس نے آنکھیں بند کر کر کھولیں۔ وہ بیا کو خود سے دور جاتا محسوس کر رہا تھا۔ اس نے نفرت سے باسط کیجانب دیکھا جو لمظ کے پاس کھڑا تھا۔

شارق حیدر، ولد محمد حیدر لمظ انصاری ولد جمال انصاری کو باعوض"

"پچاس ہزار حق مہر آپ کے نکاح میں دیا جاتا ہے آپ کو قبول ہے؟

لمظ کے تین بار قبول کرنے کے بعد شارق سے پوچھا گیا تو اس نے آنکھیں بند کر لیں۔

"!شارق"

ماں کی آواز میں نمی محسوس کرتا وہ آنکھیں کھول گیا تھا۔

"قبول ہے۔"

"قبول ہے۔"

"قبول ہے۔"

نکاح کا مرحلہ مکمل ہوتے ہی اس کی نفرت باسط کو لے کر مزید بڑھ گئی تھی۔ مبارک باد کا سلسلہ شروع ہوا تو وہ خود پر جبر کرتا مسکرا کر سب سے ملا۔ کھانا کھلنے کا شور ہوا تو وہ واپس بیٹھ گیا۔

"نکاح مبارک ہو۔"

اپنے سے چند انچ کے فاصلے پر بیٹھے شارق کے سنجیدہ چہرے کو دیکھتے ہوئے اس نے دھیرے سے کہا تھا۔ شارق نے لمظ کی آواز سن کر اس کی جانب دیکھا مگر بھاری ڈوپٹے کے گھونگٹ میں چھپے اس کے چہرے کو دیکھ نہیں پایا تھا۔

"بربادی مبارک ہو۔"

وہ پراسرار سا بولا اس کے الفاظ لمظ کو سنائی تو دے گئے تھے مگر وہ کچھ بھی اندازہ لگانے سے قاصر تھی۔

تمہاری وجہ سے مجھے اس لڑکی کو اپنی زندگی میں پہلی جگہ دینی پڑ رہی" ہے جو صرف میری بیاکی ہے لیکن بہت جلد میں اس رشتے سے چھٹکارا حاصل کرلوں گا۔تب تم بکھرو گے باسط انصاری۔کیونکہ تمہاری وجہ "سے تمہاری جان سے پیاری لمظ جور سوائی کا ساماں بنے گی۔

وہ باسط کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر دل ہی دل میں اس سے مخاطب تھا۔

****

وہ تھکے تھکے قدموں سے اپارٹمنٹ میں داخل ہوئی تھی۔اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی،ہر چیز اس کی جگہ پر تھی۔اس نے اپنی ماں کے کمرے کی جانب قدم بڑھائے۔دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے پر اسے کمرے میں کوئی بے ترتیبی دیکھائی نہ دی تو وہ تلخی سے مسکرائی۔

صرف ہماری زندگی بے ترتیب ہو گئی ماما! آپ کی بنین بکھر گئی ہے"
۔"وہ بیڈ شیٹ پر ہاتھ پھیرتی عطرت کے لمس کو محسوس کرنے کی
کوشش کر رہی تھی۔دفعتا اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔

"!پاپا!ماما"

وہ جھٹکے سے سیدھے ہوتی دروازے کی سمت بھاگی تھی، چہرے پر خوشی
کے رنگ کھلے تھے۔دروازہ کھولتے ہی اس کی نظر دروازہ کے ہنڈل کی
جانب ہاتھ بڑھائے صمد کی پر پڑی۔ مسکراہٹ پل میں سمٹی
تھی۔چہرے پر سرد مہری چھا گئی تھی۔آنکھیں بے تاثر ہو گئی
تھیں۔صمد نے یہ تبدیلی بخوبی نوٹ کی تھی۔

"کیوں آئے ہو یہاں؟سب تو ختم کر دیا ہے تمہارے دادا نے۔"

"وہ تمہارے بھی دادا ہیں۔"
صمد نے تصیح کی تو وہ طنزیہ ہنسی۔

کتنی عجیب بات ہے ناں، وہ رشتہ جو لوگوں کی زندگی میں دوگنی محبت"
"رکھتا ہے، میری زندگی کی ہر خوشی کھا گیا۔

صمد نے اس کی آنکھوں میں دکھ دیکھا تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑا۔

"—— تم غلط سمجھ رہی ہو"

ڈونٹ یو ڈیئر مسٹر صمد! تم سمجھ رہے ہو گے بنین اب اکیلی ہو گئی ہے تو"
اس کا ہمدرد بن کر اسے راستے سے ہٹا دوں؟ یہی پلاننگ ہے ناں
"تمہاری؟

"ناؤ یو او وری ایکٹنگ۔"

صمد کو اسکا ہاتھ جھٹکنا غصہ دلا گیا تھا، سیدھا انا پر وار ہوا تھا اور انا کہاں انسان کو انسان رہنے دیتی ہے۔ اس نے دانت پیستے الفاظ ادا کئے تھے۔

تمہارے بھائی کا علاج اچھے ہاسپٹل میں ہو جائے گا۔ فلحال تم چلو"
"میرے ساتھ۔

اس نے بہت مشکل سے خود کو نارمل کیا تھا مگر لہجے میں تلخی کو چھپا نہیں پایا تھا۔

"میری فیملی سے دور رہنا مسٹر صمد! اب اگر ان پر کھروچ بھی آئی تو میں جان لے لوں گی تم سب کی۔"

وہ اس کا گریبان پکڑ کر چلائی تو صمد نے اس کی کلائی پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنا گریبان چھڑایا۔ اسے اپنے جانب کھینچتا وہ دیوار سے لگا گیا تھا۔

"تمہاری ہمت کیسی ہوئی میرے گریبان پر ہاتھ ڈالنے کی؟"

آنکھوں میں شعلے لئے وہ چہرہ اس کے قریب کئے دھاڑا تو بنین نے آنکھیں بند کیں۔

"تم نے جو میرے بڑے پاپا کے ساتھ کیا میں بھولا نہیں ہوں۔ تم میرے چاچو کی بیٹی ہو اس لئے ابھی تک زندہ ہو ورنہ اس وقت تمہارا نام و نشان مٹ چکا ہوتا اس دنیا سے۔"

وہ مزید چہرہ اس کے قریب لائے بولا، لہجے کی تپش بنین کو بے چین کر رہی تھی۔اس نے خود کو چھڑانے کی کوشش کی مگر آنکھیں نہیں کھولی تھیں۔صمد مسکرایا تھا۔

"حویلی جانے کی تیاری کرو۔میرے نکاح میں آنے کے بعد اب وہ ہی تمہارا اصل گھر ہے۔"

وہ اپنی پکڑ ڈھیلی کرتا پیچھے ہوا تھا مگر کلائیاں ہنوز پکڑی ہوئی تھیں۔نکاح کے لفظ پر اس نے آنکھیں کھولیں تھیں۔

"کونسا نکاح؟ مسٹر صمد! شاید آپ بھول رہے ہیں کہ نکاح کا ثبوت مٹ چکا ہے، گواہ اور نکاح خواں کو آپ کے ڈیئر بڑے پاپا! اس دنیا سے رخصت کر چکے ہیں۔کیا ثبوت ہے تمہارے پاس اس نکاح کا؟"

بنین نے گرفت ڈھیلی ہونے کی وجہ سے خود کو چھڑایا تھا۔اس کے الفاظ نے صمد کو ٹھٹھکنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"وہ تھپڑ یاد ہے مسٹر صمد! جو تمہاری مردانگی کا پہلا ثبوت تھا۔"

بنین کا طنز بھرا جملہ سن کر اس کو اپنا اس پر ہاتھ اٹھانا یاد آیا تھا۔

"میرے بابا کا کمرہ تھا وہ۔اس کی ہر چیز سے میرے بابا کی خوشبو آتی تھی۔میری آنکھوں کے سامنے اسے تہس نہس کیا گیا۔ان دو گواہوں کو گولی ماری گئی،اور وہ نکاح خواں؟ مجھے معلوم ہے وہ بھی غائب ہو چکا ہو گا۔"

بنین کے انکشاف پر وہ بے یقینی سے پیچھے ہوا تھا۔

"یقین نہیں آرہا؟افسوس کی بات ہے، کوئی تمہارے گھر میں گھس کر دو قتل کر گیا مگر تمہیں صرف یہ نظر آیا کہ میں نے نکاح نامہ جلایا۔"

بنین نے چبھتی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔صمد نے مڑ کر خود کو پر سکون کرنے کی کوشش کی تھی۔وہ بالوں میں ہاتھ پھیرتا مسلسل خود کو نارمل کرنا چاہ رہا تھا۔جب برداشت سے باہر ہوا تو وہ بنین کی جانب مڑا۔

"اس دن کیوں نہیں بتایا؟"

وہ یک دم چلایا تو بنین ہنسی تھی۔

"مجھے نہیں یاد کہ ہم دوست رہے ہیں جو میں تمہیں سب بتاتی۔"

اس نے طنز میں ڈوبا تیر اسے مارا تھا۔

"اب بھی تو بتایا ہے؟"

اس نے جوابی وار کیا تو بنین نے نفی میں سر ہلایا۔

ترس آرہا تھا تم پر۔ایک ہوش مند انسان، اندر سے کتنا کھوکھلا"

"ہے۔ جس کا اپنا وجود صرف جی حضوری تک محدود ہے۔

وہ مسلسل اسے طنز کر رہی تھی۔ صمد نے غصے سے مٹھیاں بند کیں۔ فون بجنے پر اس کے بنین کی جانب بڑھتے قدم رکے تھے۔

"جی بڑے پاپا!----میں آرہا ہوں۔ "

اس نے ایک نظر بنین پر ڈالی تھی جو اسے دیکھ کر طنزیہ مسکرا رہی تھی۔ فون بند کرتا وہ اس کا بازو پکڑ کر اسے نزدیک کر چکا تھا۔

"میں کون ہوں اور کیا کر سکتا ہوں؟ اس کا اندازہ ابھی تمہیں نہیں ہے مسز صمد!۔ آج کی رات اور گزر لو اس جگہ۔ کل صبح دس بجے ریڈی رہنا"۔

وہ ایک جھٹکے سے اسے چھوڑتا مڑ کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ بنین نے اپنا بازو سہلاتے ہوئے اس کی پشت کو گھورا تھا۔

****

"! بہت مبارک ہو آپ کو بھائی"

حوریہ عروسہ کے ساتھ اسٹیج پر آئی تھی۔ شارق نے مشکل سے مسکراتے اس کی مبارک باد کو وصول کیا تھا۔

"اگر آپ برا نہ منائیں تو ہم آپ کی بیوی کو لے جا سکتے ہیں؟"

حوریہ نے شارق سے پوچھا، آنکھوں میں شرارت تھیں۔ شارق نے ہاں میں سر ہلایا اور اٹھ کر اسٹیج اتر گیا تھا۔ حوریہ کا منہ کھل گیا تھا جبکہ عروسہ نے سنجیدگی سے شارق کے عمل کو دیکھا تھا۔

"یہ تو بہت ہی کھڑوس ہیں لمظ! کیسے گزارہ کرو گی ان کی ساتھ؟"

وہ لمظ کی جانب جھکتی پوچھ رہی تھی۔

"پہلے مجھے اندر لے چلو، میرا سر بہت درد کر رہا ہے اس وقت۔"

لمظ نے شارق کے الفاظ کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے کہا۔

"اچھا چلو۔"

اس نے لمظ کو سہارا دے کھڑا کیا تھا۔ عروسہ نے بھی اس کی میکسی سنبھال کر اسے اترنے میں مدد کی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ کمرے میں موجود تھیں۔ سامنے کھانا موجود تھا۔

"تمہیں کیسے لگے دلہا بھائی؟"

حوریہ نے بریانی کا چمچ میں منہ ڈالتے سوال کیا تو لمظ کو پھر سے شارق کے الفاظ یاد آئے۔

"مجھے ایسا لگا جیسے وہ خوش نہیں تھے؟ کیا تم دونوں کو لگا ایسا؟"

لمظ نے منہ تک لے جاتا ہاتھ روک کر پوچھا تو حوریہ نے نفی میں سر ہلایا جبکہ عروسہ نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"وہ تھوڑا ریزرو لگ رہے تھے۔ لیکن ایسا نہیں لگا کہ وہ خوش نہیں تھے۔"

حوریہ نے عروسہ کو بھی سمجھایا تھا۔

"وہ بار بار ماتھا مسل رہے تھے، نکاح کے دوران اٹھنے کی کوشش کی، پھر نکاح کی حامی بھری تو چہرے پر بے بسی تھی، پھر غصہ ---"

عروسہ ابھی بتا ہی رہی تھی جب حوریہ نے اس کی بات کاٹی۔

"یار! اب لمظ سے نکاح ہو رہا تھا، دلہے کا اتنا ڈرنا تو بنتا تھا۔"

اس نے مذاق کرتے ہوئے کہا تو لمظ نے اس کے کندھے پر تھپڑ مارا پھر نظر دروازے کے بیچ و بیچ غصے سے پیچ و تاب کھاتی ابیہا کو دیکھا۔ بخار کی وجہ سے وہ دوا لے کر سو رہی تھی۔ نکاح کے وقت بھی وہ وہاں موجود نہیں تھی۔ لمظ کو یاد آیا کہ کسی نے ابیہا کو نہیں جگایا تھا۔

"!ابیہا! میری میوٹ کوئین"

وہ اسے پچکارتی ہوئی بولی مگر وہ تن فن کرتی واپس مڑ گئی تھی۔

"میڈم ناراض ہو گئی ہیں۔"

لمظ نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا پھر بریانی کی جانب متوجہ ہو گئی۔

"پہلے طاقت لے لوں، پھر مناؤں گی۔"

وہ معصومیت سے بولی تو عروسہ بھی مسکرا دی تھی۔

"اچھا! ہم چلتے ہیں اب۔"

عروسہ کا ہاتھ پکڑ کر وہ یک دم کھڑی ہوئی تھی۔لمظ نے انہیں جانے کی اجازت دی تو حوریہ نے بریانی کھاتی لمظ کو گھورا پھر عروسہ کے ساتھ کمرے سے نکل گئی۔ان کے جاتے ہی لمظ کے ہاتھ رکے تھے۔چہرے پر سنجیدگی آئی تھی۔

"بربادی مبارک ہو۔"

شارق کا جملہ پھر سے اس کی سماعت کا حصہ بنا تھا۔اس نے چمچ واپس پلیٹ میں رکھ دیا تھا۔وہ کچھ بھی سمجھنے سے قاصر تھی مگر الجھ چکی تھی۔

****

عروسہ اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو اندھیرے نے اس کا استقبال کیا۔اس نے لائٹ آن کر کر دروازہ بند کیا تھا۔

"!ایک مہینہ ہونے والا ہے مراد"

وہ ڈریسنگ کے سامنے کھڑی ہوتی بولی تھی۔اس نے اپنا فون اٹھایا تو مراد کا میسج دیکھ کر جھٹ سے میسج کھولا تھا۔

"نئے دوست بنا کر پرانے دوست کو پیچھے چھوڑ دیا ہے تم نے عروسہ!"

"

اس نے نا سمجھی سے اسکا میسج دیکھا تھا پھر بنا وقت دیکھے کال ملا دی تھی۔

"مراد!"

دوسری جانب سے کال پک ہوتے ہی اس نے مراد کو پکارا تھا۔

"نوشی بات کر رہی ہوں۔مراد ابھی بزی ہے۔"

اس نے کہہ کر فون اس کے منہ پر بند کر دیا تھا۔عروسہ کے چہرے پر کوئی تاثر نہ آیا تھا مگر ایک آنسو پلکوں کی باڑ توڑتا چہرے پر پھسلا تھا۔اس نے وقت دیکھا تو گیارہ بج رہے تھے۔مراد کا نمبر بلاک کرتی وہ چینج کرنے لئے کپڑے نکالنے لگی۔چہرہ اس وقت سپاٹ تھا۔

دوسری جانب مراد نوشی کے گھر کے باہر کھڑا تھا۔نوشی اس کا موبائل لے کر باہر آئی تھی۔

"تم اپنی چیزوں کا دھیان نہیں رکھتے مراد! شکر کرو فون مجھے ملا تھا۔" وہ اسے جتاتے ہوئے بولی تھی۔مراد نے بمشکل مسکراتے اس سے فون لیا تھا۔وہ اپنا فون لائبریری میں بھول گیا تھا۔اس کی اس لاپرواہی کا فائدہ نوشی بہت اچھے سے اٹھا گئی تھی۔وہ فون لے کر گھر واپس آیا تو ماں کو اپنے انتظار میں بے چین پایا۔

"!سو جائیں مما"

وہ آہستگی سے بولتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔نجمہ بیگم نے گہری نظروں سے اس رویے کو دیکھا تھا۔پھر ایک فیصلہ کرتی مطمئن ہو گئی تھیں۔

مراد کمرے میں آیا تو اس نے فون چیک کیا۔ عروسہ اس کا میسج دیکھ چکی تھی۔ مگر وہ حیران ہوا تھا یہ دیکھ کر کہ عروسہ اسے بلاک کر چکی تھی۔اس نے پریشانی سے اپنے دوسرے نمبر سے عروسہ کا نمبر ملایا تھا۔ بیل جا رہی تھی مگر وہ ریسیو نہیں کر رہی تھی۔

"عروسہ! پک اپ دا فون۔"

وہ جھنجھلایا ہوا تھا۔ تبھی کال پک ہوئی تھی۔

"!ہیلو"

عروسہ کی سنجیدہ آواز سنائی دی تو مراد نے گہرا سانس لیا۔

"!آئی ایم سوری"

وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولا تھا۔دوسری جانب خاموشی تھی۔

"!آئی ایم سوری عروسہ"

وہ ایک بار پھر بولا تھا مگر دوسری جانب ہنوز خاموشی تھی۔

کیوں سزا دے رہی ہو عروسہ؟ کوئی مجھے تم سے ملنے نہیں دے رہا اور"

"تم بھی دور چلی گئی ہو۔۔۔۔

"اس کا نام ناجیہ تھا۔ یہاں اسی گھر میں رہتی تھی وہ۔"

وہ چھت پر موجود تھی۔ آسمان پر چھائے بادلوں کو دیکھتے اس نے بولنا شروع کیا تھا۔ مراد کا تھا۔

بہت پیار کرتی تھی مجھ سے۔ ان کا بھتیجا مجھ سے چڑتا تھا لیکن وہ اسے"

"بھی ڈانٹ دیتی تھیں میرے لیے۔

وہ نم لہجے میں بولی تھی۔ مراد صرف اسے سن رہا تھا۔

"میں آٹھ سال کی تھی۔ کیا آٹھ سال کی بچی کہانیاں بنتی ہے؟"

اس نے سوال کیا تو مراد نے نفی میں سر ہلایا مگر احساس ہوتے ہی کہ عروسہ اس کے سامنے نہیں ہے وہ منہ بولا تھا۔

"عروسہ کہانیاں نہیں بنتی۔"

وہ پورے یقین سے بولا تھا۔ عروسہ مسکرائی تھی مگر آنکھوں سے بہتے آنسوؤں کو روک نہیں پائی تھی۔

"میں نے خود دیکھا تھا ان کی کار کو آگے لگتے۔ وہ اتنی خوش تھیں۔ مگر پھر وہ چلی گئیں۔ سب نے مجھے قصوروار بنا دیا۔ میری ضد پر وہ باہر گئی تھیں۔"

وہ ایک بار پھر سب باتیں دہرا رہی تھیں۔ مراد اسے سن رہا تھا۔ جب کہ اس کے دکھ کو محسوس کرتے ہوئے اس کی آنکھوں کے گوشے بھی نم ہو گئے تھے۔

"واپس آجاؤ عروسہ!"

مراد اس کے چپ ہونے پر بولا تھا تو عروسہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

"اسی طرح آدھی رات میں میں نے تمہیں اپنی تکلیف بتائی تھی اور ہم دوست بن گئے تھے۔ آج میں وہ سب باتیں واپس لے رہی

ہوں۔ تمہیں آزاد کر رہی ہوں۔ میں سنبھل رہی ہوں مراد! اب

"تمہیں مجھے برداشت نہیں کرنا پڑے گا۔

"عروسہ! مت کرو۔"

وہ ملتجی ہوا تھا۔

میں پاگل نہیں ہونا چاہتی مراد! وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی تو تم نے مجھے "
سنبھالا مگر تمہارے جانے کا ڈر مجھے سچ میں ختم کر دے گا۔ اس لیے چلے
" جاؤ مراد! لیکن یاد رکھنا اپنی شادی میں ضرور بلانا۔ اپنا وعدہ یاد رکھنا۔
اس نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھتے ہوئے وہ اپنی سسکیوں کا گلا گھونٹ رہی
تھی جب کوئی اس سے کچھ فاصلے پر بیٹھا۔

" !آئی ایم سوری"

ہادی کی آواز پر اس نے جلدی سے خود کو سنبھالا تھا۔وہ اٹھ کر جانے لگی تو ہادی نے اسے روکا۔

پھوپھو کی دوست میری دوست کیوں نہیں ہے اس بات غصہ تھا"

"مجھے. لیکن تمہاری بات پر ہمیشہ سے بھروسہ تھا۔

ہادی کی بات پر وہ منجمد ہوئی تھی۔

،.....کیسی گہری بات ملی ہے ہم کی ایک دیوانے سے

! ساری گرہیں کھل جاتی ہیں ایک گرہ کھل جانے سے

،....خاموشی سے پھیل رہا تھا چاروں جانب سناٹا

کیسے سب کچھ بدل گیا ہے ایک آواز لگانے سے

"".....پہلے وہ خاموش رہا پھر یکدم شعلے پہن لئے

!ہم نے اک دن پوچھی تھی اک بات کسی پروانے سے

****

باسط کے ساتھ کمرہ شئیر کرنے کی وجہ سے وہ کمرے میں آتے ہی فریش ہو کر سونے کے لیے لیٹ گیا تھا۔وہ باسط سے کوئی بات نہیں کرنا چاہتا تھا ورنہ غصے میں وہ شاید کچھ غلط کر جاتا۔باسط کافی دیر بعد کمرے میں آیا تھا۔وہ فریش ہو کر سونے کے لیے لیٹا تو اس کا فون بجا۔شارق پر نظر ڈال کر اس نے جلدی سے کال پک کی۔وہ اس کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"کیا بات ہے لمظ؟"

اس نے دھیرے سے پوچھا جبکہ لمظ کے نام پر شارق نے آنکھیں کھولی تھیں۔

"اچھا میں آرہا ہوں۔"

باسط کے لہجے میں پریشانی اور فکر محسوس کرتے شارق نے مٹھیاں بند کی تھیں۔ باسط کے کمرے سے نکلتے ہی وہ اٹھ کر بیٹھا۔

"آدھی رات کو لمظ سے ملنے جانا۔"

وہ بڑبڑایا تھا۔ پھر کچھ سوچتا اٹھ کر کمرے سے باہر آیا۔ لاؤنج میں کوئی موجود نہ تھا۔ اس نے نچلے پورشن کی جانب قدم بڑھائے۔ کچن کی لائٹ آن دیکھ کر وہ وہیں رک گیا تھا۔ وہ شش و پنج میں تھا کہ اسے آگے جانا چاہیئے کہ نہیں تبھی اسے باسط کی آواز سنائی دی جو شاید کسی کو ڈانٹ رہا تھا۔ وہ دبے قدموں آگے بڑھا تھا۔ کچن میں رکھی چھوٹی سی ٹیبل کے گرد دو کرسیاں موجود تھیں ایک پر باسط بیٹھا تھا دوسری پر سر جھکائے ابیہا بیٹھی۔

" کھاؤ جلدی۔"

باسط نے سختی سے کیا تو ابیہا سر جھکائے تیزی سے کھانے لگی۔

منع کیا تھا ہر بات کو سر پر سوار مت کیا کرو۔ کھانے کا ناغہ؟ کس کی"

" اجازت سے تم نے کھانا چھوڑا۔

وہ اب بھی ڈانٹ رہا تھا۔ ابیہا کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا۔ باسط نے فورا بے

بسی سے سر تھاما تھا۔

" اچھا! اب رونا مت شروع کرنا۔"

باسط نے اس بال سہلائے تو ابیہا نے اسے پیچھے کر دیا۔

" !سوری"

باسط نے کان پکڑے تو ابیہا تو رخ موڑ لیا۔

میں جانتا ہوں تم نکاح کی وجہ سے ناراض ہو۔ میں نے ہی سب کو منع"

" کیا تھا۔ تمہاری طبیعت بگڑ جاتی۔

وہ نرمی سے اسے سمجھا رہا تھا جب کہ شارق واپس پلٹ گیا تھا۔

"ان دونوں نے مل کر کھیل کھیلا ہے میرے ساتھ۔"

کمرے میں آکر اپنا سر پکڑے بولا تھا۔ابیہا کو لمظ سمجھ کر وہ ایک نئ غلط فہمی کا شکار ہو گیا تھا۔

"باسط بھائی! اس نے مجھے مبارک باد بھی نہیں۔دی جبکہ اسے مبارک باد دینے والی سب سے پہلی میں تھی۔"

فریج کے پیچھے سے نکل کر سامنے آتی لمظ نے ابیہا کی شکایت لگائی تو ابیہا نے ہاتھ سے مختلف اشارے کرتے ہوئے باسط کو کچھ بتایا تھا۔

"غلطی تمہاری ہے لمظ! سوری کرو ابیہا سے۔"

باسط نے مصنوعی ناراضگی دیکھاتے لمظ سے کہا تو ابیہا نے گردن اکڑائی تھی۔

بہن کی ویلیو بیوی ملتے ہی ختم ہو گئی۔بس یہ دن دیکھنا رہ گیا تھا۔تائی امی کو بتاتی ہوں جا کر ان کی بہو کتنی شاطر ہے۔ابھی تو آئی نہیں اور بہن بھائی میں پھوٹ ڈلوادی۔"

لمظ کی دہائیاں عروج پر تھیں۔ابیہا صدمے سے منہ کھولے اسے دیکھ رہی تھی جبکہ باسط سر نیچے کیے مسکرا رہا تھا۔

****

"ماما اور پاپا! آپ دونوں ہادی کے ساتھ جائیں گے، میں بنین کو لے آؤں گا۔"

وہ مدثر صاحب کے سامنے کھڑا تھا۔دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں ڈالے وہ سنجیدہ کھڑا تھا۔مدثر صاحب جو سامان پیک کرنے میں عطرت کی

مدد کر رہے تھے اس کے پاس آئے۔انہوں نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے۔

ہم اپنی گڑیا کی حفاظت نہیں کر پائے تھے شان! وعدہ کرو مجھ سے"

"بنین کو باحفاظت ہمارے پاس لاؤ گے؟

اپنی بیٹی کے دکھ کو یاد کرتے وہ شان سے وعدہ سے لے رہے تھے۔

اس وقت میں چھوٹا تھا پاپا! اپنی بہن کو بچا نہیں پایا تھا، لیکن اب ایسا"

"نہیں ہو گا۔جب تک میں زندہ ہوں بنین کو کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔

اس نے اپنے ہاتھ مدثر صاحب کے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے عزم سے کہا جبکہ لہجے میں چھپی تکلیف مدثر صاحب پر بھی عیاں ہو گئی تھی۔انہوں نے اسے گلے لگا لیا تھا۔

"ماما!"

وہ ان سے الگ ہو کر عطرت بیگم کے پاس آیا جو خاموشی سے سامان پیک کر رہی تھیں۔

"میری بنین بہادر اور نڈر ہے شان! مگر وہ لوگ حیوان ہیں۔ وہ اتنی آسانی سے اس کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ بنین کو صحیح سلامت مجھ تک لانا ہے تمہیں شان!"

وہ سپاٹ لہجے میں بول رہی تھیں۔ اپنے اندر کی تکلیف اور دکھ چھپانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

"میں وعدہ کرتا ہوں آپ سے، آپ کی گڑیا دوبارہ آپ سے دور نہیں ہو گی۔"

شان نے ان کے دونوں ہاتھ تھام کر کہا تو اس کے اتنے یقین سے کہنے پر عطرت بیگم مسکرائی تھیں۔ آنکھوں سے آنسو صاف کرتی وہ شان کا

گال تھپک رہی تھیں۔جب اس نے انکا ہاتھ تھام کر اس کی پشت پر بوسہ دیا تھا۔

پاپا! سب کچھ ویسے ہی رہنا چاہیئے جیسے ہوتا ہے، بس ضرورت کا"
سامان لیں اپنے ساتھ۔ہمارے پیچھے وہ لوگ ضرور آئیں گے، میں
"نہیں چاہتا انہیں شک ہو کہ ہم یہاں سے شفٹ ہو گئے ہیں۔

اب وہ پلان کے حساب سے ہدایات دے رہا تھا۔مدثر صاحب نے ہاں میں سر ہلایا۔وہ مسکرا کر کمرے سے نکل گیا تھا۔کچھ دیر بعد ہادی کے آنے پر وہ آدھی رات کو ہی ہادی کے ساتھ وہاں سے چلے گئے تھے۔دیکھنے والے کو یوں محسوس ہوتا تھا کہ وہ عجلت میں کسی کیس کے سلسلے میں گئے ہوں۔ان پر نظر رکھنے والے لوگوں نے صمد کو خبر دی تھیں تو اس نے کچھ بھی کرنے سے منع کر دیا کیوں کہ بنین ان کے ساتھ نہ تھی۔سورج کی روشنی پھیلنے لگی تو شان بنین کا ہاتھ تھامے

اپارٹمنٹ سے باہر نکلا۔بنین کے ہاتھ پر لگا خون جو اس کے کپڑوں کو رنگ چکا تھا،دیکھ کر ان لوگوں نے ایک بار پھر صمد کو اطلاع دی تھیں مگر وہ سو رہا تھا تو فون چیک نہیں کر پایا۔انہوں ملک تراب علی کے خاص آدمی کو فون ملایا۔

"وہ لڑکی اور لڑکا ابھی کچھ دیر پہلے نکلے ہیں۔لڑکی کو چوٹ لگی تھی شاید"

"کسی ہسپتال جا رہے ہیں۔

"مار دو دونوں کو۔"

اس آدمی نے کہا تو وہ حیران ہوا۔

"لیکن ہمیں بس نظر رکھنے کا کہا تھا؟"

اس نے اعتراض کیا تو دوسری جانب موجود شخص نے فون اسپیکر پر ڈالا۔

"جتنا کہا ہے اتنا کرو۔"

تراب علی کی سخت گیر آواز سن کر اس شخص نے فوراحامی بھر لی تھی۔

"صمد کو پتا نہیں چلنا چاہیئے۔ان کی موت حادثہ لگنی چاہیئے۔"

انہوں نے اگلا حکم جاری کیا تھا۔جیسے اس شخص نے فرمابرداری سے مان لیا تھا۔

"ہم کب تک بھاگے گیں شان؟"

سنجیدگی سے ڈرائیو کرتا وہ بنین کا سوال سن کر بھی ان سنا کر چکا تھا۔

"!!شان"

اس نے اس کا بازو جھنجھوڑا تو شان نے ایک نظر اس پر ڈالی۔

میں نے تمہیں منع کیا تھا بنین !مت کرو کچھ بھی مگر تم نے میری"

بات کو بالکل اہمیت نہیں دی۔اتنے سال جس بات کو ماما اور پاپا نے تم

"سے چھپایا تھا۔تم نے ان کا ڈر سچ ثابت کر دیا۔

وہ سامنے دیکھتے بول رہا تھا جب کہ بنین شرمندہ ہوتی سر جھکا گئی تھی۔

میں چار سال کا تھا بنین ! جب میری گڑیا اس دنیا میں آئی۔ پھر جانتی"

" ہو کیا ہوا؟

بنین کا سانس رکا تھا۔

میری آنکھوں کے سامنے اسے مار دیا گیا، وہ بہت چھوٹی تھی بنین ! وہ"

لوگ تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے مگر ماما نے انہیں بتایا۔ گڑیا کے جانے کے بعد ماما کی حالت بہت خراب رہنے لگی تھی۔ پاپا انہیں لے کر شفٹ ہو گئے ہیں کیونکہ ملک تراب علی کو یقین ہو گیا تھا کہ تم مر چکی ہو۔ اماں نے جب ماما کی گود میں تمہیں ڈالا تو انہوں نے تمہیں اپنی گڑیا سمجھ لیا تھا۔ ہماری گڑیا ہمیں واپس مل گئی تھی مگر ایک ڈر کے

"ساتھ کہ اسے چھین لیا جائے گا۔

شان بول رہا تھا جبکہ بنین بہتی آنکھوں سے اس کی بتائی حقیقت سن رہی تھی۔

میں اپنی گڑیا کی حفاظت نہیں کر سکا تھا بنین ! لیکن تمہاری حفاظت "

"ضرور کروں گا چاہے میری جان ہی کیوں ناداؤ پر لگ جائے۔

اس کا لہجہ آخر میں بدلا تھا۔اس نے بیک مرر سے کسی کار کو اپنا پیچھا کرتے محسوس کیا تھا۔

"بنین ! نیچے ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

اس نے بنین کی سیٹ پیچھے کرتے ہوئے کہا تو بنین نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

"بنین ! وقت ضائع مت کرو۔"

اس نے اسے ڈپٹا تو بنین جلدی سے پیچھے ہو کر بیٹھ گئی تھی۔شان نے رفتار بڑھالی تھی۔مختلف سڑکوں پر مڑتے اس نے جیسے ہی اس کار کو ڈاچ کیا تھا اس نے کار روک کر بنین کو اترنے کا کہا۔

"تم یہیں رکو گی جب تک میں واپس نہیں آتا۔"

بنین کو ایک دکان کے پاس اتار کر وہ تیزی سے کار آگے لے گیا تھا۔بنین دعائیں کرتی اس دکان کے اندر چلی گئی تھی۔تقریبا ایک گھنٹہ انتظار کے بعد اسے شان کا فون آیا تھا۔

"جلدی باہر آؤ اور چہرہ چھپا لینا۔"

شان عجلت میں تھا۔وہ باہر نکلی تو کار سڑک کے دوسری جانب کھڑی تھی۔بنین نے تیز یسے قدم آگے بڑھائے جب شان کی آواز پر رکی۔

" !واپس جاؤ بنین"

وہ چلایا تھا۔

"شان ! مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

بنین نے روتے ہوئے کہا۔دل کچھ برا ہونے کی گواہی دے رہا تھا۔

"!بنین ! تم یہاں نہیں آؤ گی سمجھی"

وہ فون پر اسے روک رہا تھا جبکہ سڑک کے پار کھڑی بنین نے آگے بڑھنا چاہا تو اسی وقت مخالف سمت سے آتے ٹرک نے اس کی کار کو ٹکر ماری تھی۔ کار دو بار گھوم کر فٹ پاتھ کے دوسری جانب الٹی ہو کر گری تھی۔

"!!شان"

وہ پوری شدت سے چلاتی اٹھ کر بیٹھی تھی۔ خود کو خالی گھر میں محسوس کر کے وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔ دوسری جانب تراب علی سے مل کر صمد اپنے فلیٹ میں آیا تھا جہاں آتے ہی اس نے سب سے پہلے سی سی ٹی وی فوٹیج چیک تھی۔ کیمرہ چونکہ بس لاؤنج میں لگا تھا تو اسے صرف یہی معلوم ہوا تھا کہ تراب علی وہاں آئے تھے۔ ان کے آدمی گھر میں توڑ پھوڑ کر رہے تھے جبکہ بنین اسے کہیں نظر نہ آئی۔ کچھ دیر بعد وہ

ارتسام کے کمرے میں گئے تھے اور پھر واپس آتے فلیٹ سے نکلتے چلے گئے۔

وہ اپنا سر پکڑے بیٹھا تھا، سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔بنین نے قتل کا انکشاف کیا تھا مگر سی سی ٹی وی فوٹیج میں ایسا کچھ نہیں تھا۔ملک تراب علی بھی اس بات کو قبول کر چکے تھے وہ اس کے فلیٹ میں آئے تھے ۔ایک بار پھر وہ بنین پر بھروسہ کرتے کرتے ملک تراب علی کو چن چکا تھا۔

****

اگلا دن انصاری منزل میں چہل پہل لایا تھا۔باسط کی آنکھ کھلی تو اس نے شارق کو آس پاس نہ دیکھ کر نفی میں سر ہلایا۔وہ فریش ہوتا باہر آیا تو جازبہ بیگم اور نوریہ بیگم کو ناشتہ کرتے پایا۔

"آجاؤ، باسط بیٹا! ناشتہ کرلو۔"

انہوں نے باسط کو دیکھتے ہی خوشگوار لہجے میں بلایا تھا۔ باسط مسکرا کر ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

"خالہ! شارق کہاں ہے؟ "

باسط نے ناشتہ کرتے ہوئے پوچھا تو نوریہ بیگم نے تاسف سے سر ہلایا۔

کہہ رہا تھا اس کا دوست بیمار ہو گیا ہے، اچانک سے تو واپس جا رہا"

"ہے۔

نوریہ بیگم کے لہجے میں ہلکے سے غصے کی جھلک محسوس کرتے باسط نے گہری سانس لی۔

خالہ! آپ غصہ تو مت کریں۔ ہو سکتا ہے زیادہ سیریس مسئلہ "

"ہو۔ آپ واپس جا کر اس کے کان کھینچ لینا۔

وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولا تھا۔نوریہ بیگم مسکرادی تھیں۔جازبہ بیگم نے یک دم باسط کان پکڑا تو نوریہ بیگم حیران ہوئی جبکہ باسط نے مصنوعی خفگی سے ماں کی جانب دیکھا تھا۔

ہر معاملے کو سمجھداری سے حل کرنے والا میرا بیٹا جب لاپرواہی کرتا"

"!ہے تو یہ کرنا ضروری ہو جاتا ہے نوریہ

انہوں نے نوریہ کی حیرت دور کرتے ہوئے انہیں وضاحت دی تو وہ سر نیچے کئے ہنس دیں۔

"!اب یہ زیادتی ہے تائی امی"

لمظ کی چہکتی آواز پر ان تینوں نے سیڑھیوں کی جانب دیکھا جہاں لمظ ہاتھ میں ٹرے پکڑے کھڑی تھی۔

"ارے میری بیٹی آئی ہے۔"

نوریہ بیگم تو جیسے کھل اٹھی تھیں اسے دیکھ کر۔

میں اسپیشل ناشتہ لائی ہوں جو آپ کو میرے ساتھ کرنا ہے۔تائی امی !"
آپ کی بہو کو شدید قسم کی شرم کا دورہ پڑا ہوا ہے اس لئے آپ بھی
"میرے ساتھ ہی ناشتہ کر لیں، باسط بھائی چاہیں تو چکھ سکتے ہیں۔
وہ آخر میں شرارت سے بولی تو وہ تینوں مسکرا دیئے۔وہ چاروں
مسکراتے باتیں کرتے ہوئے ناشتہ کر رہے تھے جبکہ دوسری جانب
شارق بس اڈے پر ویٹنگ ایریا میں بیٹھا تھا۔بار بار رات کا منظر اس کی
آنکھوں میں گھوم رہا تھا۔
میرے نکاح میں ہو کر وہ کیسے آدھی رات کو اسے بلا سکتی ہے اور پھر"
"——اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانا
اس کے دماغ کی رگیں سوچ سوچ کر پھٹنے والی ہو گئی تھیں۔
"لمظ انصاری ! تمہیں یہ دھوکا بہت مہنگا پڑے گا۔"

اس نے اپنے موبائل میں لمظ کا نمبر دیکھتے ہوئے کہا۔وہ رات میں باسط کے سونے کے بعد لمظ کا نمبر اس کے فون سے لے چکا تھا۔اس نے کچھ سوچتے ہوئے لمظ کے نمبر پر میسج کیا تھا۔

"جانا ضروری نا ہوتا تو آپ سے مل کر جاتا۔اس بار کے لئے معافی دے دیں۔آپ کا کل ہی بنا شوہر شارق حیدر!"

میسج بھیج کر اس نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا لی تھی۔

"کھیل ہے تو کھیل ہی سہی،دیکھتے ہیں کون جیتتا ہے۔"

وہ پراسرار سا مسکرایا تھا۔

زندگی میں بعض آزمائشیں ہم خود پیدا کر لیتے ہیں،جن کے نتائج اتنے سنگین ہوتے ہیں کہ وجود کو ہی کھوکھلا کر دیتے ہیں۔شارق نے غلط فہمی کے چلتے اپنے گرد غلط فہمیوں کا ایک جال بنا لیا تھا جو جلد ہی جکڑنے والا تھا۔

****

"عروسہ بچے! ناشتہ کر لے۔"

شاہدہ بیگم نے باہر سے ہی اسے آواز لگائی تو وہ اٹھ کر باہر آئی۔

"دادی! مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے؟"

وہ کافی دیر سے اٹھی ہوئی تھی مگر باہر نہیں نکلی تھی۔ہادی جو روز شاہدہ بیگم سے دعا لے کر جاتا تھا،اس کے جانے کے بعد ہی وہ باہر آئی تھی۔

"ناشتہ تو کر لے بچے! پھر پوچھ لینا جو پوچھنا ہے۔"

انہوں نے لاڈ سے اسے ساتھ لگایا تھا۔پھر جوس کا گلاس اس کی طرف بڑھایا جو عروسہ نے پکڑ لیا تھا۔

"---دادی! یہ ہادی----ناجیہ آنی کا"

وہ جھجھکتے ہوئے پوچھ رہی تھی جب شاہدہ بیگم کو مسکراتے دیکھ کر رکی۔

"اتنے دن بعد پہچان لیا اپنے بچپن کے دشمن کو۔"

وہ ہنستے ہوئے بولی تو عروسہ نے بے ساختہ اوپر کی منزل کی جانب دیکھا۔

"پھوپھو کی دوست میری دوست کیوں نہیں ہے، اس بات کا غصہ تھا مجھے۔ لیکن تمہاری بات پر ہمیشہ سے بھروسہ تھا۔"

کل رات کہے ہادی کے جملے کان میں گونجے تو اس نے سارا دھیان جوس کی جانب لگا لیا۔

"ناجیہ کے بعد وہ اپنی ماں اور حوریہ کے ساتھ یہیں آ گیا تھا۔ دو سال پہلے اس کی ماں ---"

انہوں نے اپنی بات ادھوری چھوڑی، لہجے میں دکھ تھا۔ عروسہ نے ان کے کندھے پر سر رکھا تھا۔

"اکثر پوچھتا رہتا تھا تمہارا۔"

انہوں نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے بتایا تو عروسہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔ وہ اسے ہادی کے بارے میں مزید بتا رہی تھیں جبکہ وہ خاموشی سے سن رہی تھی۔ ذہن بچپن میں پہنچا ہوا تھا۔

"پھوپھو! اس چڑیل سے کہیں پلیٹ سامنے رکھے۔"

دس سال کا ہادی غصے سے ناک پھلائے ایک ہاتھ کمر پر ٹکائے عروسہ کے سامنے کھڑا تھا ساتھ ہی ناجیہ کو بلایا تھا جو اس کی غصے بھری آواز سن کر کچن سے باہر نکلی تھی۔

"میں تمہیں اور بنا دیتی ہوں۔"

اس نے عروسہ کو بھی غصے میں آتے دیکھ کر معاملہ ختم کرنا چاہا۔

"آپ میری پھوپھو ہیں تو یہ چڑیل آپ کے بنائے پکوڑے پہلے کیوں کھائے گی؟"

وہ لڑنے مرنے پر اتر آیا تھا۔

"!کیونکہ میں نے آنی سے کہا تھا بنانے کے لئے سمجھے چھچھوندر"

اس نے کہتے ساتھ ہی ایک پکوڑا اٹھا کر منہ میں ڈالا میں تھا۔ہادی نے اسے اتراتے دیکھ کر پلیٹ اس کے ہاتھ سے چھین کر نیچے دوڑ لگادی تھی۔

"پہلا حق تو میرا ہی ہے۔ "

جاتے جاتے بھی وہ اسے چڑانا نہیں بھولا تھا۔ناجیہ نے فوراً آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔ورنہ دونوں کے بیچ جنگ چھڑ جاتی۔

"یہ ہمیشہ ایسے کرتا ہے۔"

وہ شکایت لگا رہی تھی۔جب کہ اس کے رونے پر ناجیہ ہنسی دبا رہی تھی ورنہ وہ اس بھی ناراض ہو جاتی۔

"کھانا میں کیا بناؤں تیرے لئے؟"

شاہدہ بیگم جو اس عمر میں فٹ تھیں، انہوں نے محبت سے پوچھا تو عروسہ ماضی سے باہر آئی۔

"آج میں بنواؤں آپ کے ساتھ۔"

وہ جھجکتے ہوئے بولی تو شاہدہ بیگم نے فورا مسکرا کر سر ہاں میں ہلایا تھا۔اسے نارمل ہوتے دیکھ کر وہ خوش ہو رہی تھیں۔ جبکہ عروسہ کچھ اور سوچ رہی تھی۔

****

"آنٹی مراد کہاں ہے؟"

سانول اسے لینے آج خود آیا تھا۔

"وہ تو چلا گیا یونی۔"

نجمہ بیگم نے اسے بتایا تو وہ حیران ہوا۔

"اچھا میں بھی چلتا ہوں۔"

Zubi Novels Zone

وہ عجلت میں کہتا تیزی سے واپس مڑ گیا تھا جبکہ نجمہ بیگم کچھ کہنے کی چاہ میں ہی رہ گئی تھیں۔

سانول سیدھا پارک آیا تھا جہاں مراد ہمیشہ جاتا تھا۔اس نے پارک میں نظر دوڑائی تو اسے کچھ دور سب سے الگ تھلگ مراد بیٹھا نظر آیا۔وہ اس کیجانب بڑھا تھا۔

"یونی نہیں جانا تمہیں۔یہاں کیوں بیٹھے ہو ایسے؟"

سانول نے اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے پوچھا۔مراد نے اپنے بندھے ہاتھوں کو کھولا تھا۔

میں نے ایک دن تم سے کہا تھا کہ میں پابندیوں سے تنگ آگیا"

"ہوں،مجھے دوست کے روپ میں ڈکٹیٹر نہیں چاہیئے۔

وہ کھوئے کھوئے انداز میں بولا تو سانول نے اچنبے سے اسے دیکھا۔

جس دن میں نے تم سے دوستی کی تھی،اس نے مجھے کہا تھا اچھے "

"دوست بناتے ہیں۔

اس نے ہنستے ہوئے کہا تو سانول کو وہ ٹھیک نہ لگا۔

کل سمجھ آیا اسے نے یہ کیوں کہا تھا، ہمارے دوستی کے پہلے دن تم نے "

"مجھے سگریٹ پلائی تھی۔وہ فورا پہچان گئی تھی مگر میں بدلنے لگا تھا۔

اس نے سانول کی پاکٹ سے سگریٹ کی ڈبی نکالی تھی۔ایک سگریٹ

سلگاتے اس نے اپنا لائٹر بھی سانول کی پاکٹ میں ڈال دیا تھا۔

نوشی جب ہماری زندگی میں آئی تو اس نے کہا وہ اچھی نہیں ہے۔اس "

نے کردار کے بارے میں نہیں کہا تھا مگر ہم نے یہی سمجھا۔میں اس

"سے دور بھاگنے لگا کیونکہ مجھے یہ زندگی اچھی لگنے لگی تھی۔

اس نے سگریٹ کے کش لگانے شروع کئے۔

میں نے ہی اسے کہا تھا لڑکا لڑکی دوست نہیں ہوتے اور وہ پیچھے ہٹ"
"گئی۔ جیسے سب شروع ہوا تھا کل ویسے ہی سب ختم ہو گیا۔
مراد نے سگریٹ کو مٹھی میں دبایا تھا۔ جلن محسوس کرتے آنکھیں بند ہوئی تو سانول نے اس سے سگریٹ لے کر پھینکا۔

"ہماری وجہ سے وہ تم سے دور ہو گئی ہے؟"
سانول نے پوچھا تو اس نے نا میں سر ہلایا۔
میری وجہ سے۔ میں نے اسے کہا تھا میں نوشی سے شادی کرنا چاہتا"
ہوں، وہ دوست بن کر شامل ہو۔ اس نے ہر لڑکی کو مجھ سے دور کیا تا کہ
میں نوشی کے قریب رہوں۔ میں کھیل کھیل رہا تھا اور وہ دوستی نبھا رہی
"! تھی۔ میں اپنی دوست کھو دی سانول
وہ اپنا سر ہاتھوں میں گرائے رویا تو سانول نے ہمدردی سے اسے دیکھا
تھا۔

بس وہ میری دوست تھی سانول ! میں نے اسے جان بوجھ کر تکلیف"

"دی۔

وہ چہرہ چھپائے رو رہا تھا۔سانول کے پاس اسے دینے کو بس دلاسہ تھا۔

یہ مسلسل تری قربت بھی کہاں راس مجھے

ایسا کچھ کر مجھے تجھ سے بھی اکتاہٹ ہو

پھر میں پوچھوں تجھ سے کم مائیگی کیا ہے

جب کھودے مجھے، روئے، تجھے گھبراہٹ ہو

****

مجھے معاف کر دیناشان ! میں پھر سے تمہاری بات کی نفی کرنے جا"

"رہی ہوں مگر اس طرح میں قرض اتار سکوں گی، ماما کا، پاپا کا اور تمہارا۔

وہ شان کے پاس بیٹھی اس سے باتیں کر رہی تھی۔آج ہی ہادی اسے

شفٹ کروانے والا تھا۔وہ آخری بار اس سے ملنے آئی تھی۔

زیادہ دیر مت کرنا شان! ماما اور پاپا نے بہت وقت تمہارے بنا گزرا"
"ہے، انہیں مزید اکیلا مت رہنے دینا۔

وہ خود کو مضبوط بنائے بول رہی تھی جب آنکھ سے آنسو نکلا تو وہ ہنسی تھی۔

میری آنکھوں میں جلن ہے صبح ہے، یہ مت سمجھنا میں رو رہی"
"ہوں۔

وہ جھوٹ بولنے کی کوشش کرتی خود کو بہلا رہی تھی۔ شان کے وجود میں کوئی حرکت ہوتے نہ ہوتے دیکھ وہ اس پر آخری نظر ڈالتی کھڑی ہوئی تھی۔ پھر اپنے فون پر ہادی کا نمبر ڈائل کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی تھی۔

"کتنے دن لگیں گے؟"
اس نے ڈائیریکٹ سوال کیا تھا۔

"چار دن۔"

ہادی کی مصروف آواز پر اس نے گہری سانس لی۔

"!میں تمہیں اس سب کا حصہ نہیں بنانا چاہتی ہادی"

اس نے ہادی کو سمجھانا چاہا۔

میں اس سب کا حصہ بہت پہلے ہی بن گیا تھا بنین !-----میں کچھ دیر"
"تک ہاسپٹل پہنچ رہا ہوں۔

"میں جا رہی ہوں ہادی ! تم سے چار بجے ملوں گی۔"

اس نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔ہادی نے فون کو دیکھ کر نفی میں سر ہلایا تھا۔

میں بنین کو اس سب سے نکال لوں گا شان ! مگر تمہیں جلد ٹھیک ہونا"
"ہو گا۔تم اپنی ذمہ داری میرے سر نہیں ڈال سکتے۔

وہ دل ہی دل میں شان سے مخاطب تھا۔

****

"کیا کر رہی ہو تم یہاں؟"

جیسے ہی اس کے گارڈز نے اسے بنین کے یونی میں جانے کا بتایا وہ فورا وہاں پہنچا تھا۔

"کام مکمل ختم کرنے۔ میری ڈگری کینسل ہو رہی ہے تو اپنی آنکھوں سے سب دیکھنا چاہتی ہوں۔"

بنین نے بے تاثر چہرے کے ساتھ کہا تو صمد نے ماتھا مسلا۔

"تمہاری ڈگری کینسل نہیں ہو گی۔ میں بات کر لوں گا ڈین سے۔"

صمد نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اوہ! میں تو بھول ہی گئی تھی کہ میں کوئی عام لڑکی تھوڑی نہ ہوں، میں تو دی گریٹ ملک تراب علی کی اکلوتی پوتی ہوں، میری ڈگری کیسے کینسل ہو سکتی ہے۔"

وہ طنز کر رہی تھی جو صمد کو اچھے سے سمجھ آ رہا تھا۔

تم اپنی زبان کا بہت غلط استعمال کرتی ہو بنین ! یہ نہ ہو تمہیں پچھتانا"

"پڑے۔

صمد نے بظاہر مسکراتے مگر اسے دھمکی دی تھی۔

"تو کاٹ دو اس زبان کو، یہی تو کرتے ہو تم سب۔"

بنین نے غصے سے کہا تو صمد نے اس کا بازو پکڑ کر آگے کیا۔

"اتنا بولو مسز جتنا سہہ سکو۔"

اس کی بات پر بنین ہنستی چلی گئی تھی۔

مسز؟ میں نے کہا تھا مسٹر صمد ! نکاح کا ثبوت لاؤ۔ مردے بیان دینے"

نہیں آئیں گے۔ لیکن میرے پاس تمہارے لئے سرپرائز ضرور ہو

"گا۔ بس چند دن اس کے بعد وہی ہو گا جو تم چاہتے ہو۔

وہ سمجھ نہیں پایا تھا بنین کی باتوں کو۔بنین اس سے بازو چھڑوا کر آگے بڑھ گئی تھی جب ایک لڑکی نے اسے جان بوجھ کر دھکا مارا تھا۔بنین کا دھیان نہیں تھا اس لئے وہ خود کو سنبھال نہیں پائی تھی۔جیسے ہی وہ نیچے گری تھی صمد اس کیجانب لپکا تھا۔

"ہاؤ ڈیئر یو؟"

بنین کے پاس بیٹھتے وہ غصے سے اس لڑکی پر چیخا تھا۔وہ لڑکی ڈر کر پیچھے ہوئی تھی۔

"!آئی ایم سوری"

وہ کہہ کر تیزی سے وہاں سے بھاگی تھی۔صمد بنین کیجانب متوجہ ہوا جس کی ہتھیلی سے خون نکل رہا تھا۔اس نے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو بنین نے فوراً ہاتھ پیچھے کیا تھا۔

*

*

*

/**********

"!ہاتھ دیکھاؤ مجھے بنین"

اسکا ہاتھ پیچھے لے جانا صمد کو بالکل پسند نہ آیا تھا۔

"یہ تکلیف بہت کم ہے صمد !اس تکلیف کے آگے جو تم مجھے دے چکے ہو۔"

وہ کھڑی ہوتی بولی تھی۔صمد اب کی بار کچھ نہ بولا تھا۔

"مجھے اپنے ضروری کام مکمل کرنے ہیں،اس کے بعد میں حویلی آجاؤں گی،امید کرتی ہوں مجھ پر اتنا احسان تو کیا جائے گا؟"

عام سے لہجے میں بولتی وہ آخر میں طنز کرنا نہیں بھولی تھی۔

"کوئی تمہیں تنگ نہیں کرے گا۔ابھی چلو میرے ساتھ۔"

اسکی بات سن کر وہ سادہ سے لہجے میں گویا ہوا تھا۔پھر بنا اسے سمجھنے کا موقع دیے اسکا بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ لئے آگے بڑھ گیا۔بنین مسلسل مزاحمت کر رہی تھی مگر صمد کی پکڑ مضبوط ہوتے محسوس کر وہ مذاحمت ترک کرتی اس کے ساتھ چلنے لگی۔

****

"یہ چیزیں بھی رکھ لو۔"

لمظ نے ایک باکس ابیہا کی جانب بڑھایا تھا۔

"کیا ہے اس میں؟"

ابیہا نے اسے اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"بم!"

ایک لفظی جواب دے کر لمظ نے چاکلیٹ کا باکس اٹھا کر اس کی جانب بڑھایا۔

"یہ بھی رکھ لو۔اتنے روکھے پھیکے شوہر ملنے کے دکھ میں یہ تحفہ میں ڈیزرو نہیں کرتی۔"

پس پردہ شارق کو طنز کا نشانہ بناتے ہوئے اس نے دکھی لہجے میں کہا۔ابیہا نے باکس اس سے لے کر رکھا اور اشارے سے اسے کچھ بتانے لگی۔لمظ نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"سچ میں؟ پھر سے بیا کا پوچھ رہا تھا؟ تم سے پوچھا اس نے؟"

لمظ نے ابیہا کے بتانے پر حیرانی سے پوچھا تو اس نے نا میں سر ہلایا اور مزید بتانے لگی۔

"مطلب! وہ مناہل سے پوچھ رہا تھا اور تم دور کھڑی تھی؟ اس کا مطلب اس کی تم سے کبھی بات نہیں ہوئی؟"

لمظ کا ذہن مزید الجھتا جا رہا تھا۔اس کا فون بجا تو اس نے تکیے کے نیچے سے فون نکالا۔انجانے نمبر سے کال آتے دیکھ کر اس نے سنجیدگی سے کال پک کی۔

"اتنی ناراض ہو کہ میسج تک نہیں دیکھا؟"

شارق کی مصنوعی دکھ بھری آواز پر لمظ نے فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔

"کون بات کر رہا ہے؟"

اس نے اب کی بار لہجے میں سختی بڑھائی تھی۔

"وہی جس کے نام آپ کل لکھی جا چکی ہیں۔"

شارق نے لہجے میں محبت سموتے ہوئے بتایا تو لمظ کو کھانسی کا دورہ پڑا۔شارق جو ناٹک کر رہا تھا،لمظ کے ری ایکشن پر فون کو دیکھنے لگا۔ابیہا نے فوراً جگ سے پانی لے کر لمظ کو دیا تھا۔پانی پی کر اس کی سانس بحال ہوئی تھی۔

"!کل تو آپ کسی بربادی کا ذکر کر رہے تھے مسٹر ارجنٹ ہسبنڈ"
لمظ نے بنا لگی لپٹے پوچھا تو شارق نے اس کی اچھی یاداشت ہونے پر داد دی تھی۔

"مذاق کر رہا تھا اگر آپ کو برا لگا تو معافی مانگ سکتا ہوں۔"
شارق نے ملتجی لہجے میں کہا تو لمظ نے ابیہا کو اشارے سے پیکنگ کرنے کا کہا اور کمرے سے باہر نکل آئی۔

ویل! کچھ باتیں مذاق نہیں لگتی جس طرح کچھ سچ سچ نہیں"

"ہوتے۔ مدعے کی بات پر آتے ہیں، آپ نے مجھ سے نکاح کیوں کیا؟
وہ اس جگہ آئی تھی جہاں کوئی موجود نہ تھا اس بے دھڑک ہو کر سوال کر رہی تھی۔ شارق کے چہرے پر حیرت آئی تھی۔

"! میں سچ میں مذاق کر رہا تھا لمظ"
اس نے جیسے ہی یقین دلانے کی کوشش کی لمظ نے گہری سانس لی۔

دیکھئے شارق! میں رشتوں میں جھوٹ، فریب اور دھوکے کی قائل" نہیں ہوں۔ آپ نے پہلا قدم مجھ تک بڑھایا تو میں نے اعتبار کرتے ہوئے آگے قدم بڑھایا ہے۔ اعتبار کی ڈور بہت نازک ہوتی، اس ڈور کو ٹوٹنے مت دیجئے گا۔ شادی میں کچھ ٹائم باقی ہے، اپنی الجھنیں دور کر لیں تب تک۔"

باسط کو وہاں آتے دیکھ کر اس نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔ شارق لاجواب ہو کر رہ گیا تھا۔ لمظ کی باتوں نے اسے شرمندہ کر دیا تھا مگر یہ شرمندگی وقتی تھی۔ جیسے ہی رات کا منظر اس کے ذہن میں تازہ ہوا وہ غصے سے سر جھٹک کر رہ گیا۔

"تم ساتھ جاؤ گی؟"

باسط نے اس کا عجلت میں فون بند کرنا محسوس کیا تھا مگر اسے جتایا نہیں تھا۔

نہیں بھائی! زین اور زمان بھائی بھی جا رہے ہیں، آپ اور ابیہا بھی چلے" جائیں گے، ایسے میں میں بھی چلی گئی تو گھر والوں کے موڈ سوئنگز کون برداشت کرے گا؟"

لمظ نے ہنستے ہوئے کہا تو باسط نے مسکرا کر اس کے سر پر چپت لگائی۔

اگلے ہفتے سے ابیہا کے مڈز شروع ہو رہے ہیں، تمہاری سمیسٹر بریک" کب ہے؟"

وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔

دو باتیں جوڑنے کا مقصد سمجھ نہیں آیا، آپ وہ پوچھیں نہ جو پوچھنا" چاہتے ہیں؟"

لمظ نے شرارت سے پوچھا تو باسط نے نفی میں سر ہلایا۔

تمہاری یہ بے وقت کی سمجھداری، اور الٹے سوال۔"

باسط نے تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"سمیسٹر بریک نہیں آئے گا باسط بھائی! میرا لاسٹ سمیسٹر ہے۔"

باسط کے ری ایکشن پر اس نے یاد دلایا تو باسط کے چہرے کے تاثرات بدلے۔لمظ نے مسکراہٹ دبائی۔

نکاح کی خوشی میں، لوگوں کی یاداشت بھی متاثر ہوتی ہے پہلی بار"

"دیکھا ہے۔

وہ اسے تنگ کرنے سے باز نہ آئی تھی۔ باسط وہاں سے جانے لگا تو لمظ اس کے سامنے آئی۔

مجھے کچھ خدشات ہیں، اگر یہ رشتہ میرے لئے صحیح نہ ہوا تو آپ میرا "

"ساتھ دے گیں؟

اس کا یک دم سنجیدہ سوال کرنا باسط کو پریشان کر گیا تھا۔

"کوئی بات ہوئی ہے لمظ! شارق نے کچھ کہا ہے؟"

وہ یک دم پریشانی میں سوال پر سوال کر گیا تھا۔اس کی اتنی فکر پر لمظ نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

بات تو کوئی نہیں ہوئی بس دل گھبرا رہا تھا تو آپ سے شیئر کر لی دل کی "

"بات۔

لمظ نے مسکرا کر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا تو باسط نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

اپنے ہر قدم پر تم مجھے اپنے ساتھ پاؤ گی۔میرے لئے میری بہن کی "

"خوشی سب سے پہلے ہے۔

باسط کے اتنے مان دینے پر وہ نم آنکھوں سے مسکرا دی تھی۔

****

وہ خاموشی سے بیٹھی پٹی کروا رہی تھی جبکہ صمد کچھ فاصلے پر کھڑا فون پر بات کر رہا تھا۔وہ اسے یونی کے ہی میڈیکل ایریا میں لایا تھا۔

ہو گیا۔چوٹ زیادہ گہری نہیں ہے مگر ہتھیلی ہے تو شاید اکڑ پیدا ہو"

"جائے۔پین کلر لے لینا جب بھی درد زیادہ بڑھ جائے۔

وہ لڑکی نرمی سے بول رہی تھی جب اس کی بات پر سر تائید میں ہلا کر وہ کھڑی ہوئی تھی۔صمد کے پاس سے گزر کر جانے لگی جو صمد نے اس کا بازو پکڑ کر روکا۔وہ اب بھی فون پر بات کر رہا تھا۔بنین نے خود کو چھڑوانے کی کوشش کی۔

"ہم ساتھ جائیں گے۔"

اس کو مزاحمت کرتا دیکھ کر اس نے فون کان سے ہٹا کر سخت الفاظ میں اپنی بات کہی تھی جبکہ بنین کڑھ رہ گئی تھی۔

"ہمم! ساری اپڈیٹ مجھے پہنچا دینا۔"

اس نے کہہ کر فون بند کیا تھا پھر بنین کا بازو چھوڑ کر اس کی ہتھیلی دیکھی۔

" !دشمنی صحیح سے نبھانی چاہیئے مسٹر صمد"

"دشمن سے پہلے میرے چاچو کی بیٹی ہو تم۔"

اچھے سے اس کی چوٹ کا معائینہ کر کر وہ اسے ساتھ لے جاتے ہوئے بولا۔

اس کار میں میں بھی تھی شان کے ساتھ۔تب میری یہ حیثیت کہاں "تھی؟ یا تمہارے چاچو کی بیٹی کا اعزاز بھی مجھے وقتی طور پر ملتا ہے؟

بنین کے سوال اسے ہمیشہ الجھاتے تھے۔

"تمہارا یہ زہر تمہارے اندر نہیں رہ سکتا؟"

وہ جیسے اکتا گیا تھا اس کی باتوں سے۔

"یہ تو زہر پیدا کرنے سے پہلے سے سوچنا تھا۔"

وہ دوبدو کہتی اس سے کلائی چھڑوا کر آگے بڑھ گئی تھی۔صمد نے گھور کر اسے جاتے دیکھا تھا۔

****

"حوریہ! میری فائل نہیں مل رہی تھی، تم نے دیکھی ہے؟"

عروسہ ہاتھ میں ٹرے پکڑے ان کے پورشن میں آئی تھی جب ہادی جھنجھلائی آواز اسے سنائی دی۔

"بھائی! مجھے کچھ نہیں پتا۔"

حوریہ کے جواب پر وہ بے زار ہوتا کمرے سے باہر آیا تھا جب عروسہ باہر کھڑے دیکھ کر چونکا۔

"!فائل"

عروسہ کے ایک لفظی جواب نے ہادی نے کو کنفیوز کیا تھا۔

"تمہارے پاس ہے؟"

اس نے پوچھا تو عروسہ نے آئی بروا چکائی۔

"!فائل"

اب کی بار وہ زور دے کر بولی تھی۔ہادی نے اس نظروں کی سمت کی دیکھا تو کرسی پر رکھی فائل دیکھ کر کھیسیانا ہوتا ہنس دیا۔وہ حوریہ کی آواز کی سمت مڑی تھی جو دوسرے کمرے میں موجود تھی۔

"بات سنو چڑیل! کیا مجھے معافی مل سکتی ہے؟"

ہادی کے انداز شرارت سے بھرپور تھا۔اس نے مڑ کر اسے گھور کر دیکھا تھا۔

"!نہیں"

وہ ٹکا سا جواب دے کر آگے بڑھنے لگی تو اس کی آواز پر پھر سے رکی تھی۔

"تو یہ بریانی ہی دے دو، معافی بعد میں دے دینا۔"

اس کا مقصد صرف تنگ کرنا تھا، جس میں وہ کامیاب بھی ہوا تھا۔

"میرے پاس تمہارے لئے کچھ نہیں ہے۔"

وہ سختی سے کہتی حوریہ کے پاس چلی گئی تھی اس بار رکی نہیں تھی۔ہادی نے گہری سانس لی۔

"چڑیل! چڑیل ہی رہتی ہے۔"

وہ تاسف سے سر ہلاتا بولا تھا۔پھر فون پر ایک نمبر ملا کر کان سے لگایا۔

"کام پرفیکٹ ہونا چاہیئے، نام اچھے سے نوٹ کر لو۔بنین ارتسام، ملک تراب علی کی پوتی۔"

وہ سنجیدگی سے ہدایات دے رہا تھا۔وہ مزید کچھ دیر بات کر کر فون بند کر کر مڑا تو عروسہ کو پیچھے کھڑے پایا۔

"تم نے کہا تھا تم اسے بچا لو گے۔"

عروسہ نے اپنے آنسو روکتے ہوئے کہا۔ہادی نے اس کی حالت بگڑتے دیکھ کر گہری سانس لی۔پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ چھت پر لے آیا۔

"اسے کچھ نہیں ہو گا۔ مجھ پر یقین نہیں ہے تمہیں؟"

ہادی نے اس سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔ ہادی کا منہ صدمے سے کھل گیا تھا۔

حد ہے چڑیل! میں کہہ رہا ہوں میں کر لوں گا پھر بھی اتنی"

"بے اعتباری۔

وہ شکایتی انداز میں بولا تھا۔

"انہوں نے ناجیہ آنی کو مارا تھا۔"

وہ خود کو روک نہیں پائی تھی رونے سے۔ ہادی نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا۔

****

ہم اس چھچھوندر کے لئے کیوں لے رہے ہیں آئس کریم؟آپ تو مجھے "
"ٹریٹ دینے والی تھیں ناں؟
آئس کریم پالر میں بیٹھی وہ نروٹھے پن سے گویا تھی،جب ناجیہ نے ہادی کا فیوریٹ فلیور پیک کرنے کا کہا تھا۔

ٹریٹ دوستوں کے لئے ہوتی ہے مگر وہ مہمان ہے تو مہمان کا خیال "
" بھی رکھنا چاہیئے۔
ناجیہ نے اس کے بال بگاڑتے اسے سمجھایا تھا۔
مجھے وہ اچھا نہیں لگتا،ہر وقت مجھ سے لڑتا رہتا ہے اور واپس جانے کا "
" بھی کہتا ہے۔

مزید منہ پھلائے وہ اسکی شکایت لگا رہی تھی۔
ایسا کہتا ہے وہ تمہیں،میں گھر جا کر اس کی خبر لیتی ہوں،وہ کیسے میری"
"دوست کو جانے کا بول سکتا ہے؟

وہ چہرے پر غصہ لائے بولی تو عروسہ کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔

"اچھے سے ڈانٹنا اسے۔مزہ آجائے گا۔"

وہ تالی مار کر ہنسی تھی۔ناجیہ اس کی خوشی دیکھ کر مسکرائی تھی۔فون پر بیل ہوئی تو اس نے فون دیکھا۔نام دیکھ کر اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی۔

"عروسہ !آپ یہیں رکو۔میں کار میں سے والٹ لے کر آتی ہوں۔"

وہ عروسہ کو کہہ کر عجلت میں وہاں سے گئی تھی۔عروسہ پاؤں ہلاتی ارد گرد دیکھنے لگی۔پندرہ منٹ گزرنے کے بعد بھی جب ناجیہ واپس نہ آئی تو وہ اٹھ کر باہر نکلی تھی۔

"!ناجیہ آنی"

اس نے باہر آکر اس کا نام پکارا تھا۔وہ پارکنگ کی طرف آئی تھی۔جب اسے کار کا شیشہ بجانے کی آواز سنائی دی۔وہ بھاگتی ہوئی آواز کی سمت بھاگی تھی۔

"!آ----نی"

سامنے بھڑکتی آگ کو دیکھ کر اسے سانس رکتا محسوس ہوا تھا۔پوری کار کو آگ لگی ہوئی تھی۔اندر بیٹھی ناجیہ کھڑکی بجا رہی تھی۔پھر ایک شخص اسے وہاں سے جاتا دیکھائی دیا۔اسے ناجیہ کی طرف کوئی اشارہ کیا تھا،ناجیہ مزید زور سے کھڑکی بجا رہی تھی۔

"!!آنی"

وہ چلا کر بھاگی تھی۔ناجیہ نے اسے دیکھا تو اسے واپس جانے کا اشارہ کرنے لگی۔کار دھوئیں سے بھرنے لگی تھی،کار کی باڈی آگ کی تپش سے گرم لاوا بن گئی تھی۔عروسہ نے چلا کر چلا کر مدد کے لئے بلانا

شروع کر دیا تھا۔اس نے ناجیہ کی آنکھوں میں آنسو دیکھے،اس کی آنکھوں میں دکھ تھا۔ادھورا رہ جانے والی خوابوں کی تکلیف،سب سے بڑھ دھوکے کی تکلیف۔ عروسہ واپس اندر بھاگی تھی۔ جیسے ہی وہ سب کو ساتھ لے کر باہر آئی،اسے سب ختم ہوتا محسوس ہوا تھا۔ناجیہ کا وجود آگ کے بڑھکتے شعلوں کی وجہ سے دیکھائی دینا بند ہو گیا تھا۔فائر بر گیڈ منگوائی تھی،آس پاس کی کئی کاریں آگ پکڑ رہی تھیں۔ سنگین خطرے سے بچنے کے لئے سارے ایریا کو خالی کروالیا تھا، مگر جانے والی جا چکی تھی۔ناجیہ کی جھلسی ہوئی باڈی جب ایمبولینس میں لے جائی جا رہی تھی عروسہ بے ہوش ہو کر گری تھی۔

"تمہاری وجہ سے میری پھوپھو چلی گئی۔ تم نے چھینا ہے انہیں۔"

ناجیہ کی تدفین کے بعد ہادی نے ساکت بیٹھی عروسہ کو جھنجھوڑا تھا جو کل سے ایک لفظ نہ بولی تھی۔

"آنی کو مار دیا۔"

وہ کھوئے ہوئے انداز میں بولی تھی۔

"تم نے مارا ہے چڑیل! میری پھوپھو کو واپس لا کر دو مجھے۔"

ہادی نے اسے دھکا دیا، وہ رو رہا تھا جب عروسہ ایک بار پھر بے ہوش ہو چکی تھی۔

****

"کسی نے یقین نہیں کیا، اس نے مارا تھا آنی کو۔"

اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے کہا تو ہادی اس کا ہاتھ تھاما۔

"آئی ایم سوری عروسہ! پھوپھو کے جانے کے دکھ میں، میں نے تمہیں بہت تکلیف پہنچائی۔"

وہ شرمندگی سے بولا تھا۔

"وہ اس لڑکی کو بھی مار دیں گے۔"

عروسہ نے کوئی ری ایکٹ نہیں کیا تھا مگر اس کا انداز ہادی کو پریشان کر گیا تھا۔

"!پینک مت ہونا عروسہ"

وہ بے بسی سے سر تھام گیا تھا۔اس کے پینک اٹیک میں وہ اسے سنبھال نہیں سکتا تھا۔

وہ اچھا آدمی نہیں تھا۔وہ ہنس رہا تھا جب میری آنی تڑپ رہی تھی۔وہ" "انسان نہیں تھا۔

عروسہ نے چلاتے ہوئے اپنے بالوں کو دونوں ہاتھوں کی مٹھیوں میں جکڑا تھا۔

"!!عروسہ !ریلکس------عروسہ"

وہ نرمی سے بولا مگر جب عروسہ کو بپھرتے دیکھا تو اس کو کندھوں سے پکڑ کر چلایا تھا۔

اسے سزا ملے گی۔ پھوپھو کو انصاف ملے گا۔ سب جان جائیں گے کہ "
"عروسہ سچ کہتی تھی۔

وہ سنجیدگی سے بولا تو عروسہ نے رونا شروع کر دیا تھا۔ ہادی نے گہری سانس لی تھی، اس کے نارمل ہونے پر۔

"اس کا نام اشفاق تراب علی ہے۔"

قدموں کی چاپ سن کر اس نے اپنے آنسو صاف کئے تھے، ہادی بھی اپنے ہادی ہٹاتا پیچھے ہو کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جب عروسہ کے بتائے نام پر ہادی نے ضبط سے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"!بھائی! عروسہ"

حوریہ نے انہیں ایسے کھڑے دیکھ کر نا سمجھی سے ان کے نام لئے تھے۔

تمہاری نئی بنی دوست کو یاد آگیا کہ وہ میری بچپن کی دشمن رہی ہے۔بس اسی لئے اموشنل ہوگئی ہے۔تم اسے لے جاؤ اس سے پہلے یہ دشمنی کی یاد تازہ کرتے ہوئے مجھے نیچے دھکا دے۔"

ہادی نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو حوریہ کھلکھلا کر ہنسی جبکہ عروسہ نے اسے گھورا تھا پھر حوریہ کی جانب بڑھ گئی۔

"مجھے تم پر یقین ہے۔"

ہادی اس کے پاس سے گزرتا سرگوشی نما انداز میں بولا تھا جب عروسہ کے قدم اس کے جملے نے آگے بڑھنے سے روک دیئے تھے۔ہادی آگے جا کر پلٹا تھا، عروسہ کو ویسے ہی کھڑے دیکھ کر آنکھ ونک کر گیا تھا۔عروسہ کے چہرے پر یک دم غصہ آیا تھا۔

"چھچھوندر کہیں کے۔"

وہ غصے سے بے قابو ہوتی چلائی تھی۔ہادی ہنستا ہوا سڑھیاں اتر گیا تھا جب کہ حوریہ ناسمجھی سے سب دیکھ رہی تھی۔

****

ٹرین لیٹ تھی اس وجہ سے لاہور پہنچنے میں بھی انہیں تاخیر ہو گئی تھی۔ باسط رات گئے ابیہا کو ہاسٹل چھوڑنے کے بجائے نوریہ بیگم کے ساتھ ہی گھر لے آیا تھا۔

باسط نے فلیٹ میں پہنچتے ہی سب سے پہلے کچن کی راہ لی تھی۔ وہ ابیہا کی چائے پینے والی عادت سے واقف تھا۔چائے کے بنا اس کی تھکن نہیں اترنی تھی۔اس نے چائے بنا کر ٹرے ٹیبل پر رکھ کر چائے کا کپ نوریہ بیگم کی جانب بڑھایا۔نوریہ بیگم نے باسط سے چائے پکڑتے ہوئے کہا۔

میں تو کہہ رہی تھی اس چھوٹے سے گھر کے بجائے تم میرے گھر ہی"

"چلتے۔

خالہ! کل آفس ہے اور آپ کے گھر سے ابیہا کو لے کر ہاسٹل چھوڑنا"

پھر آفس جانا، ایسے میں بہت وقت لگ جاتا۔اس لئے آپ کو بھی یہیں

"لے آیا تھا۔

باسط نے کن انکھیوں سے ابیہا کی جانب دیکھتے ہوئے کہا جو چائے کا کپ

اٹھانے سے ہچکچا رہی تھی۔

"چائے لو ابیہا۔"

باسط کی آواز پر وہ ڈر کر اچھلی تو باسط نے مسکراہٹ دبائی۔

مجھے تو تو کمرہ دیکھا دے بس۔اس ٹرین کے سفر نے تو ہر جوڑ ہلا کر رکھ"

"دیا تھا۔

چائے ختم کر کر وہ کمر پر ہاتھ رکھتی کھڑی ہوئی تھیں۔ باسط انہیں ساتھ لے کر اکلوتے کمرے تک لایا تھا۔

"آپ اور ابیہا یہاں سو جائیں، میں باہر صوفے پر سو جاؤں گا۔ شارق کو میسج کر دیا ہے تو پریشان مت ہوئیے گا وہ بھی صبح آ جائے گا یہاں۔"

وہ انہیں بیڈ پر بیٹھا کر تسلی دیتا ہوا بولا تھا۔ انہوں نے مسکرا کر اس کے سر پر رکھا تھا۔ وہ باہر آیا تو ابیہا اپنا کپ خالی کرنے کے بعد باسط کا کپ بھی اٹھا کر منہ کو لگا چکی تھی۔

"ابیہا!"

باسط نے لہجے میں سختی لائے اس کا نام لیا تو چائے پیتی ابیہا کو اچھو کا لگا تھا۔ وہ کھانسنا شروع ہوئی تھی، باسط پریشان ہوتا اس کے ہاتھ سے کپ لے کر اس کی کمر سہلانے لگا۔

"دھیان کہاں ہوتا ہے تمہارا؟"

باسط نے اسے ڈانٹا تو وہ رونے لگی۔اس کے رونے پر وہ بوکھلایا تھا۔

"رو کیوں رہی ہو اب؟"

باسط نے پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھایا جو ٹرے میں ساتھ ہی لایا تھا۔ابیہا نے گلاس پیچھے کر دیا تھا اور باسط سے ہٹ کر بیٹھ گئی تھی۔ نظریں اپنے کپڑوں پر گری چائے پر تھی۔

"اور بنا دوں چائے؟"

باسط نے اسے چھیڑتے ہوئے پوچھا تو ابیہا نے رخ پھیر لیا۔

"ساری غلطی تمہاری ہے اور اب نخرہ بھی دیکھا رہی ہو۔"

وہ اپنی سنجیدہ نیچر کے خلاف بات کر رہا تھا۔اس کی بات پر ابیہا نے اسے گھورا پھر اشارے سے کچھ کہنے لگی۔

"کیا مطلب میں نے ڈرایا؟ میں نے بس تمہارا نام لیا تھا۔"

وہ فورا مکرا تھا۔ابیہا نے افسوس بھری نظر چائے پر ڈالی تھی۔پھر ایک ناراضگی بھری نظر باسط پر اور اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

اپنی بیوی کے ہاتھ چائے مل سکتی ہے مجھے، پھر پتا نہیں کب یہ چائے" "نصیب ہو گی۔

وہ آہ بھرتا بولا تو ابیہا کے قدم منجمند ہوئے۔وہ تو بھول ہی گئی تھی ان کے درمیان بنے اس نئے رشتے کے بارے میں۔شرم سے چہرہ گلنار ہوتا جھک گیا تھا۔اس نے دونوں مٹھیوں میں اپنا ڈوپٹہ جکڑا تھا۔باسط اس کی حالت سے حظ اٹھاتا اٹھ کر اس کے پاس آیا۔

"تو میں انکار سمجھوں؟"

اس نے ہاتھ باندھتے پوچھا تو ابیہا نے بامشکل نفی میں سر ہلایا۔

"آؤ کچن دیکھاتا ہوں۔"

وہ پورے حق سے اسکا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ کچن میں لایا تھا۔ وہیں رکھے اسٹول پر ابیہا کو بیٹھانے کے بعد وہ پھر سے چائے بنانے لگا تھا۔

ایک بہت خاص لڑکی جو میری زندگی میں نعمت کی طرح ہے، کل"

"اسے اپنے نام لکھوا لینے کے بعد یہ دل جیسے ہر خوشی حاصل ہے۔

وہ ایک ایک کر کر مطلوبہ چیزیں کیتلی میں ڈالتا ہوا بول رہا تھا۔ ابیہا کا دل اس کی بات سن کر سرشار ہوا تھا۔ چوڑیوں کی کھنک پر باسط نے ابیہا کی جانب دیکھا جو آنکھوں میں آنسو لئے اشارے سے کچھ کہہ رہی تھی۔ وہ آنچ دھیمی کرتا اس پاس گھٹنوں کے بل بیٹھا۔

کیا پچھلے گزرے سالوں میں مجھے تمہاری بات سمجھنے کے لئے کسی کی"

"ضرورت پڑی ہے جو تم مجھے احسان کرنے کا طعنہ مار رہی ہو۔

وہ برا منا چکا تھا۔ ابیہا نے نفی میں سر ہلایا تو اس نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔

مجھے فرق نہیں پڑتا اگر میری بیوی مجھ سے محبت کا اظہار نہ"
کرے، بیوی کو اظہار محبت کرنا بھی نہیں چاہیے، وہ اظہار محبت سننے کے
" لیے ہوتی ہے۔

وہ شرارت سے بولا تو ابیہا نے شرم سے سر جھکایا۔ اس سے پہلے باسط
اسے مزید تنگ کرتا، چائے کے ابلنے اور جلنے کی سمیل نے اس کا دھیان
اپنی جانب کھینچا۔

"!اف"

وہ اپنے سر پر ہاتھ مارتا اٹھ کر چولہا بند کرنے لگا۔ ابیہا اس کی شکل دیکھ کر
ہنس رہی تھی۔ باسط اسے ہنستے دیکھ کر مسکرا دیا تھا۔

****

"سب کو آج ہی جانا تھا، میں کیا کروں نیند نہیں آ رہی۔"
بار بار کروٹ بدلتی وہ بے زار ہوتی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔

"مذاق کر رہا تھا، اگر آپ کو برا لگا ہو تو معافی مانگ سکتا ہوں۔"

شارق کے الفاظ یاد کرتے ہی اس نے اپنے موبائل کی جانب دیکھا۔

"یہ شوہر بھی عجیب ہوتے ہیں، دماغ پر چھا جاتے ہیں۔"

اس نے ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا تھا۔ یک دم فون کی بیل بجی تو اس کے ہاتھ سے گلاس چھوٹتا بچا۔ اس نے گلاس واپس رکھ کر فون اٹھایا۔

آدھی رات کو فون کر کر دوسرے کی جان نکالنے کا کونسا شوق ہے"

"یہ۔

بنا نمبر دیکھے وہ غصے سے مقابل کو سنا چکی تھی۔

"سوری! میرا ارادہ آپ کو ڈرانے کا نہیں تھا۔"

شارق کی شرمندہ آواز پر لمحے نے زبان دانتوں تلے دبائی تھی پھر فون کا ن سے ہٹا کر نمبر دیکھا تھا۔

"!لمظ کی بچی"

اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مار کر خود کو کوسا تھا۔

"لمظ! آپ سن رہی ہیں؟"

سپیکر سے ابھرتی شارق کی آواز پر لمظ نے فون کان پر لگایا۔

"!ج۔۔۔جی"

وہ اٹکتے ہوئے بولی تو شارق کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔لمظ کے انداز پر وہ دل سے مسکرایا تھا۔

"--- وہ میں نے اس لئے کال کی تھی کہ"

وہ رکا تو لمظ کو بے چینی ہوئی۔

"کہ؟"

لمظ نے پوچھا جب کہ اس کے لہجے میں بے چینی محسوس کرتے شارق نے انگلی سے ماتھا مسئلہ تھا۔

میں بتانا چاہتا تھا کہ اب سے مذاق میں بھی کوئی غلط بات نہیں کروں گا"

"، جس سے آپ پریشان ہوں۔

وہ سوچ سمجھ کر قدم بڑھا رہا تھا۔

"آپ کو یہ بات آدھی رات کو بتانی تھی؟"

لمظ کا انداز نارمل تھا مگر شارق کو لگا جیسے اس نے طنز کیا ہو۔

"اپنی بیوی سے بات کرنے کے لئے مجھے وقت دیکھنا ہو گا؟"

شارق نے سنجیدگی سے پوچھا، مقصد لمظ کو اپنی ناراضگی جتانا تھا۔

" !بیوی نہیں منکوحہ "

لمظ نے بھی تصیح کی تھی۔

"ٹھیک ہے۔خدا حافظ۔"

شارق نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔لمظ نے فون کان سے ہٹا کر گہری سانس لی۔

ساری زندگی ہم لڑتے ہی رہیں گے کیا،اس شخص کا موڈ تو پل پل بدلتا"
"ہے۔

لمظ نے افسوس سے سر جھٹکا تھا پھر لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔

"لڑکیوں کے شوہر اظہار محبت کرتے ہیں یہ شخص طعنے مارتا ہے۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی پھر شارق کو سوری کا میسج کر کر اٹھ کر اپنی بکس نکال کر بیٹھ گئی۔ نیند تو اڑ چکی تھی جو مشکل سے آنی تھی۔دوسری جانب شارق غصے سے موبائل کو گھور رہا تھا جب لمظ کا سوری کا میسج ملتے ہی شاطر انداز میں مسکرایا تھا۔

****

اگلی صبح وہ باسط کے فلیٹ پہنچ چکا تھا۔ماں کا خیال نہ ہوتا تو وہ کبھی وہاں نا آتا۔رات کو لمظ سے بات کرنے کے بعد وہ کافی حد تک اپنا غصہ ختم کر چکا تھا۔باسط نے ہی دروازہ کھولا تھا۔وہ سلام کرتا اندر آگیا تھا۔باسط کے

لئے اس کا رویہ نیا نہیں تھا اس لئے اس کے اگنور کرنے کا اس نے نوٹس نہیں لیا تھا۔ شارق صوفے پر نوریہ بیگم کے پاس آ کر ان کے گلے لگا تھا۔ نوریہ بیگم نے محبت سے اس ماتھے پر بوسہ دیا تھا۔

"میرا بیٹا!"

وہ ان کی محبت پر مسکرایا تھا۔ کچن سے نکلتی ابیہا کا کہنی دروازے سے ٹکرائی تو چائے کا کپ اس کے ہاتھ سے گر گر فرش پر گرا تھا۔ نوریہ بیگم اور شارق نے مڑ کر دیکھا تھا۔ ابیہا کو آنکھیں بند کئے کھڑے دیکھ کر باسط بھاگ کر اس کے پاس گیا تھا۔ اسے احتیاط سے اپنے ساتھ لگا کر وہ صوفے تک لایا تھا۔

"دیکھاؤ کہیں لگی تو نہیں؟"

باسط پریشانی سے اس کے ہاتھ اور پاؤں کو دیکھ رہا تھا۔جب کہ یہ منظر شارق کو آگ لگا گیا تھا۔اس سے پہلے وہ کچھ بولتا نوریہ بیگم کے جملے نے اس کو حیرت کے سمندر میں ڈالا تھا۔

"ابیہا بیٹا! جلا تو نہیں ناں؟"

اس نے بے یقینی سے ماں کو دیکھا تھا پھر نفی میں سر ہلاتی ابیہا کو۔

"جا کر چینج کرو، میں یونی چھوڑ دوں گا پھر۔"

باسط کا لہجہ محبت اور فکر سے بھرپور تھا۔ابیہا اٹھ کر کمرے میں چلی گئی تھی۔

"ابیہا بہت نصیب والی ہے جو تیرے جیسا شوہر ملا ہے اسے۔"

نوریہ بیگم نے محبت سے باسط کو دیکھتے ہوئے کہا وہ دھیرے سے مسکرا دیا۔جبکہ شارق پر آج جیسے سارے پہاڑ ٹوٹے تھے۔

"یہ ابیہا ہے تو لمظ؟ "

وہ خود سے سوال کر رہا تھا۔

****

اپنے پرس میں مطلوبہ چیزیں رکھنے کے بعد بنین نے پہلے کچن میں جا کر اپنے لئے کافی بنائی تھی۔ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھ کر اس نے فون سامنے رکھ کر ویڈیو کال ملائی تھی۔

"!ہائے پاپا"

مدثر صاحب کے سامنے آتے ہی وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی۔

"یہ کیا حرکت ہے بنین ! تمہیں بھی یہاں آنا تھا۔"

وہ غصے سے بولے تھے۔بنین پھیکا سا مسکرادی تھی۔

"بہت کچھ بگاڑ دیا ہے پاپا! اسے صحیح کئے بنا نہیں آسکتی۔"

وہ کافی کے مگ کے کنارے پر انگلی پھیرتی بولی تھی۔

جب تک تم وہاں رہو گی، یہ ڈر کی تلوار ہمارے سر پر رہے گی۔ ہم"
"بیٹے کے بعد بیٹی نہیں کھو سکتے۔

وہ بے بسی سے بولے تھے۔

"آپ کو مجھ سے نفرت نہیں ہوئی پاپا؟"

وہ غیر مرئی نقطے کو دیکھتی بولی۔

"--- میری وجہ سے آپ کی گڑیا چلی گئی، اور اب شان"
ماں باپ بچوں سے نفرت نہیں کرتے، تم میری سب سے پیاری بیٹی "
"ہو۔

عطرت کی آواز پر اس نے سکرین کی جانب دیکھا تھا وہ مدثر صاحب کے پاس بیٹھی تھیں۔ پہلے سے کمزور ہو گئی تھیں، چہرے کی رونق مانند پڑ رہی تھی۔

"ماما!"

اس نے سکرین پر ہاتھ پھیرا تھا۔ پھر ٹیبل پر سر رکھے رو دی تھی۔

"بنین! بہادری کے ساتھ مقابلہ کرو۔ قدم پیچھے مت لینا۔"

"عطرت! یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟"

عطرت کی بات پر جہاں بنین نے سر اٹھایا تھا وہیں مدثر صاحب نے سختی سے انہیں ٹوکا تھا۔

"میری مینو کو میری سامنے مار دیا اس ظالم نے، میں خاموش رہی، کیا ملا خاموش رہ کر مینو کا وجود ہی گم کر دیا تھا۔ کہاں سے لائیں گے ثبوت کہ "میری مینو اس دنیا میں موجود تھی جسے بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ وہ غم و غصے سے چلائی تھیں۔ مدثر صاحب نے انہیں ساتھ لگایا تھا۔ وہ رو رہی تھیں اور بنین خالی نظروں سے سب دیکھ رہی تھی۔

"چھوڑ دو اسے۔"

مینو کو رسیوں میں بندھے دیکھ کر عطرت چلائی تھی۔

"اسکی بیٹی کہاں ہے؟"

ملک تراب علی ایک جانب رکھے صوفے سے اٹھ کر اس کے سامنے آئے تھے۔

"مجھے نہیں معلوم۔"

عطرت چلائی تو کچھ آدمیوں نے ان کے سامنے لا کر چار سالہ شان کا وجود پھینکا تھا۔

"!! شان"

زخموں سے چور شان کو دیکھ کر بے تابی سے آگے سرکی تھیں۔

"ظالموں! اللہ سے ڈرو۔"

اپنے ڈوپٹے کے پلو سے شان کے چہرے سے خون صاف کرتی وہ روتے ہوئے چلائی تھیں۔

"!ما---ما"

شان کی آواز پر اس نے اسے سینے سے لگایا تھا۔بچی کی رونے کی آواز پر عطرت نے سر اٹھایا تھا۔سامنے اپنی گڑیا کو دیکھ کر وہ تڑپی تھی۔

"اس عورت کی بیٹی یا یہ؟"

تراب علی کے اشارے پر اس آدمی نے گڑیا کے گلے پر دباؤ بڑھایا تھا۔

"جانے دو۔"

وہ التجا کر رہی تھیں۔شان نے اس طرف دیکھا تو وہ چلانے لگا۔

"کہاں ہے وہ لڑکی؟"

تراب علی دھاڑے تو شان نے آگے ہو کر گڑیا کو چھیننا چاہا، عطرت نے مضبوطی سے اسے پکڑ لیا تھا۔اس کے منہ پر ہاتھ رکھے وہ پل پل اپنی بیٹی کو خود کو دور جاتا دیکھ رہی تھی۔جیسے ہی گڑیا کا وجود بے جان ہوا تھا، زخموں کی تاب نہ لاتا شان ہوش و خرد سے بے گانہ ہوا تھا۔

"مر چکی ہے ارتسام کی بیٹی۔"

وہ مینو کو ہوش میں آتا دیکھ کر بولی تھی۔

"ہمم! خس کم جہاں پاک۔"

بچی کے وجود کو عطرت کی گود میں پھینکے کا اشارہ کر کر ملک تراب علی نے قدم مینو کی جانب بڑھائے تھے۔

"تمہاری غلطی یہ تھی کہ تم میرے بیٹے کو ورغلایہ، ہمارے خاندان میں عورتوں کو جوتے کی نوک پر رکھا جاتا اور تم مالکن بننے کے خواب دیکھ رہی تھی۔ تمہاری وجہ سے میرا بیٹا ---"

وہ دل پر ہاتھ رکھتے پیچھے ہوئے جیسے بہت دکھی ہوں۔

"اس عورت کو پاگل خانے پہنچاؤ اور اسے اس کی اصل جگہ۔"

وہ عطرت اور مینو کی جانب اشارہ کر کر کہتے مڑ گئے تھے، جب اسکے آدمیوں نے آگے بڑھتے مینو پر پیٹرول ڈالنا شروع کیا تھا۔

"جانے دو اسے، مت کرو۔ تمہیں خدا کا واسطہ ہے۔"

عطرت گڑگڑا رہی تھی۔

"! اپنی بیٹی کا خیال رکھنا عطرت"

مینو کا چہرے پر اس وقت مسکراہٹ تھی۔ عطرت نے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے معاف کر دینا۔"

اس کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا تھا، اگلے پل وہاں مینو کی دلخراش چیخیں گونجی تھیں۔ اپنے کانوں پر ہاتھ رکھتی عطرت چلائی تھی، پھر اٹھ کر مینو یکجانب بھاگی تھی۔ مگر وہ لوگ اسکے سر پر وار کرتے اسے بے ہوش کر چکے تھے۔ جب اسے ہوش آیا وہ ہاسپٹل میں تھی۔ دوسرے بیڈ پر شان موجود تھا۔ مدثر صاحب سر جھکائے زخمی حالت میں اس کے پاس بیٹھے تھے۔

اپنی زبانیں بند رکھنا، کھول بھی دو گے تو کوئی فائدہ نہیں ہو گا، صرف "

"--- نقصان ہو گا۔ایک بیٹا رہ گیا ہے اگر وہ بھی

ان کی ادھوری بات کا مطلب وہ سمجھ گئے تھے۔عطرت کچھ نہ بولی تھی۔مدثر صاحب انہیں لے کر کراچی آ گئے تھے۔جہاں ان کی سینئر نرس جنہیں وہ اماں کہتے تھے، نے بنین کو عطرت کی گود میں ڈالا۔چار دن بعد وہ روئی تھیں، بنین کو خود کو لگائے۔

****

خود کو کمرے میں بند کئے وہ بار بار اپنی ماتھے پر ابھرتی نس کو دبا رہا تھا۔ابیہا اور باسط رشتہ جاننے کے بعد وہ خاموشی سے وہاں سے آ گیا تھا۔جب جب اس رات کا منظر یاد آتا تو اپنی سوچ پر اسے نئے سرے سے شرمندگی ہوتی تھی۔اس نے اپنا فون سامنے کیا جہاں کال ریکارڈ میں لمظ کا نام جگمگا رہا تھا۔

"تم اتنے گھٹیا کیسے ہو سکتے ہو شارق؟ کیسے کسی پر بھتان لگا سکتے ہو؟"

اس نے آئینے میں اپنا عکس دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیا سب ٹھیک کر سکتے ہو؟"

آئینے میں موجود اپنی شبیہ کو بولتے دیکھ کر اس نے حیرت سے دیکھا تھا۔

بولو سب ٹھیک کر سکتے ہو؟ اپنی بیا کو بھول کر لمظ کے ساتھ زندگی"

"گزار سکتے ہو؟

شاطر مسکراہٹ چہرے پر سجائے اس کی شبیہ اس سے سوال کر رہی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں پتا۔"

وہ کانوں پر ہاتھ رکھتا چلایا تھا۔

"!!شارق"

دروازہ بجنے پر ماں کی پریشان آواز پر اس نے خود کو نارمل کیا تھا۔

"امی! میں ٹھیک ہوں۔"

اس نے اندر سے ہی انہیں تسلی دی تھی۔

"اتنا بڑا ہو گیا ہے مگر تیرا یہ بچپنا نہیں ختم ہوا۔"

وہ بڑبڑاتی ہوئی واپس چلی گئی تھیں۔اس نے اپنا فون اٹھایا اور لمظ کا نمبر ملایا۔جو اٹھایا نہیں گیا تھا۔اس نے دوبارہ کال ملائی جو اس بار اٹھالی گئی تھی۔

"میں کلاس لے رہی ہوں۔"

سرگوشی نما آواز سن کر شارق نے اپنا فون کان ہٹا کر دیکھا۔

"فری ہو کر مجھ سے بات کرنا۔"

شارق نے سنجیدگی سے کہا تو لمظ نے اچھا کہہ کر فون بند کرنا چاہا مگر اس سے پہلے ہی پروفیسر کی سخت گیر آواز پر وہ ممنائی تھی۔

"آؤٹ!"

وہ فون نیچے کئے کھڑی ہوئی تو ایک بار پھر پروفیسر نے غصے سے کہا۔وہ اپنی بکس لیتی کلاس نکل گئی تھی۔

"حد ہے! بیویوں کا غصہ یہاں آکر اسٹوڈنٹس پر اتارتے ہیں۔"

وہ غصے سے بولی تھی، دوسری جانب فون کٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس کی گوہر افشانی شارق نے بھی سنی تھی۔

"!ہائے لمظ"

ایک مردانہ شوخ آواز پر شارق کے جبڑے بھنچے تھے۔

"تم مجھ سے نوٹس لے لینا۔"

اس کا آفر کرنا اور لمظ کا چپ رہنا شارق کو کھلا تھا، اگلے پل اسے اس لڑکے کے درد بھری کراہ سنائی دی تھی۔

"میں تو مدد کرنا چاہ رہا تھا۔"

شارق کو سمجھ نہیں آیا تھا دوسری جانب کیا ہوا تھا مگر لڑکے کی آواز سے اسے کچھ اندازہ ہو رہا تھا۔

"آجاتے ہیں سگے بھائی بننے۔"

لمظ نے اپنے ہاتھ میں موجود پن پر خون دیکھتے ہوئے کہا، جو وہ اس لڑکے کے بڑھتے ہاتھ پر چبھا چکی تھی۔لمظ کی بڑبڑاہٹ پر شارق ہنسا تھا۔اس کے ہنسنے کی آواز پر لمظ کا دھیان فون کی جانب گیا تھا۔

"سن تو چکے ہوں گے آپ کی وجہ سے مجھے سے کلاس سے باہر نکال دیا گیا ہے۔"

لمظ نے طنز کیا تو شارق نے اپنی ہنسی روکی۔

"آئی ایم سوری! لیکن تمہاری بھی غلطی ہے تمہیں فون اٹھانا ہی نہیں چاہیئے تھا۔"

شارق آپ سے تم پر آیا تو لمظ نے آئی بروا چکائی۔

"آپ کی اپروچ کافی فاسٹ ہے۔"

لمظ نے کہا تو شارق نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم سے کچھ پوچھنا تھا۔ "

وہ یک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

"پوچھیئے۔"

لمظ نے بڑا دل کرتے ہوئے کہا۔

"باسط کی شادی کب ہوئی؟"

لمظ نے ناسمجھی سے فون کو دیکھا جیسے شارق کو دیکھ رہی ہو۔

شادی نہیں نکاح ہوا ہے، ہمارے نکاح سے پہلے، صبح میں ان کا نکاح"

"ہوا تھا۔غالبا آپ گھر سے غائب تھے اس وقت۔

لمظ نے بتانے کے ساتھ ساتھ طنز کرنا ضروری سمجھا تھا۔

"میں بعد میں بات کرتی ہوں، کلاس کا وقت ہو رہا ہے۔"

پروفیسر کو اپنی جانب آتے دیکھ کر لمظ نے فورا فون بند کیا تھا۔پروفیسر اس کے پاس سے گزر کر چلے گئے تو اس نے سکون کا سانس خارج کیا۔اور نفی میں سر ہلاتی کلاس کی جانب چلی گئی۔

****

"یہ لو۔پیپرز تیار ہیں۔"

ہادی بنین کے سامنے بیٹھا تھا۔بنین نے فائل کھول کر پیپرز دیکھے تھے۔

"میڈیا ہمارے ساتھ جائے گی۔ملک تراب علی اپنی ساکھ خراب کرنا بالکل نہیں چاہے گا۔الیکشن سر پر ہیں،وہ اس وقت کوئی ایسا قدم نہیں اٹھائے گا۔"

ہادی نے اسے مزید بتایا۔

"اور صمد؟"

بنین نے خدشے کے تحت پوچھا۔

"ان پیپرز کو دیکھنے کے بعد وہ بھی کچھ نہیں کر سکتا۔فلحال اس کی فکر چھوڑ دو۔ملک تراب علی خود بھی اسے کچھ نہیں کرنے دے گا۔"

ہادی نے سنجیدگی سے کہا۔

"تم نے اپنی پھوپھو کے بارے میں کیا سوچا ہے؟کیا وہ لڑکی گواہی دے گی؟"

بنین نے اسکے ساتھ چلتے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ بہت کچھ برداشت کر چکی ہے پہلے ہی،اب مزید میں اسے مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔"

اس کے لہجے میں عروسہ کے لئے فکر ہی فکر تھی۔

"تو تم اپنی پھوپھو کا قتل معاف کر دو گے؟"

"کبھی کبھی کرنا پڑتا ہے،اپنوں کو اذیت سے بچانے کے لئے۔"

ہادی پھیکا سا مسکرایا تھا۔

"تم ساتھ چلو گے میرے؟"

بنین نے پوچھا تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"شان سے وعدہ کیا ہے تمہاری حفاظت کا۔"

اس نے عروسہ کا نام نہیں لیا تھا۔ مگر ذہن میں اس کی شبیہ ضرور آئی تھی۔

ہادی نے ٹیکسی کا دروازہ کھولا تھا۔ بنین کے بیٹھنے کے بعد وہ خود بھی اندر بیٹھ گیا تھا۔ ٹیکسی مختلف راستوں سے ہوتی حویلی کی سمت جا رہی تھی۔ اس کے باپ کا گھر جہاں اسے یتیم کر دیا گیا تھا۔ بنین نے اپنے آنسو صاف کیے تھے۔ ہادی کی نظریں بھی باہر کے منظر پر تھیں مگر ذہن میں ناجیہ اور اس کی یادیں گھوم رہی تھیں۔

****

"آپ نے اتنی ایمرجنسی میں کیوں بلایا ہے بڑے پاپا؟"

صمد جتنی جلدی ہو سکے حویلی پہنچا تھا۔وہ دوسرے راستے سے آیا تھا اس لئے حویلی کے اندر موجود میڈیا کے نمائندوں کو نہیں دیکھ سکا تھا۔

"وہ لڑکی حویلی آگئی ہے صمد! میں نے کہا تھا اسے تم لے کر آؤ گے۔"

وہ غصے سے دھاڑے تھے۔

"کیا مطلب؟"

اس نے نا سمجھی سے پوچھا تھا۔

وہ لڑکی میڈیا کے ساتھ آئی ہے۔تم جانتے ہو اس وقت ہم کوئی بھی" "رسک نہیں لے سکتے۔

اشفاق صاحب صمد کے سامنے آتے بولے تھے۔

"میں دیکھ لیتا ہوں سب۔"

وہ سخت تاثرات چہرے پر سجائے کمرے سے نکلا تھا۔

"ہائے برو! نیچے کافی بڑا تماشا لگا ہوا ہے۔"

بابر کے مذاق اڑاتے جملے پر صمد نے اسے ہاتھ سے پیچھے دھکیلا تھا۔

"اگر نہیں چاہتے میرا غصہ تم پر اترے، تو دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

وہ ضبط کے باوجود بھی اپنا غصہ روک نہیں پایا تھا۔ بابر نے ہاتھ اٹھاتے اسے جانے کا راستہ دیکھا۔ صمد کے جاتے ہی وہ ہنسا تھا۔

"بے وقوف۔"

اپنے بال درست کرتا وہ اسے لقب دے چکا تھا۔

تو آپ کہہ رہی ہیں کہ آپ نے جو کچھ بھی اس دن پوسٹ کیا تھا وہ "

"سب کچھ غصے میں کیا تھا؟

رپورٹر کی آواز پر صمد کے قدم رکے تھے۔

جی! بچپن سے میں اپنی حقیقت سے ناواقف تھی، اس دن جب مجھے "
یہ پتا چلا کہ ملک تراب علی میرے دادا ہیں تو بنا سوچے سمجھے میں غصے
"سے وہ سب پوسٹ کر دیا۔

بنین کی آواز بے لچک تھی۔ صمد کو سمجھ نہیں آیا کہ وہ یہ سب کیوں کہہ رہی تھی۔ کیا اسے اپنی غلطی کا احساس ہو گیا تھا؟ یا پھر وہ ڈر کر پیچھے ہٹ رہی تھی؟ دونوں ہی صورتوں میں صمد کی پریشانی ختم ہو گئی تھی۔

میں یہاں آپ سب کے سامنے اپنے دادا سے معافی مانگنے آئی"
تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی بتانے کے میں اپنی پرانی زندگی سے خوش
ہوں۔ میرے دادا مجھے اس حویلی میں لانا چاہتے ہیں اس لئے وہ میری
شادی اپنے پوتے سے کروانا چاہتے ہیں لیکن میرا نکاح ہو چکا ہے۔ اس
لیے میں ایک بار پھر آپ سب کے سامنے ان سے معذرت کرتی ہوں
"کہ میں ان کی خواہش پوری نہیں کر سکتی۔

بنین کی بات سن کر جہاں وہاں آتے ملک تراب علی کے قدم رکے تھے وہیں صمد نے غصے سے مٹھیاں بھینچی تھیں۔وہ یک دم ہی بنین تک آیا تھا۔

"یہ کیا بکواس کر رہی ہو؟تمہارا نکاح مجھ سے ہوا ہے۔"

وہ بنا ارد گرد کا لحاظ کئے بولا تو بنین نے زبردستی مسکراہٹ چہرے پر سجائے۔

"!میرا نکاح تین سال پہلے ہوا تھا مسٹر صمد"

بنین نے اس سے اپنا بازو چھڑاتے ہوئے کہا۔

"کیا مقصد ہے تمہارا اس سب کے پیچھے بولو؟"

وہ اسکے کندھے پکڑتے بولا تو ہادی نے وہاں آتے صمد کو پیچھے کیا تھا۔

"میری وائف سے دور رہیں مسٹر صمد!۔"

ہادی کے پر اعتماد لہجے پر صمد نے بنین کی جانب دیکھا تھا جس کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"یہ ہمارا نکاح نامہ ہے جس پر تاریخ اور سال سب درج ہے۔"

ہادی نے بنین کے پرس سے نکاح نامہ نکال کر میڈیا کے نمائیندوں کے سامنے کیا تھا جنہوں دھڑا دھڑ تصویریں لینا شروع کر دی تھی۔

"بس بہت ہو گیا۔"

صمد یک دم ہی غصے سے دھاڑا تھا۔

"اوور ری ایکٹ مت کریں مسٹر صمد! جو آپ چاہتے تھے میں نے کر دیا۔ سر عام آپ کے دادا سے معافی مانگ لی۔ اب یہ قصہ یہیں ختم ہوتا ہے۔"

بنین بہت آہستہ آواز میں بولی تھی جب صمد نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

تم میرے نکاح میں ہو بنین ! تم پر صرف میرا حق ہے، عبدالصمد"
"اشفاق علی کا۔

بابر نے بے زاری سے سب کو دیکھا تھا پھر واپس اندر چلا گیا تھا جب کہ ملک تراب علی نے اشفاق صاحب کو اشارے سے صمد کو روکنے کا کہا تھا۔

میرے پاس نکاح کا ثبوت ہے مسٹر صمد ! تمہارے پاس کوئی ثبوت"
"ہے؟

اب کی بار بنین کی آنکھوں میں چیلنج تھا۔ہادی نے بنین کا ہاتھ پکڑا تھا۔

"!چلو بنین"

وہ اسے ساتھ لے جاتا ہوا بولا۔میڈیا نمائندے ابھی تک کھڑے تھے،ان کے لئے تو ہر خبر ہی مسالا تھی۔

"!رک جاؤ بنین"

گن نکالتا صمد بولا تو بنین مڑی تھی۔

"تم سچ بولو گی یا میں اسے ختم کروں۔"

اس نے گن ہادی پر تانتے ہوئے کہا۔ میڈیا الرٹ ہوا تھا۔

"صمد!"

ملک تراب علی خود آگے بڑھے تھے اسے روکنے کے لئے۔ بنین ہادی کے آگے کھڑی ہوئی تھی۔

"تم بھول رہے ہو شاید اس وقت تم کن لوگوں کے بیچ موجود ہو۔"

"بولو بنین!"

وہ گن لوڈ کرتا بولا تھا لہجہ کسی قسم کی رعایت سے عاری تھا۔

"--- یہ میرا شوہر"

اس کا جملہ مکمل نہیں ہوا تھا جب صمد نے گولی چلا دی تھی۔

"بنین!"

کندھے کے قریب گولی لگی تھی۔ہادی نے غصے سے آگے بڑھتے صمد کے منہ پر مکا مارا تھا۔جو بنین کو گرتے دیکھ کر ساکت ہوا تھا۔

****

کیا ہوا جو آپ کے اختیار میں نہیں رہا
میں مختلف شخص تھا ہزار میں نہیں رہا
فقط یہ آپ کا گلہ نہیں میرے محترم
ہمارے ساتھ جو رہا قرار میں نہیں رہا

وہ بے زار سا ٹی وی کا ریموٹ پکڑے بیٹھا مختلف چینل سرچ کر رہا تھا۔کئی دنوں سے اس کا یہی حال تھا۔وہ بلا ضرورت بات نہ کرتا تھا۔یونی سے آتے ہی کمرے میں بند ہو جاتا تھا۔سانول بہت بار اسے

بلانے آیا مگر اس کسی سے بھی ملنے سے منع کر دیا تھا۔ وہ اپنے گرد ایک خول بنا رہا تھا تاکہ کوئی بھی اس تک نہ پہنچ سکے۔ گھر میں اکیلا ہونے کی وجہ سے وہ لاؤنج میں آ گیا تھا۔ بے مقصد ہی ٹی وی آن کر کر اس نے مختلف چینل بدلے۔ یک دم ہی وہ رکا تھا۔ ٹی وی پر چلتی بریکنگ نیوز نے اس کا دھیان کھینچا تھا۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

"!ملک تراب علی"

اس نے زیر لب نام دہرایا تھا۔

"مراد وہ اس آدمی کا بیٹا ہے اس نے مارا ناجیہ آنی کو۔"

عروسہ کی ڈری سہمی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی۔ وہ فورا کھڑا ہوا تھا۔ اپنے کمرے کی جانب بھاگتے ہوئے وہ دو بار گرا تھا۔ اس نے کمرے میں پہنچ کر اپنا موبائل اٹھا کر عروسہ کا نمبر ملایا تھا۔ نمبر نہیں ملا تو وہ بے بسی سے چلایا۔

"مما کا فون۔"

وہ ذہن میں آتے ہی کمرے سے نکلا تھا۔ گھر میں داخل ہوتی نجمہ بیگم اسے اپنی جانب آتا دیکھ کر رکی تھیں۔

"مما فون دیں اپنا۔"

اس نے لہجے میں فکر اور چہرے پر پریشانی کے تاثرات تھے۔ نجمہ بیگم نے بنا کچھ پوچھے اسے فون پکڑا دیا تھا۔ وہ نمبر ملا کر ایک ہاتھ کی انگلی سے ماتھا کھجاتا ادھر ادھر ٹہلنے لگا۔ فون پک اپ ہوا تو وہ الرٹ ہوا۔

"کیسی ہو تم؟ سب ٹھیک ہے ناں؟ تم نے ٹی وی تو نہیں دیکھا، دیکھنا"

"بھی مت، اس میں کچھ بھی نہیں ہے۔ تم سن رہی ہو عروسہ؟

وہ بے فکر مندی سے بولتا بے سروپا باتیں کرنے لگا تو حوریہ نے فون کان سے ہٹا کر نمبر دیکھا۔

دیکھئے نجمہ آنٹی! مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی، آپ"

"ریسٹ کریں۔

حوریہ نے اپنی ہنسی دباتے ہوئے کہا تو مراد کسی اور دوسری جانب پاکر

غصہ ہوا۔

"عروسہ کو فون دیں۔"

وہ ضبط سے بولا تھا۔

"!وہ سو رہی ہے نجمہ آنٹی"

حوریہ نے ایک بار اسے تنگ کیا تھا۔

"شٹ اپ! فورا اس فون میں سے مراد کا نمبر ان بلاک کرو۔"

وہ غصے سے بولا تو حوریہ نے آنکھیں سکوڑیں۔

"میں کسی کے آرڈر نہیں لیتی۔"

مراد کے غصے سے بولنے پر اس نے بھی غصے سے جواب دیا تھا۔

"عروسہ کوٹی وی مت دیکھنا، نیوز مت سننے دینا۔"

وہ یک دم التجائی ہوا تھا۔ حوریہ کے چہرے پر نا سمجھی آئی تھی۔

"اس کو اکیلا مت چھوڑنا۔"

وہ کہہ کر فون بند کر گیا تھا۔

"یہ کیا کر رہے ہو تم مراد؟"

وہ بات کر کر مڑا تو نجمہ بیگم نے اسے کڑے تیوروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

مما! مجھے جانا ہے اس کے پاس۔ وہ پینک ہو جائے گی۔ سب اسے"

"جھوٹا کہیں گے، وہ خود کو کچھ۔۔۔۔۔

اس سے آگے بولا ہی نہ گیا تھا۔ وہ مڑا تھا جب نجمہ بیگم کے سوال پر رکا تھا۔

"محبت کرتے ہو اس سے؟"

وہ میری دوست ہے مما! دوستی محبت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔بس یہی "
"بات مجھے دیر سے سمجھ آئی۔

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا۔اسے جلد از جلد کراچی جانا تھا۔

****

ہاسپٹل کے روم باہر کھڑا ہادی ڈاکٹر سے بات کر رہا تھا۔گولی چھو کر گزری تھی تو وینز کو زیادہ نقصان نہیں ہوا تھا۔

ویل مسٹر ہادی! وہ کافی بہتر ہیں، کل تک انہیں ڈسچارج مل جائے "
"گا۔

ڈاکٹر پروفیشنل انداز میں کہہ کر اس کا کندھا تھپک کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ہادی نے باہر کھڑے ہو کر خود کو کمپوز کیا تھا پھر اندر جانے کے لئے دروازے کی سمت ہاتھ بڑھایا تبھی اس کا فون بجا تھا جو اس نے پندرہ

منٹ پہلے ہی آن کیا تھا۔ حوریہ کی کال دیکھ کر وہ کچھ فاصلے پر آیا تھا۔اس کے وہاں سے ہٹتے ہی صمد کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"بھائی! یہ ٹی وی پر کیا دیکھا رہے ہیں؟ آپ کا نکاح کب ہوا؟اور یہ لڑکی؟ یہ تو بنین ہے ناں؟اسے گولی لگی ہے؟"

وہ بنار کے کئی سوال کر چکی تھی۔

"سب سچ ہے حوریہ! باقی باتیں میں گھر آکر بتاؤں گا۔ابھی تم ایسا کرو عروسہ کو نیوز مت دیکھنے دینا۔"

وہ اپنی پریشانی میں عروسہ کو بھولا نہیں تھا۔

"ابھی عروسہ کے نمبر پر فون آیا تھا وہ بھی یہی کہہ رہا تھا کہ نیوز نہ دیکھنے دوں،اسے اکیلا نہ چھوڑوں؟ عروسہ کا کیا لنک ہے اس سب سے؟"

حوریہ نے تانے بانے بنتے پوچھا تو ہادی نے اپنا کان سہلایا۔

"فلحال جو کہا ہے وہ کرو حوریہ! گھر آکر سب بتاتا ہوں۔"

اس نے حوریہ کو ٹالتے ہوئے ذرا سخت لہجے میں کہا تھا۔ حوریہ منہ بسورتی کال بند کر گئی تھی۔ ہادی بات کرتا کرتا دوسرے کاریڈور میں آگیا تھا، اب واپس بنین کے روم کی جانب بڑھ گیا تھا۔

صمد روم میں داخل ہوا تو بنین کو بے ہوش دیکھ کر اس نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے ڈرپ نکالی اور احتیاط سے اسے اٹھا کر کمرے سے نکل گیا۔ دوسرے روم میں آکر اس نے پوری تیاری کے ساتھ بنین کو وہاں سے لے جانے کا بندوبست کر لیا تھا۔ ہادی واپس آیا تو روم خالی دیکھ کر فوراً اپنی ٹیم کو الرٹ کر کر بنین کو ڈھونڈنے کا کہا۔ چہرے پر ماسک لگائے صمد اس کے پاس سے گزر کر بنین کو اسٹریچر پر ڈالے اپنے ساتھ لے گیا تھا۔ ہادی نے اپنے مٹھی میں جکڑ کر چہرہ جھکایا تھا، اگلے پل اس کے چہرے مسکراہٹ تھی۔

"ویلڈن بنین!"

وہ تصور میں بنین سے مخاطب ہوا تھا۔ذہن میں بنین کی باتیں گونجی تھیں۔

تم نے اسے غلط جج کیا ہے ہادی! وہ بنا کسی کا لحاظ کئے ری ایکٹ کرے گا۔وہ ملک تراب علی پر بہت بھروسہ تھا،ان کی محبت میں اس نے مجھے بنا سوچے سمجھے کڈنیپ کیا تھا۔لیکن یہ جاننے کے بعد میں اس کے چچا کی بیٹی ہوں وہ مجھے تکلیف نہیں پہنچا پایا۔وہ اتنی آسانی سے میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔ہم مل کر بھی ملک تراب علی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے لیکن "شاید صمد کے سامنے سچ لانے پر ہم کامیابی کی جانب قدم بڑھا لیں۔

بنین نے سمجھداری سے اسے اپنی سوچ بتائی تھی۔صمد نے بنین کی بات کو ثابت کیا تھا مگر ان دونوں کو ہی اندازہ نہ تھا کہ وہ گولی چلا دے گا۔ہادی کو بنین کی باتوں سے اتنا تو یقین ہو گیا تھا کہ صمد اسے مزید تکلیف نہیں پہنچائے گا۔کچھ تھا جو وہ صمد کی آنکھوں میں دیکھ چکا تھا۔

****

لمظ یونی سے آئی تو ایک نئ خبر اس کی منتظر تھی۔

یہ آپ سب لوگ منی ہارٹ اٹیک کے بجائے ایک ہی بار بڑا جھٹکا"

"دے دیں مجھے۔

وہ منہ بگاڑ کر ٹیبل پر ہی پھیل کر بیٹھ گئ تھی۔اس کے ارد گرد صوفوں پر باقی گھر والے موجود تھے۔

"----کیا بڑی بات ہو گئ ہے یہ؟سب لڑکیوں کی شادی ہوتی ہے"

اپنی ماں کی سخت گیر آواز پر اس نے جازبہ بیگم کی جانب دیکھا تھا۔

سب لڑکیوں کی ہوتی ہے لیکن یہ افراتفری صرف میری شادی میں"

ہی کیوں؟میں نے آپ سب کا کیا بگاڑا ہے؟کیوں مجھ معصوم کو گھر بدر کرنا چاہتے ہیں،پہلے ہی ایک سڑیل بندے کے نام سے میرا نام جوڑ دیا

"ہے اوپر سے یہ ظلم کہ رخصتی بھی چند دن بعد کرنی ہے۔

لمظ نے دہائیاں دینا شروع کی تو جازبہ بیگم نے مسکراتے ہوئے سب کی جانب دیکھا جو سر پکڑے بیٹھے تھے۔

ہم لوگ ابیہا کی رخصتی کی بات کر رہے ہیں تمہاری نہیں۔ یہ سڑیل" سے نام جوڑنے سے کیا مراد ہے؟ کیا تم سے پوچھا نہیں تھا ہم نے پہلے "ہی۔

ماں نے لتاڑنا شروع کیا تو وہ دھیرے سے ٹیبل سے پاؤں اتارتی وہ وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

مجھے اچانک سے یاد آیا ہے کہ میں نے صبح ناشتہ صحیح سے نہیں کیا" "تھا، تھوڑے تھوڑے چکر بھی فیل ہو رہے ہیں۔

اس کی بڑبڑاہٹ پر جمال صاحب اور عظمت صاحب نے قہقہہ لگایا تھا

۔

فلحال رخصتی کر دیتے ہیں، لمظ کی شادی میں ولیمے کی رسم کی ساتھ ہی "
کر لیں۔ نور یہ بتا رہی تھی، باسط اکیلا مشکل سے سب مینج کرتا ہے، ابیہا
"ساتھ ہو ہو گی تو گھر کا کھانا بھی مل جائے گا اسے۔

جازبہ بیگم نے اپنی رائے پیش کی۔

"میری بھی یہی رائے ہے، جب ایک جائز رشتہ موجود ہے دونوں کے
درمیان کے ابیہا کو ہاسٹل میں رہنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور پھر باسط
"بھی تو پریشان ہوتا ہے۔

شاہینہ بیگم کے اپنی بات سامنے رکھنے پر مرد حضرات نے تائیدی انداز
میں سر ہلایا۔

"میں باسط بھائی کی ٹیم میں ہوں تو مجھے کل ہی پلیز لاہور جانا ہے۔"

بریانی کی پلیٹ ہاتھ میں لئے لمظ نے اپنی بات درمیان میں کہی تھی اور
سیدھا اپنے کمرے کا رخ کیا تھا۔ پیچھے اس کی ماں نے نفی میں سر ہلایا تھا

جبکہ جازبہ بیگم نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں پر سکون رہنے کا کہا تھا۔

****

بنین نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھولیں تو نظر سیلنگ پر گئی۔خود کو جانی پہچانی جگہ پر پا کر وہ یک دم اٹھی تھی مگر کندھے میں اٹھتی درد کی ٹھیس نے اسے واپس لیٹنے پر مجبور کر دیا تھا۔اس کی سسکی پر کمرے میں داخل ہوتا صمد تیزی سے آگے بڑھا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہے،اس طرح سے کوئی اٹھتا ہے؟"

اس نے اسے ٹھیک سے لٹاتے ہوئے غصے سے کہا تو بنین نے اسے گھورا۔

"مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟ہادی کہاں ہے؟"

وہ سپاٹ انداز میں بولی تھی۔ صمد جو اس پر جھکا ہوا تھا سیدھا ہوا تھا۔ چہرے کے تاثرات یک دم سخت ہوئے تھے۔

تمہاری ساری بکواس سنی میں نے۔ اب سچ بتاؤ کیوں کر رہی ہو یہ؟"

"کیوں جھوٹ بولا میڈیا کے سامنے؟

وہ ہاتھ باندھتا اس کے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔ بنین اس کی آنکھوں میں ہی دیکھ رہی تھی۔

میں نے ہر ثبوت پیش کیا ہے مسٹر صمد! میرا نکاح ہو چکا ہے، مجھ سے" دور رہو، میرے شوہر کو اچھا نہیں لگے لگا کسی اجنبی کا میرے اتنے

"قریب رہنا۔

بنین کا لہجہ جتاتا ہوا تھا۔ صمد آگے ہوتا ایک بار پھر اس پر جھکا تھا۔

صحیح کہا تم نے تمہارے شوہر کو بالکل اچھا نہیں لگے کسی اجنبی کا" تمہارے قریب رہنا اور ہو سکتا ہے وہ اس اجنبی کو اس دنیا سے غائب کر

دے یا پھر اسے اس قابل نہ چھوڑے کہ وہ پھر کبھی تمہارے قریب
" بھی بھٹک سکے۔

وہ سفاکیت سے بولا تو بنین ایک پل کو خوفزدہ ہوئی مگر اگلے پل خود کو سنبھال گئی تھی۔

" میں بھول گئی تھی میرے ارد گرد درندے موجود ہیں جو احساسات
"سے عاری ہیں جنہیں صرف اپنا آپ عزیز ہے۔

وہ بناڈرے بولی تو صمد پیچھے ہوا۔اس کے چہرے پر تکلیف کے آثار دیکھ کر صمد کو نا جانے کیوں اچھا نہ لگا تھا۔

" میڈ کھانا لا رہی ہے، کھاؤ اور پھر میڈیسن لو۔ کل تم اپنا بیان دو گی اور
"سب کو بتاؤ گی کہ میں تمہارا شوہر ہوں۔

وہ قطعی لہجے میں بولا تھا بنین نے آنکھیں بند کر کر اسے اگنور کیا تھا۔ صمد نے غصے سے جبڑے بھینچے تھے۔

لسن ٹومی بنین ! اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں آزاد چھوڑ دوں گا تو"
بہت بڑی غلط فہمی ہے تمہاری۔ تیار رہنا کل میڈیا کے سامنے اپنا بیان
"دینے کے لئے۔

وہ اس پر گرجتا ہوا بولا تھا۔

بیان کے ساتھ ثبوت کی ضرورت ہوتی مسٹر صمد ! ثبوت ڈھونڈ لاؤ"
"میں بیان دے دوں گی۔

وہ بنا آنکھیں کھولے ٹھنڈے لہجے میں بول کر صمد کو ایک بار پھر سلگا گئی تھی۔ وہ اسے گھورتا کمرے سے نکل گیا تھا۔ اس کے جانے کے بعد ملازمہ کمرے میں آئی تھی۔ ہاتھ میں ایک ٹرے تھی جس میں سوپ تھا۔

"میم ! یہ پی لیں۔"

ملازمہ کی آواز پر اس نے آنکھیں کھول کر دیکھا پھر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔آنکھیں بند کرتی وہ بامشکل درد کو برداشت کر رہی تھی۔

****

"میرا فون کہاں ہے؟

ملازمہ جو اس کے انتظار میں کھڑی تھی،اس کے سوال پر لاعلمی ظاہر کر گئی۔

"بلاؤ اپنے صاحب کو،مجھے میرا فون چاہیئے۔"

وہ تھوڑے سخت لہجے میں بولی تھی۔ملازمہ سوپ کی ٹرے ٹیبل پر رکھ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔کچھ لمحے بعد صمد اندر داخل ہوا تھا۔بنین کی توقع کی مطابق اس کے چہرے پر ناگواری تھی۔

یہاں تمہاری تیمارداری کے لئے موجود نہیں ہوں میں۔چپ چاپ"

"سوپ پیو اور دوا لو۔

وہ سخت لہجے میں اسے باور کراتا ہوا بولا تھا۔بنین نے درد کی اٹھتی ٹھیسوں کو بامشکل برداشت کیا تھا،دوسرا اس کا سر درد بھی بڑھ رہا تھا۔

میں نہیں کہا کہ میری تیمارداری کروآکر۔مجھے میرا فون دو مجھے بات"

"کرنی ہے گھر پر۔

وہ اپنی تکلیف عیاں نہیں کرنا چاہتی تھی مگر چاہ کر بھی لہجے میں اپنے درد کو چھپا نہ سکی تھی۔صمد نے بھی مزید بحث کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ کر ٹرے میں باؤل اٹھایا تھا۔

"لو سوپ پیئو۔"

اس نے چمچ بھر کر اس کے منہ کی جانب بڑھایا۔بنین نے آئی بروا چکائی تھی۔

"!میں نے موبائل کہا ہے مسٹر صمد"

وہ موبائل پر زور دیتی بولی تھی۔

"میرے پاس تمہارا موبائل نہیں ہے۔اب پیئوا سے۔"

وہ لاپرواہی سے بولا تو بنین کو غصہ آیا۔

"مجھے جانا ہے یہاں سے۔"

وہ منہ پیچھے کرتی بولی تو صمد نے چمچ واپس باؤل میں رکھا۔

"میں نے آج تک کسی کے نخرے برداشت نہیں کئے ہیں بنین !اس لیے میرا ضبط مت آزماؤ۔تم یہاں سے کہیں نہیں جا سکتی۔کل بیان دینے کے بعد تم میرے ساتھ حویلی جاؤ گی اور اپنی پوری زندگی تمہیں وہیں رہنا ہے۔"

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا بول رہا تھا جب بنین مسکرائی تھی۔

میں تمہیں نخرے دیکھانا بھی نہیں چاہتی، میرے نخرے اٹھانے"

والے سلامت ہیں۔دوسری بات رہی بیان دینے کی تو میں نے کہا ہے

تمہیں، بنا ثبوت کے بیان کی حیثیت ہی نہیں کوئی۔اور تیسری بات

حویلی میں کسی صورت نہیں جاؤں گی۔وہ جگہ میری ماں کے قاتل کا

مسکن ہے اور جہاں ظلم و جبر کی روایت ہو وہاں قدم رکھنا اس جگہ کی

"منحوسیت اپنے سر لینے کے مترادف ہے۔

صمد نے ضبط کے ساتھ اس کی ساری باتیں سنی تھیں۔

وہ لڑکا جو کل تمہارے ساتھ تھا، ہادی! وہ کہاں رہتا ہے، کیا کرتا"

"--- ہے، اس کی اکلوتی بہن کب کیا کرتی ہے

"دور رہو ان سے صمد؟"

وہ یک دم اس کی بات کاٹتی بولی تھی۔ سر میں درد بڑھ گیا تھا۔ تکلیف حد سے سوا ہو گئی تھی۔ آنکھوں سے بہنے لگے تو صمد نے باؤل ٹیبل پر رکھا اور آگے بڑھ کر بنین کو خود سے لگایا۔

"شش! ریلیکس! کسی کو کچھ نہیں ہو گا۔"

وہ نا جانے کیوں اسے تسلی دے رہا تھا جبکہ بنین رو رہی تھی۔

"تمہارے دادا نے سب چھین لیا مجھ سے، اب تم بھی وہی کر رہے ہو۔ میں نے کبھی کسی سے نفرت نہیں کی تھی لیکن اس وقت مجھے تم سے نفرت ہو رہی ہو صمد!"

وہ نہیں جانتا تھا مگر بنین کے الفاظ سے اسے تکلیف ہوئی تھی۔

"میں سچ تمہارے سامنے لاؤں گا بنین! تمہاری نفرت ختم کر کر ہی تمہیں اب حویلی لے کر جاؤں گا۔"

وہ تہیہ کرتا بولا تو بنین کے آنسو تھمے۔

"اور اگر تمہارے دادا گناہگار نکلے تو؟"

اس نے پیچھے ہوتے اسکی آنکھوں میں دیکھتے سوال کیا۔

"ایسا نہیں ہو گا۔"

صمد کا لہجہ پر یقین تھا۔اس کے چہرے پر ایک غرور تھا۔بنین کو افسوس ہوا تھا، سچ پتا چلنے پر وہ سوچ بھی نہیں پائی کہ اس غرور کا کیا ہو گا۔

"سوپ پیئو۔"

وہ دوستانہ انداز میں بولا تو بنین نے ٹرے اپنی گود میں رکھ کر باؤل اس پر رکھا۔

"ہم دوست نہیں ہیں صمد! نہ کبھی بن سکتے ہیں۔"

وہ جتاتے ہوئے بولی۔

"دوست نہ سہی ہسنڈ وائف تو ہیں۔اس کے لیے مجھے کسی ثبوت کی ضرورت نہیں۔"

بنین کو اعتراض کے لیے منہ کھولتے دیکھ کر اس نے اپنی بات مکمل کی تھی۔بنین نے اس بار اسے کوئی جواب نہ دیا تھا۔کچھ دیر پہلے کا منظر شاید صمد کے یقین پر مہر لگا گیا تھا۔وہ خاموشی سے سوپ پینے لگی تو صمد بھی اپنا موبائل لیتا کمرے سے نکل گیا۔

****

پتا لگاؤ وہ لڑکی کہاں ہے؟صمد اس تک پہنچے اس سے پہلے ہی اس کا"
"بندوبست کر دو۔

ملک تراب علی اضطرابی حالت میں چیئر پر بیٹھے گرجدار آواز میں بول رہے تھے۔جب وہیں صوفے پر بیٹھے بابر نے کان میں انگلی ڈالی تھی۔

"!لاؤڈ اولڈ مین"

وہ بڑبڑایا تھا۔

"باہر!یہ کام تمہیں کرنا ہے۔"

اشفاق صاحب نے اس کی بڑبڑاہٹ پر اسے گھورتے ہوئے کہا تو اس نے کندھے اچکاتے نفی میں سر ہلایا۔

"سوری ڈیڈ اینڈ گرینڈ پا! مجھے یہ خون خرابا پسند نہیں تو مجھے اپنی سیاست سے دور رکھیں۔"

وہ صاف ہری جھنڈی دیکھا گیا تھا۔

"اس بکواس کا مطلب؟"

اشفاق صاحب غصے سے دھاڑے۔

"آواز نیچے رکھیئے ڈیڈ! گرینڈ پا کا بی پی شوٹ کر جائے گا۔"

اس کا انداز صاف مذاق اڑاتا ہوا تھا۔

"کیا چاہیئے تمہیں؟"

ملک تراب علی کی سنجیدہ آواز پر بابر نے ان کی جانب دیکھا پھر مسکرایا۔

"آپ سے بہتر مجھے کوئی نہیں جانتا گرینڈ پا!"

وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھتا صوفے کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔ ملک تراب علی نے بامشکل اس کا یہ انداز برداشت کیا تھا۔

"زیادہ کچھ نہیں بس شہر کی دونوں ملز میرے نام کر دیں۔"

اس کا انداز ایسا تھا جیسے ملز نہیں کوئی کھلونا مانگا ہو گا۔

"تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو؟"

اشفاق صاحب ضبط کرتے بولے تو وہ ہاتھ جھاڑتا کھڑا ہوا۔

"سوچ لیں آپ۔ کیونکہ یہ کام بھی آپکا ہی ہے۔"

وہ اپنے ازلی لاپرواہ انداز میں کہتا وہاں سے چلا گیا تھا۔

"بابا جان! آپ نے کیوں اسے اتنا سر پر چڑھا لیا ہے؟"

اشفاق صاحب نے زچ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کیونکہ یہ وہ کر سکتا ہے جو تم سالوں سے نہیں کر پائے۔"

ملک تراب علی کے جواب پر اشفاق صاحب کا چہرہ اہانت سے سرخ ہوا تھا۔

"پیپرز بنواؤ جا کر۔"

انہوں نے اشفاق صاحب کو حکم دیا تو سر ہلاتے وہاں سے چلے گئے، جبکہ ملک تراب علی گہری سوچ میں گم کھڑے تھے۔

****

"بھائی! کہاں رہ گئے تھے آپ؟"

وہ اپنے پورشن میں آیا تو اس کا انتظار کرتی حوریہ فوراً اس کی جانب بڑھ کر پوچھ بیٹھی تھی۔

"عروسہ ٹھیک ہے؟"

اس نے اس کا سوال نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

وہ ٹھیک ہے بھائی! آپ مجھے بتائیں کیا ہو رہا ہے یہ سب؟ اور نکاح؟"

"کب کیا آپ نے اور بنین؟

فلحال کے لئے ان سوالوں کو چھوڑ دو اور اپنا سامان باندھ لو۔ میں" تمہیں انکل کے پاس بھجوا رہا ہوں۔ جب تک معاملات حل نہیں ہو جاتے تم وہیں رہو گی۔"

اپنا ما تھا مسلتا وہ آگے کا لائحہ عمل حوریہ کو بتا رہا تھا۔

"بھائی! آپ مجھے ڈرا رہے ہیں؟ میں آپ کو چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔"

حوریہ کی آنکھیں فوراً ہی نم ہوئی تھی۔ ہادی نے اسے ڈرتے دیکھ آگے بڑھ کر اسے ساتھ لگایا۔

ارے بچہ! تم ڈر کیوں رہی ہو؟ انکل کے پاس اس لئے بھیج رہا ہوں" تاکہ بنین کے پیرنٹس کو کمپنی مل جائے۔ انہوں ہمارا بہت خیال رکھا ہے اب ہمارا فرض ہے ان کا خیال رکھنا۔"

وہ اسے سمجھا رہا تھا جبکہ حوریہ اس سے الگ ہوئی۔

"بنین کون ہے بھائی؟"

اس نے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

شان کی بہن ہے جس نے تمہارے بھائی جان بچائی تھی اپنا خون دے"

"کر۔اب وہ مشکل میں ہے تو ہمیں بھی قرض اتارنا ہو گا۔

وہ اسے سمجھا رہا تھا، حوریہ نے ہاں میں سر ہلایا۔

"عروسہ کا اس سب سے کیا لنک ہے بھائی؟"

اس نے کب سے ذہن میں اٹڈ تا سوال پوچھا تھا۔

"عروسہ وہ راز ہے حوریہ! جو چھپا رہنا ضروری ہے۔"

وہ لفظوں کا ہیر پھیر کرتا بولا تھا۔

اب مزید سوال نہیں۔تم جا کر پیکنگ کرو میں جانے کا بندوبست کرتا"

"ہوں۔

اسے مزید سوالوں سے روک کر وہ اپنے کمرے کیجانب بڑھ گیا تھا
۔جب حوریہ اپنے کمرے میں آئی تھی۔اپنے موبائل کی رنگنگ پر اس
نے فون اٹھا کر کان سے لگایا۔

"بھائی مجھے انکل کے گھر بھیج رہے ہیں کچھ دنوں کے لئے۔"

وہ بے دلی سے بولی تھی جب دوسری جانب اس کی بات سن کر کچھ
کہا گیا تھا۔

"آپ ہی دیر کرتے رہے ہیں اب بھگتیں۔"

حوریہ نے منہ بگاڑے غصے سے کہا۔

نہیں مجھے کچھ نہیں پتا، نکاح کا۔بھائی نے کبھی نہیں بتایا۔لیکن آپ"
"کیوں پوچھ رہے ہیں؟

اس نے جواب دے کرنا سمجھی سے پوچھا تھا۔

"!حوریہ"

ہادی کے پکارنے پر اس نے فون کان سے ہٹایا تھا۔

"بابر! میں بعد میں بات کرتی ہوں آپ سے۔بھائی بلا رہے ہیں۔"

وہ عجلت میں فون بند کرتی باہر نکل گئی تھی۔

****

شام سے رات ہو گئی تھی اسے کمرے میں بند۔ملازمہ اسے دوبارہ سوپ دے کر چلی گئی تھی۔بھوک کی وجہ سے کڑوا گھونٹ بھرتی صمد کو کوستی سوپ پر ہی گزارہ کر چکی تھی۔مگر اب بھوک حد سے زیادہ بڑھ گئی تھی۔

وہ بیڈ سے اتر کر کمرے سے نکلی تھی۔ارتسام کے روم میں جا کر وہ اس کی فوٹو کے سامنے کھڑی تھی۔

مجھے بھوک لگی ہے بابا! چوٹ بھی لگی ہے دیکھیں، یہ سب اس صمد" نے کیا ہے۔ مجھے یہاں بند کر کر رکھا ہوا ہے، آپ نہیں ہیں اس لیے سب مجھے جھکانے پر تلے ہیں۔ آپ کو نہیں جانا چاہیئے تھا بابا !" وہ بچوں کی طرح شکایت کرتی آخر میں رونے لگی تھی۔ صمد جو کچھ دیر پہلے آیا تھا۔ بنین کو ارتسام کے کمرے میں جاتا دیکھ کر اسکے پیچھے آیا تھا۔ اپنی شکایات سن کر پھر اس کا رونا سن کر وہ بے چین ہوا تھا۔ واپس مڑ کر کچن کی جانب گیا تھا۔ ملازمہ واپس جا چکی تھی اس لئے خود ہی کھانا گرم کر کر لایا تھا۔ بنین ابھی تک ارتسام کی فوٹو کے سامنے کھڑی رو رہی تھی۔ ٹرے بیڈ پر رکھ کر اس نے بنین کو بیڈ پر بیٹھایا۔ بنین جو اس کی آمد سے بے خبر تھی اسے سامنے دیکھ کر خود کو کمپوز کر گئی تھی۔

"کھانا کھاؤ۔"

اس نے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"یہ عنایت کس لئے؟"

بنین نے سپاٹ لہجے میں پوچھا مگر آواز رونے کی چغلی کھا رہی تھی۔

"مجھے نہیں معلوم تھا تم کھانا نہ ملنے پر ایسے رو کر شکایت کرتی ہو۔"

صمد نے اس کے انداز کو اگنور کرتے نارمل لہجے میں کہا تھا۔

"مذاق اڑا رہے ہو میرا۔اس وقت میں اکیلی ضرور ہوں مگر اپنے سب رشتے نہیں کھوئے میں نے۔"

بنین کے لہجے میں مان تھا۔صمد نے متاثر ہوتے ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"چاچو کی فوٹوز دیکھو گی؟'

اس نے فوراہی دوستانہ انداز میں کہا تو بنین نے سب بھول کر بے ساختہ ہاں میں سر ہلایا تھا۔وہ اٹھ کر الماری سے ایک البم نکال لایا تھا۔

"پہلے کھانا۔"

بنین نے ہاتھ آگے بڑھایا تو صمد نے اسے ٹوکا۔بنین نے کھانا شروع کیا تو وہ اس کے سامنے بیٹھا۔

"یہ تب کی ہے چاچو پانچ سال کے تھے۔"

اس نے ایک فوٹو بنین کو دیکھائی۔بنین کے چہرے پر چمک آئی تھی۔

اماں بتاتی ہیں بہت ضد کرتے تھے۔اور یہ والی جب وہ اسکول میں "داخل ہوئے تھے۔"

وہ مختلف تصویریں اسے دیکھا تھا۔بنین کے چہرے پر خوشی تھی۔وہ دونوں سب بھلائے اس شخص کی باتیں کر رہے تھے جو دونوں کے لئے خاص تھا۔

****

"اچھابس آخری سوال کاجواب دے دیں۔"

ٹرین کے سفر کے دوران لمظ کا بیسواں سوال تھاجو وہ شاہینہ بیگم سے کر رہی تھی۔ماں کی گھوری پراس نے سر تک چادر اوڑھ کر خود کر چھپالیا تھا۔جب کافی دیر وہ کچھ نہ بولی تو شاہینہ بیگم بھی اکتا گئی تھیں۔

"پوچھو جو پوچھنا ہے؟"

وہ سنجیدہ لہجے میں بولیں۔

"اب میرا موڈ نہیں ہے۔"

لمظ نے روکھا سا جواب دیا تو شاہینہ بیگم نے آگے ہو کر اس کے کندھے پر تھپڑ مارا۔

تشدد کنواری بچیوں پر کیا جاتا ہے مت بھولیں اب میں نکاح شدہ"

"ہوں۔

لمظ نے بنا چادر ہٹائے کہا تو شاہینہ بیگم نے ایک تھپڑ اور مارا تھا اسے۔ وہ یک دم اٹھی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو؟"

"!کودنے"

وہ اس کی سپاٹ لہجے میں کی بات پر چونکی تھیں، پھر اٹھ کر اس کے پیچھے لپکیں۔ مگر تب تک وہ دروازے کی چوکھٹ پار کر گئی تھی۔

"!لمظ"

وہ چلا کر آگے آئی تھیں۔ لمظ کو باہر ہنستے دیکھ کر انہیں یاد آیا ٹرین کافی دیر سے رکی ہوئی تھی۔ فوراً ہی چہرے کے تاثرات سخت ہوئے تھے۔ ماں کا اتنا ڈر کافی تھا لمظ شرافت سے اندر آتی اپنی جگہ پر لیٹ گئی تھی۔ شاہینہ بیگم نے غصے سے مسلسل اس پر نظر رکھی ہوئی تھی۔

باسط اور ابیہا کی رخصتی کا چھوٹا سا فنکشن وہ لوگ لاہور میں کرنے والے تھے۔لمظ اور شاہینہ بیگم پہلے جا رہے تھے تاکہ ابیہا کے ڈریسسز لے سکیں اور باسط کے گھر میں سب سامان سیٹ کروا سکیں۔باقی سب دو دن بعد آنے والے تھے۔زمان اور زین کو چھٹیاں نہیں مل رہی تھیں تو وہ شامل نہیں ہو سکتے تھے۔ہادی کا حوریہ کو وہاں سے بھیجنے کا فیصلہ سن کر لمظ نے کوئی ری ایکشن نہیں دیا تھا۔نیوز میں دیکھنے کے بعد اسے اس بار ہادی کا کیس خطرناک نوعیت کا لگا تھا۔اس لئے وہ بنا کچھ کہے واپس آ گئی تھی۔اسے اس بار جلدی لاہور پہنچے کی تھی وہ شارق حیدر سے ملنا چاہتی تھی جو نمبر بند کر چکا تھا۔

"شارق حیدر!اب تم سے روبرو بات ہو گی تاکہ تمہارے دل میں جو ہے وہ سامنے آ سکے۔"

وہ دل ہی دل میں شارق سے مخاطب تھی۔

****

"شاہینہ آپا اور لمظ آرہی ہیں آج۔"

وہ ناشتہ کر رہا تھا جب نوریہ بیگم کی بات پر منہ تک جاتا اس کا نوالہ رکا۔

"کیوں؟"

اس کے سوال پر نوریہ بیگم نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں نے بتایا تو تھا۔ بھائی صاحب اور آپا چاہتے ہیں سادگی سے ابیہا کی رخصتی کر دیں، باسط یہاں پریشان ہوتا ہے اکیلا۔ بیوی ساتھ ہو گی تو اس کی پریشانی کم ہو جائیں گی اور ابیہا کا بھی ہاسٹل کا ڈر ختم ہو جائے گا۔" انہوں نے تفصیلی جواب دیا تھا۔

"! باسط کا اچانک نکاح ہونا مجھے سمجھ نہیں آیا امی"

وہ بات کرید تا ہوا بولا تو نوریہ بیگم نے چائے کا کپ اٹھایا۔

لمظ کی ضد تھی پہلے باسط کا نکاح ہو گا پھر اس کا۔ابیہا کا نام بھی اسی نے "
لیا تھا۔ بچپن سے ساتھ ہیں تینوں، شاید پسند بھی کرتا ہے باسط ابیہا کو
تبھی کو بڑوں نے فورا بسم اللہ کی تھی۔آپا بھی کہہ رہی تھیں وہ لمظ یا ابیہا
"میں سے ایک کو ہی بہو بنائیں گی۔ان کی بھی خواہش پوری ہو گئی۔

وہ اپنی دھن میں بول رہی تھی جب شارق کھڑا ہوا تھا۔

"مجھے تھوڑی دیر ہو جائے گی آج امی! ایکسٹر کلاسسز ہیں آج۔"

وہ کہہ کر رکا نہیں تھا نوریہ بیگم کے لئے شارق کا انداز اور اس کا لہجہ نیا
نہیں تھا۔وہ ہمیشہ اسی طرح ہو جاتا تھا۔اس لئے زیادہ دھیان نہ دیا
انہوں نے۔

وہ گھر سے نکلا تو ماں کی بات اس کے ذہن میں گونج رہی تھی۔

"لمظ نے ضد کی تھی باسط کا نکاح پہلے ہو گا پھر اس کا۔"

وہ پھر سے منفی سوچ رہا تھا۔ بائیک چلاتے ہوئے وہ مسلسل ماں کی باتوں کو سوچ رہا تھا۔ بے دھیانی میں وہ اپنا چالان کروا چکا تھا۔ یونی پہنچ کر وہ اپنے ڈپارٹمنٹ کی جانب بڑھ گیا تھا۔ پہلی بار اس نے اپنے ڈپارٹمنٹ جاتے ہوئے ابیہا کو راستے میں دیکھا تھا۔ جو مسکرا رہی تھیں۔

"کیا یہ جانتی ہو گی جو کھیل اس کی بہن اور کزن نے مل کر کھیلا ہے اس کے ساتھ؟"

وہ دل ہی دل ابیہا کے لئے ہمدردی سموئے بولا تھا۔ ابیہا نے نظروں کا زاویہ موڑا تو شارق کو خود کی جانب تکتے پا کر وہ اس کی جانب بڑھی مگر وہ پہلے قدم آگے بڑھا گیا تھا۔ ابیہا نے سر جھٹکا تھا۔ مگر دل پریشان ہو چکا تھا، شارق کے انداز پر۔

****

وہ کل رات ہی کراچی پہنچا تھا۔اس نے فلحال ایک مقامی ہوٹل میں کمرہ لے لیا تھا تاکہ صبح میں جا کر عروسہ سے مل سکے۔اب وہ گھر کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ بیل بجانے پر قدموں کی چاپ نزدیک آتے سن کر اس کی دھڑکن بڑھی تھی۔اصغر صاحب نے دروازہ کھولا تھا۔وہ سامنے والے سے تعارف سے منظر تھے جب کہ مراد شش و پنج میں کھڑا تھا۔

"برخوردار! آپ کا تعارف؟"

انہوں نے رعب دار لہجے میں پوچھا تو مراد نے تھوک نگلا۔

"دادی! آپ کی پوتی پھر سے دشمنی نبھا رہی ہے۔"

ہادی کی آواز انہیں دروازے تک سنائی دی تھی۔

"میں لاہور سے آیا ہوں، عروسہ کا دوست ہوں۔"

ہادی کی آواز سن کر عروسہ کو دیکھنے کی بے چینی بڑھ گئی تھی اس لئے فوراہی تعارف کرواڈالا۔

" ! اچھااچھا"

اصغر صاحب کی آنکھوں میں شناسائی کی رمق جاگی تھی۔

" میں نے کوئی دشمنی نہیں نبھائی ! اسے کہیں آنکھوں سے دیکھ کر چلاکرے۔"

عروسہ کی غصیلی مگر چڑچڑی آواز پر مراد کے کان کھڑے ہوئے۔اصغر صاحب مڑکر عروسہ کو دیکھنے لگے تو مراد رستہ ملتے ہی اندر آیا۔سامنے ہی اسے عروسہ ٹرے پکڑے نظر آئی اور ایک لڑکا نیچے بیٹھا کانچ اٹھارہا ،مراد نے اسے پہچان لیا تھا۔

" گلاس پہلے سے ٹوٹاہوا تھا محترمہ ! میں سامنے دیکھ کر چلتاہوں اگلی بار نیچے بھی دیکھ لوں گا۔"

وہ اسے مزید چڑاتا ہوا بولا تھا۔

"اوپر بھی دیکھ لینا۔"

شاہدہ بیگم کے ہاتھ سے پانی کا گلاس لے کر اس نے ہادی پر الٹ دیا تھا۔ہادی تو اس افتاد پر بھونچکا کر رہ گیا تھا۔

"چڑیل کہیں کی۔"

وہ مٹھیاں بھنچتا کھڑا ہوتا بولا تھا۔

"چھوچھوندر کہیں کے۔"

باقی بچا پانی اس کے چہرے پر پھینک کر وہ اسے چڑا کر بھاگی تھی مگر اصغر صاحب کے ساتھ کھڑے مراد کو دیکھ کر رکی تھی۔چہرے کی مسکراہٹ سمٹ گئی تھی۔اسے اس طرح رکتے دیکھ کر اس کے پیچھے آتا ہادی رکا تھا۔

کبھی کبھار ہی لیکن پکارتے ہیں تجھے

ہمارا چاہنے والوں میں نام ہو گا نا؟

اگر میں آدھا ادھورا ہی لوٹ آؤں تو

نگاہِ ناز میں وہی احتام ہو گا نا؟

بس ایک بار محبت سے دیکھنا ہے ادھر

بتاؤ! تم سے یہ چھوٹا سا کام ہو گا نا؟

(اتباف ابرک)

****

"باسط بھائی مجھے یونی اتار دیں۔ میں ابیہا کے ساتھ آجاؤں گی۔"

باسط انہیں اسٹیشن پر لینے آیا تھا۔ لمظ کے کہنے پر اس نے ہاں میں سر ہلاتے یونی کی جانب کار موڑلی تھی۔

"میں آدھے گھنٹے بعد آجاؤں گی۔ آپ بے فکر ہو کر آفس جائیں، امی کو عادت اکیلے رہنے کی۔"

وہ کار سے نکل کر شاہینہ بیگم کو چھیڑتے ہوئے بولی تھی اس سے پہلے وہ اسے سخت سناتی وہ یونی کے گیٹ کی جانب بڑھ گئی۔

"بدلحاظ ہوتی جارہی ہے یہ لڑکی۔"

شاہینہ بیگم بڑبڑائی تو باسط مسکرایا۔

"!آپ کو بھی تو اسی کی یہی حرکتیں پسند ہیں چچی"

باسط نے مسکراتے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرادیں۔

شارق لیکچر دے کر فری ہوا تو ایک بار پھر دماغ انہیں سوچوں کا محور بن گیا تھا۔اپنا نکاح اسے غلطی لگ رہا تھا۔اپنے دھیان میں چلتا وہ کسی احساس کے تحت رکا تھا۔اس کی نظر سامنے اٹھی تو ٹھہر ہی گئی۔لمحہ اسے مناہل کے ساتھ کھڑی نظر آئی۔وہ اشارے سے پاگل پن کا بتا کر ہنستے ہوئے سیدھی ہوئی تھی۔اس نے شارق کو دیکھا تو یک دم چہرے پر رونق آئی تھی۔اس کی چہرے کی رونق شارق کو شرمندگی کی اتاہ

گہرائیوں میں لے گئی تھی۔زندگی میں کیے غلط فیصلوں پر انسان کیسے پچھتاتا ہے آج شارق بخوبی محسوس کر رہا تھا۔اس کے سامنے بیا موجود تھی چند قدم کے فاصلے پر اور چاہ کر بھی آگے بڑھ نہیں پا رہا تھا۔وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔اس کے چہرے کی مسکراہٹ نے شارق حیدر کو اسکی سنگین غلطی کا احساس دلایا تھا۔بیا سے کہی اپنی بات یاد آئی تو اس نے رخ پھیرا۔اس کے رخ پھیرنے پر لمحظ نے آنکھیں سکوڑیں تھیں۔شارق کا ری ایکشن اس کے لیے عجیب سے بھی عجیب تر تھا۔وہ آگے بڑھتی اس کے سامنے آئی تو شارق کو آنکھ کا کنارہ صاف کرتے دیکھ کر چونکی۔

"!ہم کہیں اور جا کر بات کر سکتے ہیں پلیز"

شارق کا لہجہ التجائی تھا۔لمظ نے نا سمجھی سے ہاں میں سر ہلایا۔شارق اسے ساتھ لیکر یونی کے خالی ایریا میں آیا تھا جہاں اس وقت کوئی نہ تھا۔لمظ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔

****

"!مجھے گھر جانا ہے صمد"

کل شام تک دوستوں کی طرح بات کرنے سے صمد کو لگا تھا جیسے سب ٹھیک ہو گیا ہو۔اب وہ بنین کو آسانی کو حویلی لے جائے گا مگر اگلی صبح اس کی پھر سے وہی جانے کی رٹ سن کر اسے غصہ آیا تھا۔

میں نے بھی کچھ کہا تھا تم سے کہ تم اب یہاں سے سیدھا حویلی جاؤ"
"گی۔

وہ مزید برداشت نہ کرتے ہوئے غصے سے اس پر چلایا تھا۔صفائی کرتی ملازمہ فورا کچن میں چلی گئی تھی۔صمد ملازمہ کی موجودگی محسوس کرتا

بازو سے پکڑ کر بنین کو کمرے میں لایا تھا اور ایک جھٹکے سے اسے سامنے کیا تھا۔بنین کے منہ سسکی نکلی تھی۔ہاتھ بے ساختہ کندھے پر گیا تھا زخم سے خون رسنے لگا تھا۔تکلیف سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے مگر وہ ضبط کر رہی تھی۔صمد نے بے ساختہ آگے بڑھ کر اس کے زخم کو چھونا چاہا تو بنین پیچھے ہو گئی۔

"میرے کپڑے لادو،اگر اسی قید میں رکھنا ہے مجھے تو۔"

وہ ضبط کرتی بولی تھی پھر بھاگ کر واش روم میں بند ہو گئی تھی۔صمد نے غصے سے مکا دیوار پر مارا تھا۔ملازمہ نے دروازہ بجایا تو اس نے خود کو کمپوز کرتے دروازہ کھولا۔

"صاحب باہر کوئی ملنے آیا ہے آپ سے۔"

ملازمہ نے اسے اطلاع دی تو وہ سر ہلاتا اس کے پیچھے ہی باہر آیا تھا۔لاؤنج میں کسی کو صوفے پر بیٹھا دیکھ کر وہ آگے بڑھا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

بابر کو ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھے دیکھ کر صمد نے ماتھے پر بل ڈالے اس سے سوال کیا تو وہ مسکرایا۔

"پرسوں اتنا تماشا ہوا، لیکن مجھے لگتا ہے میرا بڑا بھائی جھوٹ نہیں بولتا تو"

"اپنی بھابھی سے ملنے آیا ہوں۔

وہ ایسے بات کر رہا تھا جیسے ان دونوں میں نا جانے کتنی دوستی تھی۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

کرخت لہجے میں بولا تو ملازمہ جو بابر کے لئے پانی لائی تھی، ماحول میں تناؤ محسوس کرتی پانی رکھ کر واپس بھاگ گئی تھی۔

"تم ہمیشہ میری دوستی کے ہاتھ کو جھٹکا ہے صمد! تمہارے باپ کے کئے کی سزا مجھے دی۔ لیکن اب نا تو میں کمزور رہا ہوں نا ہی کسی کی انگلی پر

ناچنے والا مہرہ۔ تمہیں وارن کرنے آیا تھا مگر تمہیں اس کی ضرورت

" ! نہیں۔ تم ایک بے وقوف اور اندھے انسان ہو صمد

ٹھنڈے لہجے میں بولتا وہ مسکرا کر آگے بڑھ گیا تھا۔ باہر آ کر اس نے مڑ

کر دیکھا تھا۔

"سوری بھابھی جی مگر بابر کے دل میں کسی کے لئے رحم نہیں ہے۔"

وہ تصور میں بنین سے مخاطب تھا۔ پھر وہاں سے چلا گیا تھا۔

****

خالی پڑی کرسیوں میں دو پر وہ دونوں بیٹھے تھے۔ شارق کے چہرے پر

بے چینی اور ڈر تھا جبکہ لمظا اسے ہی دیکھ رہی تھی اسکے بولنے کی، منتظر

تھی۔ کافی دیر بعد شارق نے سر اٹھایا تھا۔

میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں، پہلی نظر میں تم میرے دل کو اچھی"

"لگی تھی۔ مجھے لگا صرف تمہارا ساتھ ہی میری زندگی مکمل کر سکتا ہے۔

شارق نے بولنا شروع کیا تو لمظ مسکرائی۔

میں نے تمہیں پرپوز کیا تاکہ جلد از جلد تمہیں اپنی زندگی کا حصہ بنا"
"لوں۔

وہ ضبط سے بولا تھا جیسے ہمت جمع کر رہا ہو۔

"لیکن سب خراب ہو گیا۔"

شارق کے جملے نے لمظ کی مسکراہٹ چھین لی تھی۔

میں اپنے غصے کی وجہ سے بہت غلط فیصلہ لے چکا ہوں لیکن میں سب"
"ٹھیک کر دوں گا۔

وہ بیا کو کھونا نہیں چاہتا تھا۔اس لیے چہرے پر ڈر واضح تھا۔لمظ کو اس کی باتیں سمجھ نہیں آ رہی تھیں۔اس نے بولنے کے لیے منہ کھولا تو شارق کی بات سن کر اس کے چہرے پر حیرت آئی۔

میں نے کسی اور سے نکاح کر لیا ہے بیا! میرا یقین کرو میرا ارادہ نکاح کا"
"نہیں تھا میں بس باسط کو سزا دینا چاہتا تھا مگر سب کچھ خراب ہو گیا۔
وہ اپنا سر پکڑے بول رہا تھا لمظ پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ رہے
تھے۔ قوت گویائی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔

وہ اسے سب بتا رہا تھا کیسے اس کا نکاح ہوا، اس کے بعد کی ہر بات۔ لمظ
بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی۔
مجھے لمظ نہیں چاہیئے تھی اپنی زندگی میں مجھے بیا چاہیئے۔ میں تم سے"
"محبت کرتا ہوں۔ میں اسے طلاق دے دوں گا۔
شارق کی بات پر لمظ کو سانس لینا محال ہوا تھا۔ وہ کھڑی ہوتی وہاں سے
بھاگی تھی۔

"!بیا! میری بات سنو۔ بیا"

وہ اس کے پیچھے جاتا بے بسی سے چلایا تھا مگر لمحہ بنا اس کی سنے وہاں سے بھاگتی چلی گئی تھی۔شارق گھٹنوں کے بل وہیں بیٹھ گیا تھا۔اسے لگ رہا تھا جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہو۔

****

"بنین دروازہ کھولو۔ "

بابر کے جانے کے بعد وہ اپنا غصہ کم کرتا واپس کمرے میں آیا تھا جہاں بنین ابھی تک واش روم میں تھی۔اس نے دروازہ بجاتے اسے باہر آنے کا کہا۔

"میں اندر سوگ نہیں منا رہی مسٹر صمد!اس لئے یہ فکر کا ناٹک بند کریں اور جائیں یہاں سے۔"

بنین کی جھنجھلائی آواز سن کر صمد نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"لیسن ! آئی ایم سوری ! مجھے یاد نہیں رہا کہ تمہیں گولی لگی ہے۔"

وہ شرمندگی سے بولا تو اندر سے بنین کے ہنسنے کی آواز آئی۔

"پہلی بار سنا ہے انسان گولی مار کر بھی بھول جاتا ہے۔"

وہ طنزیہ بولی تھی۔ صمد نے غصے سے دروازے کو گھورا تھا جیسے سامنے بنین ہو۔

"تم باہر آرہی ہو یا نہیں ؟"

اس بار وہ ضبط سے بولا تھا۔

کیا مسئلہ ہے آپ کو مسٹر صمد ! مجھے ڈریسنگ کرنے دیں، آجاؤں گی"

"باہر بھی۔

وہ چڑ کر بولی تو صمد نے انگلی سے ماتھا مسلا۔

"تم سے نہیں ہو گی، باہر آؤ میں کر دیتا ہوں۔"

صمد کی آفر پر اندر کھڑی بنین کے ہاتھ تھمے تھے پھر چہرے پر غصے آیا تھا۔

"اپنی حد میں رہیں مسٹر صمد! اور میرے کپڑے منگوادیں۔"

وہ بنا کسی رعایت کے بولی تھی۔

"بنین! میری بات سنو، تم زخم بگاڑ لو گی۔ باہر آؤ مجھے دیکھنے دو۔"

وہ اس بار نرمی سے اسے سمجھاتا ہوا بولا تھا۔

میڈا بھی تک گئی نہیں اسے بھیج دیں اس سے زیادہ میری مدد مت"

"کریں۔

اس کا لہجہ اٹل تھا، صمد نے گہری سانس لی۔ پھر باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ملازمہ اندر داخل ہوئی تھی۔

"!بی بی جی"

ملازمہ کی آواز پر بنین نے دروازہ کھول کر باہر جھانکا تھا۔ صرف ملازمہ کو دیکھ کر اس کو سکون ہوا تھا۔

"!دروازہ بند کر دو پلیز"

ملازمہ اس کا حکم بجالاتی فورا دروازہ بند کر کر واپس اپنی جگہ پر آئی تھی۔بنین باہر آئی تو ملازمہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔وہ صمد کی شرٹ اور ٹراؤذر پہنے ہوئی تھی۔شرٹ پر کندھے کے پاس خون کے دھبے لگے ہوئے تھے۔

"مجھے ڈریسنگ میں مدد چاہیئے تھی۔"

بنین ہچکچائی تھی۔ملازمہ آگے بڑھ کر اس کی مدد کرنے لگی۔بنین نے خود کو آئینے میں دیکھا تو اسے بے ساختہ شان یاد آیا تھا۔

مما!اسے کہیں میرے کپڑے نہ چھیڑے کرے۔یہ جان بوجھ کر"

"میرے کپڑے پہن کر مجھے چڑاتی ہے۔

ویڈیو کال کے دوران بنین اٹھ کر اس کی فیوریٹ شرٹ پہن آئی تھی۔

چڑاتی کہاں ہوں میں بس یہ بتانا چاہتی ہوں، یہ کلر مجھ پر زیادہ سوٹ "
"کرتے ہیں۔

مار کر سے کالر پر نشان بناتی وہ دور بیٹھے شان کو چیخنے پر مجبور کر گئی تھی۔

"!آپ کی بیٹی کسی دن قتل ہو جائے گی مجھ سے مما"

وہ بے بسی سے بولا تھا جب کہ وہ اس کا چہرہ دیکھ کر ہنس رہی تھی جو بے بسی کی تصویر بنا ہوا تھا۔

"آپ ہنس کیوں رہی ہیں؟"

کام مکمل کر کر ملازمہ نے اس کی جانب دیکھا تو اسے مسکراتے دیکھ کر پوچھا۔ بنین کا تخیل فورا ختم ہوا تھا۔ مسکراہٹ معدوم ہو کر اداسی میں بدل گئی تھی۔

زندگی میں برا وقت آیا ہوا ہو تو اپنوں کی یادیں ہیلنگ کرتی ہیں۔ میں "
"بھی اپنوں کو یاد کر رہی تھی۔

وہ اداسی سے بولی تھی مگر چہرے پر مسکراہٹ سجالی تھی۔

"صاحب آپ کو مارتے ہیں؟"

ملازمہ نے رازداری سے پوچھا تو بنین ہنسی تھی۔کھوکھلی ہنسی۔

بس یہی کام ہے جو وہ کرنا چاہتا ہے مگر نہیں کر پاتا۔فکر مت کرو وہ"

"مجھے کچھ نہیں کہے گا۔

ملازمہ کو پریشان دیکھ کر اس نے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

کچھ دیر پہلے ایک صاحب اور آئے تھے۔وہ ان پر بھی غصہ کر رہے"

"تھے۔مجھے ڈر لگتا ہے بی بی جی!اس طرح کے ماحول سے۔

ملازمہ نے اپنا ڈر بیان کیا تھا۔

تم فکر نہ کرو۔وہ تمہیں بھی کچھ نہیں کہے گا۔اگر کچھ کیا تو میں اس کا"

"منہ توڑ دوں گی۔

آخری جملہ اس نے دل میں بولا تھا۔ ملازمہ کچھ حد تک ریلکس ہو گئی تھی اس لئے اس سے نارمل ہو کر باتیں کرنے لگی۔

****

صمد صوفے پر بیٹھا بے چینی سے اپنا پاؤں ہلا رہا تھا جب ایک ہاتھ مسلسل بالوں میں تھا۔ دروازہ ناک ہوا تو اس نے خود ہی اٹھ کر دروازہ کھول دیا، سامنے ہادی کو دیکھ کر اسکے تاثرات سخت ہوئے تھے۔ ماتھے پر بلوں میں اضافہ ہو گیا تھا۔

"مجھے بات کرنی ہے۔"

ہادی نے سنجیدگی سے کہا تو صمد نے اس کے ہاتھ میں فائلز دیکھ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔

"کس لئے جھوٹ بولا تم نے میڈیا کے سامنے؟ بنین کو کیسے جانتے ہو"

"تم؟ جانتے ہو ناں ہم سے دشمنی کا نتیجہ؟

صمد بنا اسے بیٹھنے کا کہے صوفے پر اکڑ کر بیٹھا تھا۔ہادی نفی میں سر ہلاتا اس کے سامنے بیٹھا۔فائلز ٹیبل پر رکھ دی تھیں۔

"بنین اور میرا تعلق کیا ہے یہ میں تمہیں بتانے کا پابند نہیں ہوں۔"

ہادی کی بات پر صمد غصے سے آگے ہوا۔

"بنین نے مجھ سے کہا تھا کہ اسے تم پر بھروسہ ہے۔"

ہادی کی اگلی بات پر صمد کی آنکھوں میں بے یقینی آئی۔ہادی ہنسا تھا۔

"میراری ایکشن بھی یہی تھا۔"

اس کے ہنسنے پر صمد کو سبکی محسوس ہوئی تھی۔

میں جانتا ہوں بنین تمہارے پاس ہے۔میں یہاں اس لئے آیا"

ہوں۔"اس نے فائل صمد کی جانب کھسکائی۔

"ناجیہ اعجاز! سیکریٹ وائف آف مسٹر اشفاق تراب علی۔"

فائل اٹھا کر جیسے ہی صمد اسے کھولنے لگا ہادی کے الفاظ پر اس کا خون کھولا تھا۔

مجھے یقین ہے تم اسے جھوٹ نہیں کہو گے۔ناجیہ میری پھوپھو"

"تھیں۔

صمد فائل پکڑے بیٹھا تھا کھولنے کی اس میں ہمت نہ تھی۔اپنے باپ کی ہر عادت سے واقف تھا وہ۔وہ یقین کر سکتا تھا ہادی کی بات پر کیونکہ بابر بھی تو اسی طرح کی ایک سچائی کا نتیجہ تھا۔

مجھے تمہاری مدد چاہیئے۔سنا ہے ملک تراب علی تمہیں اپنی جگہ لانا"

چاہتے ہیں، تو کیا صرف ملک کو نوچ کھانے والے ہی اقتدار میں آئیں

"گے یا پھر کوئی ایسا بھی جو انصاف کروانا جانتا ہو؟

ہادی کے سوال پر صمد نے فائل کھولی تھی۔

"مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

وہ خود کو کمپوز کر چکا تھا۔

"اپنے پھوپھو کے قاتل کو سزا ملتے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا اس بات سے؟ "

صمد نے غصے سے فائل بند کی تھی۔

میری پھوپھو کی ڈیتھ نیچرل نہیں تھی۔انہیں مارا گیا تھا۔میں اس" وقت اس قابل نہیں تھا کہ سچ باہر لا سکوں لیکن پچھلے کچھ سالوں میں میں بہت محنت کی ہے اس کیس پر۔ثبوت کی ایک فائل یہ ہے۔میری "پھوپھو کو مارنے والا تمہارا باپ ہے۔

ہادی کی باتیں وہ ضبط سے سن رہا تھا۔

اس کہانی کو بنانے کے کتنے روپے ملے ہیں تمہیں؟شاید تم مخالف" "--- پارٹی کی جانب مہرہ ہو جو

میں اپنی پھوپھو کا قتل کسی کے صدقے معاف کر چکا تھا صمد! کیونکہ "
اپنے تین سالہ پولیس کے کریئر میں مجھے یہی احساس دلایا گیا ہے کہ
انصاف کے معاملے میں ہمارا ملک زیرہ ہے۔ یہ صرف بنین کا تم پر یقین
تھا جو میں نے اس کیس کو چنا۔ لیکن میں غلط تھا اور بنین کا بھروسہ
" بھی۔ تم بھی ان لوگوں میں سے ہو۔

ہادی نے دروازے کے پاس کھڑی بنین کو دیکھتے ہوئے کہا۔ صمد نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا۔ بنین کو دیکھ کر وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا تھا جو اپنے پرانے کپڑے پہن چکی تھی اور کندھوں کو شال سے کور کیا ہوا تھا۔

"اندر جاؤ تم۔"

وہ سخت لہجے میں بولا تھا۔ بنین ان سنا کرتی اس کے پاس سے گزر سے ہادی کے پاس آئی تھی۔

"شان کیسا ہے اور ماما اور پاپا؟"

اس کے لہجے میں بے صبری تھی۔

"--- انکل آنٹی ٹھیک ہیں اور شان"

وہ رکا تھا۔سچ بتا کر وہ اسے مزید پریشان نہیں کر سکتا تھا۔

"ماما اور پاپا سے کہنا میں بالکل ٹھیک ہوں۔"

صمد ان کی باتیں سن رہا تھا۔

"میرا کام ہوا؟"

اس کے اچانک پوچھنے پر صمد نے آنکھیں سکوڑی تھیں جبکہ ہادی نے دوسری فائلز اس کیجانب بڑھائی تھی۔

"اس نظام میں ثبوت مل جاتے ہیں بنین! انصاف نہیں ملتا۔"

وہ تلخی سے بولا تو بنین نے اس کی تائید کی تھی۔پھر وہ فائل لے کر مڑی تھی اور فائل صمد کے ہاتھ میں رکھی۔

یہ رہے ہمارے سو کالڈ نکاح کے گواہ۔ میں تم پر بھروسہ کرنا چاہتی"
ہوں صمد! ہادی کی پھوپھو کو انصاف دلواؤ میں خود اعتراف کر دوں گی
"ہمارے نکاح کا۔

وہ اس کے سامنے شرط رکھ رہی تھی۔

"تم مجھے میرے باپ کو سزا دلوانے کا کہہ رہی ہو؟"

صمد نے چبھتے لہجے میں پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں ایک قاتل کو سزا دلوانے کا کہہ رہی ہوں۔"

وہ صمد کے سامنے کھڑی تھی چہرے پر کوئی تاثر نہ تھا جب کہ صمد بھی
اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔ ہادی نے ان دونوں کی سرد جنگ دیکھ
کر گہری سانس لی تھی۔

ٹھیک ہے اگر یہ سچ ہوا تو انہیں سزا ملے گی۔ لیکن یہ شخص دوبارہ"
"یہاں نہ آئے۔

وہ ہادی کو دیکھتے ہوئے بولا تو اس نے احتجاجا بنین کی جانب دیکھا جو اس کی بات مان گئی تھی۔

میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا بنین! مجھے وعدہ خلافی کی تربیت نہیں" "دی گئی۔

وہ طنز کرتا بولا تھا صمد نے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

ہادی! یہ میرے باپ کا گھر ہے میں یہاں سے کہیں نہیں جاؤں" "گی۔

بنین نے ارتسام کا حوالہ دیا تھا۔ہادی اس کی بات سمجھ گیا تھا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا واپس مڑ گیا تھا۔بنین بھی صمد کے پاس سے گزر کر کمرے میں چلی گئی تھی جب کہ ان کی باتیں سنتی ملازمہ! کل سے نا آنے کا تہیہ کرتی اپارٹمنٹ سے نکل گئی تھی۔صمد وہ فائل تھامے کھڑا

تھا جس میں اس کے نکاح کے دونوں گواہوں اور نکاح خواں کے خود کشی کی مکمل رپورٹ تھی۔

اب فیصلہ اسے کرنا تھا کہ وہ کیا کرے گا۔

انٹرسٹنگ! فائنلی میرے باپ کو بھی کوئی سزا دے گا اور وہ کون ہو گا"

"؟میرے دادا کا چہیتا پوتا۔

بابر جو ڈیوائس اس کے گھر میں لگا کر آیا تھا۔ان کی باتیں سنتا ہنس کر بولا تھا۔

"ایسا کبھی نہیں ہو گا۔وہ شخص صرف میرے ہاتھوں سزا پائے گا۔"

یک دم ہی اس کے چہرے پر کرختگی آئی تھی۔آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔جن میں ایک جنون تھا۔سب تباہ کر دینے کا جنون۔

****

ابیہا کے ساتھ وہ باسط کے فلیٹ میں آگئی تھی۔ابیہا اپنی ماں کی گود میں سر رکھے باہر صوفے پر ہی لیٹ گئی تھی جبکہ لمظ فریش ہونے کا بہانہ کر کر کمرے میں آگئی تھی۔سارے راستے وہ خود کو مضبوط بنائے ہوئے تھی۔آئینے کے سامنے کھڑے ہوتے اس نے خود کو دیکھا تھا۔یک دم اس کا وجود آئینے میں گم ہوا تھا۔سامنے وہ منظر آیا تھا جب وہ پہلی بار شارق سے ٹکرائی تھی۔اس کے کان پکڑنے پر وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

منظر بدلا تھا۔وہ دونوں پھر آمنے سامنے کھڑے تھے۔

"میں گھما پھرا کر بات نہیں کروں گا،مجھے تم پسند ہو،شاید یہ محبت بھی ہو سکتی لیکن شاید کے چلتے میں اپنا نقصان نہیں کر سکتا۔میں تمہارے گھر اپنے امی کو بھیجنا چاہتا ہوں۔تم سوچنے کا وقت لے سکتی ہو۔اگلی

ملاقات میں مجھے اپنا جواب دے دینا۔جو کہ میں جانتا ہوں مثبت ہو گا۔"

لمظ کی آنکھوں میں آنسو آئے تھے، یہ جاننے کے بعد وہ اسے بیا سمجھ کر وہ سب بول رہا تھا۔منظر ایک بار پھر بدلا تھا۔وہ فون کان سے لگائے کھڑی تھی۔

"کیا آپ کو شادی سے اعتراض ہے؟"

"کیا مطلب؟"

لمظ نے فون کان ہٹا کر دیکھا تھا گویا اس میں سے شارق نظر آجائے گا شاید۔

"مطلب! اگر آپ کو اعتراض ہے مجھے بتائیں کیا اعتراض ہے؟ مجھ میں کوئی برائی ہے جو آپ انکار کر رہی ہیں؟"

اس نے اپنے ہاتھ کی پشت پر گرے آنسوؤں کو دیکھا تھا۔

اس دن وہ جانتا ہی نہیں تھا کہ وہ جیسے بیا سمجھ کر پرپوز کر چکا تھا وہ میں"
"ہی ہوں۔

وہ خود سے بات کرتی طنزیہ ہنسی تھی۔

میں بتانا چاہتا تھا کہ اب سے مذاق میں بھی کوئی غلط بات نہیں کروں گا"
"، جس سے آپ پریشان ہوں۔

شارق کی آواز اس کے کان گونجی تھی۔

"محبت بھرا لہجہ سب مکرر تھا۔"

اس نے ہاتھ کی پشت سے آنسوؤں کو رگڑ کر صاف کیا تھا۔ شارق کی آواز مسلسل اس کے کانوں میں گونج رہی تھی۔

میں نے کسی اور سے نکاح کر لیا ہے بیا! میرا یقین کرو میرا ارادہ نکاح کا"
"نہیں تھا میں بس باسط کو سزا دینا چاہتا تھا مگر سب کچھ خراب ہو گیا۔

وہ ان آوازوں سے پیچھا چھڑانا چاہ رہی تھی۔دوسرا اسے اپنے بہتے آنسوؤں پر غصہ آرہا تھا۔

مجھے لمظ نہیں چاہیئے تھی اپنی زندگی میں مجھے بیا چاہیئے۔میں تم سے" محبت کرتا ہوں۔میں اسے طلاق دے دوں گا۔

شارق کے آخری جملے پر لمظ کا ضبط ٹوٹا تھا۔

"مجھے مہرہ بنایا گیا۔محبت کا اظہار سب ناٹک تھا۔"

ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی وہ دونوں ہاتھ ٹیبل پر ٹکائے سر جھکائے کھڑی تھی۔

تم نے یہ بہت غلط کیا شارق حیدر!لمظ انصاری کھلونا نہیں ہے جو کسی" کے کھیل کا حصہ بن جائے۔".

اس نے سر اٹھا کر سامنے آئینے میں اپنا عکس دیکھا تھا۔آنسوؤں کو صاف کر کر اس نے فیصلہ کن انداز میں خود کی جانب دیکھا تھا۔

مجھے بھری محفل میں رسوا کرنا چاہتے ہو نا تم؟ میرا وعدہ ہے تم سے"
اس رسوائی کے بدلے تم سے تمہاری ہر خواہش نہ چھین لی تو میرا نام
"بھی لمظ انصاری نہیں۔

وہ سرخ آنکھیں لیے بولی تھی۔ پھر مڑ کر اپنے بیگ سے ایک کاغذ اور پین نکالا۔

بیا سے محبت کرتے ہو ناں؟ تم سے لمظ انصاری بھی چھین لوں گی"
"میں۔

اس نے کاغذ پر ایک نمبر لکھتے ہوئے سوچا تھا۔ اس کی آنکھ سے آنسو نکل کر کاغذ کو گیلا کر گیا تھا۔

"رونا نہیں لمظ! دھوکا کھا کر رویا نہیں جاتا، پلٹ کر وار کیا جاتا ہے۔"

اس نے ایک بار پھر بے دردی سے اپنے آنسو پونچھے تھے۔

کھیل تم نے شروع کیا تھا شارق حیدر! اختتام میں کروں اور ایسا کہ "
"تم اپنی پوری زندگی پچھتاؤ گے۔

نمبر واپس بیگ میں رکھ کر وہ اپنے کپڑے لے کر واش روم میں بند ہو گئی تھی۔

شارق اور لمظ کی زندگی کونسا موڑ لینے والی تھی یہ تو وقت ہی بتانے والا تھا، مگر دو دل زخمی ہو چکے تھے اس کھیل میں۔

****

رات کی تاریکی بڑھ رہی تھی۔ عروسہ جو دوپہر سے کمرے میں بند تھی ۔اندر گھٹن محسوس کرتی کمرے سے نکلی تھی۔اس کے مطابق مراد اب تک واپس جا چکا تھا۔اس لئے وہ باہر آگئی تھی۔اس کا رخ چھت کی جانب تھا۔ حوریہ صبح ہی اس سے مل کر جا چکی تھی تو وہ جانتی تھی اوپر کا

پورشن خالی ہو گا اسلئے اسے کوئی مسئلہ نہ تھا۔وہ چھت پر آکر دیوار پر ہاتھ رکھ کر کھڑی ہوئی تھی۔ نظریں سامنے نظر آتے چاند پر تھیں۔

کیا میں اتنی بڑی غلطی کر چکا ہوں کہ تم میری شکل بھی دیکھنا نہیں"

"چاہتی؟

مراد کی آواز پر وہ حیرت سے مڑی تھی۔اپنے بالکل پیچھے مراد کو دیکھ کر دو قدم پیچھے ہوتی دیوار سے لگی تھی۔ پھر عجلت میں اس کے پاس سے نکلنے لگی۔

"مت کرو عروسہ ! ورنہ مراد کہیں کا نہیں رہے گا۔"

مراد کے تکلیف سے بھرے الفاظ نے اس کے قدموں میں قفل ڈالا تھا۔

میری موجودگی تمہاری زندگی میں صرف ایک بوجھ تھی مراد ! کیونکہ "

"مجھے دوبارہ بوجھ بنانا چاہتے ہو۔واپس چلے جاؤ۔

وہ بنا مڑے بولی تھی لہجے میں ایک التجا تھی۔

میری دوست کو اس وقت میری ضرورت ہے اور میں نے وعدہ کیا تھا"

"میں تمہیں اکیلا نہیں چھوڑوں گا۔

مراد نے اپنا وعدہ اسے یاد دلایا تو وہ ہنسی۔

"بچپن تھا مراد! گزر گیا۔ تم بھی بھول جاؤ۔"

وہ سنگل دل بنی ہوئی تھی جب مراد نیچے بیٹھا تھا۔

مجھے میرا وعدہ پورا کرنے دو پھر میں کبھی تمہاری زندگی میں واپس"

"نہیں آؤں گا۔

اس کے نیچے بیٹھنے پر عروسہ کو جھٹکا لگا تھا۔ اس کے الفاظ اس کے دل کو چیر رہے تھے۔ وہ نیچے کی جانب بھاگی تھی۔ مراد وہیں بیٹھا تھا خالی ہاتھ ،خالی دامن۔

نیچے اترتے ہوئے اس کا ٹکراؤ ہادی سے ہوا تھا۔

"کیا ہوا تم کہاں اڑتی پھر رہی ہو؟"

ہادی نے ہنستے ہوئے پوچھا تو عروسہ اس کے کندھے پر مکا مارا۔اور ایک پر ہی اکتفا نہیں کیا تھا پے در پے کئی مکے مار چکی تھی۔

تم نے اسے بلایا ناں اور اسے اپنے ساتھ رکھ بھی لیا۔مجھے اپنی شکل" "مت دیکھانا چھچھوندر کہیں کے۔

وہ غصے سے اسے سنانے کے بعد اسے راستے سے ہٹاتی نیچے بھاگ گئی تھی۔ہادی نے تاسف سے سر ہلایا تھا۔

****

ہادی اوپر آیا تو اسے مراد سیڑھیاں اترتا دیکھائی دیا۔اس کے چہرے پر پل میں ناگواری آئی تھی یہ سوچ کر کہ عروسہ اس کے ساتھ اکیلی تھی اوپر۔

"!میں نے تمہیں یہاں رکنے کی شرائط بتائی تھیں مراد"

اس نے نہ لہجے کا روکھا پن چھپایا تھا اور نہ ہی چہرے کی ناگواری۔ مراد جو اپنی ہی سوچ میں گم تھا ہادی کے الفاظ پر سر اٹھا کر اس کی دیکھنے لگا۔

"کچھ کہا ہے تم نے؟"

اس نے نا سمجھی سے پوچھا تو اس کی غائب دماغی اور نم آنکھیں دیکھ کر ہادی کے ماتھے کے بل تھوڑے ڈھیلے پڑے۔

"اندر بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

وہ سنجیدگی سے کہتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔ مراد اس کے پیچھے آیا تھا۔ صبح میں ان کی ملاقات سرسری تھی مگر دونوں اچھی طرح عروسہ کی زندگی میں اپنی اہمیت جتا چکے تھے۔

"کون ہو تم اور یہاں آنے کا مقصد؟"

صبح میں عروسہ کے اچانک بھاگ کر کمرے میں جانے پر ہادی اپنے چہرے سے پانی صاف کرتا مراد کے سامنے آیا تھا۔

"میں عروسہ کا بچپن کا دوست ہوں مراد۔"

مراد نے چبھتے لہجے میں کہا کیونکہ کچھ دیر پہلے کا منظر اسے ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔ہادی نے ہاتھ باندھے۔

اوہ! آئی سی! نائس ٹو میٹ یو مراد! میرا نام ہادی ہے اور میں عروسہ کا"

"بچپن کا دشمن ہوں۔

ہادی کا لہجہ جتاتا ہوا تھا، کہ وہ یقیناً دیکھ ہی چکا ہو گا کچھ دیر پہلے ان کی دشمنی بھری دوستی۔

"میں عروسہ کے لئے یہاں آیا ہوں۔"

مراد نے اسی کے انداز میں کہا تو ہادی مسکرایا۔

"میں یہاں موجود ہوں اس کے لئے۔"

اس نے ایک بار پھر جتایا تھا۔

"میں دوست ہوں اسکا اور اس وقت میں اسے اکیلا نہیں چھوڑوں گا"

"جب اس کے دشمن سر گرم ہو چکے ہیں۔

مراد اسکے انداز سے چڑ کر بولا تو ہادی سنجیدہ ہوا۔

"یہاں سے اوپر جا کر جو کمرہ کھلا ملے گا اس میں جا کر آرام کرو۔ شام میں ملاقات ہو گی، اس بارے میں تفصیلی بات تب ہو گی۔ عروسہ سے دور

"رہنا تب تک اگر یہاں رکنا چاہتے ہو تو ورنہ دروازہ وہ رہا۔

ہادی نے سنجیدگی سے کہا تھا مراد کچھ کہہ نہیں پایا تھا، اس لئے اس کے کہے پر عمل کر کر وہ اوپر والے پورشن کی جانب بڑھ گیا تھا۔

"دادا! دادی! عروسہ کو مت بتایئے گا اس کے یہاں رکنے کے بارے

"میں۔ میں آپ کو سب بعد میں بتا دوں گا۔

اصغر صاحب اور شاہدہ بیگم کے چہرے پر سوال دیکھ کر اس نے کہا تو وہ دونوں سمجھ کر ہاں میں سر ہلا گئے۔

"!بیٹھو مراد"

مراد کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر ہادی نے کہا تو مراد اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا۔

"کیا عروسہ نے تمہیں سب بتایا تھا؟"

وہ خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔ مراد نے ہاں میں سر ہلایا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے وہ کہانی بنا رہی تھی؟ یا سچ میں ایسا کچھ ہوا تھا؟ تم نے نیوز چینلز میں چند نام دیکھے اور تم یہاں آ گئے لیکن میرا سوال وہی ہے

"کیا تمہیں اس پر یقین تھا؟

مراد چونکا تھا اس کی بات پر کہ وہ کیسے جانتا تھا کہ مراد وہاں کیسے آیا تھا مگر اس سوال کو بعد پر چھوڑ کر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

اس کے ہر لفظ پر یقین ہے مجھے۔میں نے دیکھی تھی اسکی حالت،ایک "
بچہ ہونے کے باوجود بھی اس کی تکلیف کو محسوس کیا تھا میں نے۔اب
"بھی اسے اس تکلیف سے بچانے آیا ہوں۔

اس کی بات پر ہادی نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

تم نے اس کا برے وقت میں ساتھ دیا،اسے سپورٹ کیا مگر جب وہ"
سنبھل گئی تو تم نے کیا کیا؟اسے احساس دلایا کہ اتنے سالوں کی کئیر
صرف دکھاوا تھا؟کیا دوست ڈی گریڈ کرتے ہیں؟اپنے دوسروں
جاننے والوں میں دوست کا اشتہار لگاتے ہیں؟اس کی ہر اچھائی بھول کر
صرف خامی کو مد نظر رکھتے ہیں بار بار اسے خود سے دور ہو جانے کا کہتے
"ہیں؟

ہادی کے سوال سوال نہیں تھے بلکہ باز پرس تھی جو وہ عروسہ کو
سنبھالنے والے سے کر رہا تھا۔

کہتے ہیں زیادہ کیئر مل جائے تو بوجھ لگنے لگتی تھی۔پہلے میں اس کی کیئر " کو حق سمجھتا تھا مگر پھر مجھے لگنے لگا جیسے سب دکھاوا ہے،وہ کیوں کرتی ہے اتنی کیئر؟ کیوں مجھے ہر کسی سے بات کرنے پر ٹوکتی ہے؟ کیوں چاہتی ہے میں لوگوں سے دور رہوں؟ ایسے بہت سے کیوں تھے جو مجھے اس سے دور جانے پر مجبور کر رہے تھے۔میں نے چڑ کر نئے دوست بنا لئے۔اسے وقت دینا کم کر دیا،اسے سزا دیتا تھا،میری فکر کرنے اور احسان جتاتا تھا کہ میں نے کیا کیا ہے اس کے لئے۔میں نے اسے ہنسنا سیکھایا تھا اور پھر میری وجہ سے اس کی مسکراہٹ ختم ہو گئی۔وہ مجھ سے دور ہونے لگی تو مجھے احساس ہوا کہ میں نے کیا کر دیا تھا۔لیکن اب میں "اپنی غلطی نہیں دہراؤں گا۔

بات کرتے کرتے جہاں اس کی آنکھ میں آنسو آ گئے تھے وہیں ہادی سنجیدہ بیٹھا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

ناجیہ میری پھوپھو تھیں۔ عروسہ کی پہلی دوست جو اس کے لئے ہر "
کسی سے لڑ جاتی تھیں۔اپنی دوست کو اپنی آنکھوں کے سامنے تڑپتے
ہوئے مرتے دیکھنے کے بعد وہ دماغی دورا سی ڈر میں اٹک گئی تھی۔انکل
آنٹی اسے یہاں سے گئے تھے،اس کا کبھی کبھار یہاں آنا بھی بند ہو گیا
تھا۔ لیکن اتنا میں جانتا ہوں کہ وہ اسی ڈر کا شکار رہی ہے۔وہ دوست
نہیں بناتی ہو گی لیکن جب تمہیں بنایا تو ہر اس شخص سے ڈرنے لگی جو
تمہیں چوٹ پہنچائے۔وہ دوست کھونے سے ڈرتی ہے مراد! اور تم نے
"اس سے اسکا دوست چھین لیا۔

ہادی نے اسے شرمندہ کیا تھا وہ جو پہلے ہی شرمندہ تھا مزید خود کو پستی
میں جاتا محسوس کر رہا تھا۔

اب کام کی بات کر لیتے ہیں۔ جس وجہ سے میں نے تمہیں یہاں روکا"
"تھا۔

ہادی بات ختم کرتا ہوا بولا تو مراد نے بھی سر اٹھایا تھا۔

****

"لمظ! کھانا کیوں نہیں کھا رہی ہو؟"

باسط نے لمظ کو پلیٹ میں چمچ گھماتے ہوئے سوچ میں گم دیکھا تو پوچھا۔

ابیہا اور شاہینہ بیگم نے بھی لمظ کی جانب دیکھا تھا۔ لمظ ان تینوں کو اپنی جانب تکتے پا کر جبرا مسکرائی تھی۔

"دل نہیں ہے بھائی کچھ کھانے کا۔"

وہ اپنی افسردگی چھپاتے ہوئے بولی۔

"کوئی پریشانی ہے؟"

باسط اس کے چہرے سے اندازہ لگا رہا تھا جب وہ مسکرائی تھی۔

پریشانی تو ہے بھائی! یہاں بھی انہی کے ہاتھ کا کھانا کر کر دل ٹوٹ گیا"

"ہے میرا، پیزا کھانا تھا مجھے۔

وہ نروٹھے پن سے بولی تو شاہینہ بیگم نے اس کی کمر میں دھموکا جڑا۔

ناہنجار اولاد! ماں کے ہاتھ کا کھانے سے زیادہ اس بازاری بیماری کی"

"دکان کو کھانا پسند ہے۔

وہ غصے سے بولی تو لمظ نے ان کے گرد باہیں پھیلا لیں۔

"غصہ تھوک دیں ناں! میرے لئے دعا کیا کریں بس۔"

وہ نیم سنجیدگی سے بولی جبکہ اسکے جملے پر شاہینہ بیگم کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"! لمظ"

انہوں نے اس کا چہرہ سامنے کیا وہ مسکرا کر آنکھ ونک کر گئی تھی۔ شاہینہ بیگم نے اس کے کندھے پر تھپڑ لگایا تھا وہ ہنسنے لگی تو ابیہا بھی مسکرا دی جبکہ باسط سنجیدگی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کھانے سے فارغ ہو کر شاہینہ بیگم کمرے میں آرام کی غرض سے چلی گئی تھیں جبکہ ابیہا چائے بنانے

کے لئے کچن میں چلی گئی تھی۔لمظ صوفے پر بیٹھی تھی ہاتھ میں موبائل تھا، مگر آف سکرین کو دیکھ رہی تھی۔ باسط اس کے سامنے آکر بیٹھا۔

"لمظ! کیا بات ہے؟ کہاں کھوئی ہوئی ہو؟"

باسط نے پوچھا تو اس کی آواز سن کر اس نے موبائل گود میں رکھا۔

کچھ سوچ رہی تھی بھائی!" وہ نارمل رہنے کی کوشش کر رہی تھی۔"

"کیا سوچ رہی تھیں؟"

باسط نے اس کے چہرے کے بدلتے ہر تاثر کو دیکھا تھا۔

"یہی کہ حسد زیادہ بڑی برائی ہے بھی منافق بن کر دھوکا دینا۔"

اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو باسط نے آگے جھکتے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں الجھا کر ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ ٹکائے۔

دونوں ہی برائیاں ہیں لمظ! دونوں ہی برائیاں سامنے والے کے "

"ساتھ ساتھ خود اس برائی کو پالنے والے کو بھی تباہ کر دیتی ہیں۔

باسط کے جواب پر وہ مسکرائی تھی۔

"مطلب دونوں جانب اذیت برابر کی ہوتی ہے؟"

لمظ کے سوال پر باسط نے اس کے چہرے پر کچھ کھوجنے کی کوشش کی۔

نہیں! حاسد اور منافق کی سزا کئی گناہ زیادہ ہوتی ہے۔ وہ اپنا سب کچھ "

"گنوا دیتے ہیں۔

باسط کو اب مکمل یقین ہو چلا تھا کہ لمظ کو کوئی پریشانی تھی جو وہ بتا نہیں رہی تھی۔

"کیا آپ کو کبھی ایسا لگا کہ شارق آپ سے حسد کرتا ہے؟"

اس کے اگلے سوال پر باسط کے یقین پر مہر لگی تھی۔

"شارق نے کچھ کہا ہے تم سے؟"

وہ یک دم ہی پریشان ہوا تھا۔

میری اس سے بات نہیں ہوئی بھائی! آپ میرے سوال کا جواب"
"دیں۔

لمظ نے فوراہی موڈ بدلا تھا باسط کو پریشان ہوتے دیکھ کر۔

"وہ حاسد نہیں ہے بس اسے کچھ غصہ ہے مجھ پر۔"

باسط کے جواب پر وہ دل ہی دل میں طنزیہ ہنسی تھی۔

کاش ایسا ہی ہو۔ خیر مجھے نیند آرہی ہے، آپ کی گم سم میڈم کمرے"
نشین ہو چکی ہے بنا آپ کو چائے کا پوچھے۔ ویسے یہ ہٹلر ماں کا خوف ہی
"الگ ہوتا ہے۔

لمظ نے اپنی پرانی جون میں لوٹتے ہوئے کہا تو باسط بھی مسکراتا سر نفی
میں ہلا گیا تھا۔

"آپ بھی آرام کریں۔ صبح ملتے ہیں۔"

وہ اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھتی بولی تھی۔

"لمظ! کوئی بھی بات ہو مجھے ضرور بتانا۔"

باسط کے مان بھرے جملے پر وہ رکی تھی۔

"!جی بھائی "

وہ بامشکل بول کر کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ باسط کے چہرے پر اس کے جاتے ہی سنجیدگی آئی تھی۔

****

"تم نے میری شرٹ استعمال کی ہے؟"

وہ ارتسام کے کمرے میں تھی۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے ہوئی تھی جب دروازہ کھولتا صمد اندر داخل ہوتا بولا تھا۔ ہاتھ میں وہی شرٹ تھی جو دوپہر لمظ نے پہنی تھی۔ بنین نے بے زارگی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

تم کیوں ہر وقت مجھ سے الجھنے کے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہو؟ صبح لڑ"
"لینا ابھی مجھے آرام کرنا ہے۔

وہ چڑ کر کہتی واپس آنکھیں موند گئی تھی جب صمد تن فن کرتا اس کے پاس آیا تھا اور بیڈ پر بچی تھوڑی سی جگہ پر بیٹھ گیا تھا۔ بنین آنکھیں کھولتے آئی بروا چکا تھی۔

"مجھے بات کرنی ہے تم سے۔"

وہ شرٹ رکھتا ہوا بولا تو بنین کے چہرے کے تاثرات ایک بار پھر بگڑے تھے۔

تم اس کیس کے بارے میں کتنا جانتی ہو جو دوپہر میں تمہارا بھائی بتا کر"
"گیا ہے؟

اس نے تمہارا بھائی پر خاص زور دیا تھا۔

"سب کچھ۔"

وہ واپس آنکھیں موندتے ہوئے بولی تو صمد نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔بنین نے جھٹ سے آنکھیں کھولی تھیں۔

" جب تک میری بات مکمل نہیں ہوتی تم سو نہیں سکتی بنین ! ورنہ مجھے کوئی مسئلہ نہیں ہے میں یہیں تمہارے جاگنے کا انتظار کرلوں گا۔"

آخر میں وہ شرارت سے بولا تو بنین منہ بگاڑتی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"بولو۔"

اس کے لہجے میں بے زارگی تھی مگر صمد فلحال اسے خاطر میں نہ لایا تھا۔

" دس سال پہلے میری اماں نے خودکشی کی تھی بنین ! بابا کے چند افیئرز تھے جو اس وقت سامنے آئے تھے، چھپ کر کی گئی دو شادیوں کی خبر بھی ہمیں لگی تھی۔بابر میرا سوتیلا بھائی ہے۔میں نہیں جانتا کہ کس کا کتنا قصور ہے مگر میری ماں کی موت کی وجہ وہ سب لوگ تھے جن کے نام میرے باپ کے نام کے ساتھ جڑ کر میری ماں کو توڑ گئے۔"

"--- نفرت کا حق دار تمہارا باپ تھا مسٹر صمد! باقی سب تو وکٹم تھے جو
_"

"جانتا ہوں اس بات کو۔ تمہیں سب بتانے کا مقصد یہ ہے کہ تم مجھے
سمجھو۔ میں اگر اپنے باپ کو سزا دلواؤں گا تو میری ماں کی روح بھی
"تڑپے گی۔

" میری ماں کی روح بھی تڑپ رہی ہو گی صمد! ناجیہ پھوپھو! ان کا کیا
قصور تھا جو ان کو اس طرح مار دیا گیا؟ اگر مرے ہوئے کی تکلیفوں کا
شمار کر ہی رہے ہو تو میری ماں اور میرا باپ کی تکلیفوں کو بھی شمار
"کرو۔ ان کے خواب چھین لئے گئے تھے۔

وہ تکلیف سے بولی تھی آنسو بے مول ہوتے چہرے پر بکھرے
تھے۔ صمد نے ہاتھ آگے بڑھایا تو بنین نے اسے روک دیا۔

تم یہ کیس نہیں کھولنا چاہتے مت کھولو۔ مگر آخرت میں جب تمہارا" گریبان بھی پکڑا جائے گا تو کیا جواب دو گے اللہ کو؟ جواب سوچ لو تو اس "فائل کو آگ لگا دینا۔

بنین نے کہہ کر لیٹ کر سر تک چادر تان لی تھی۔ صمد کافی دیر غائب دماغی سے وہاں بیٹھا رہا پھر اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔ بنین نے اس کے جاتے ہی اپنے آنسو پونچھے تھے۔

یہ شخص آپ سے محبت کا دعویدار ہے بابا! مگر اس کے دعوے" "کھوکھلے ہیں۔

دل ہی دل میں ارتسام سے مخاطب تھی۔

****

" نمبر کیوں بند تھا تمہارا؟"

وہ سخت غصے میں لگ رہا تھا۔ حوریہ نے تھوک نگلا تھا مقابل کے غصے سے اسے ڈر لگتا تھا۔

"وہ اچانک ہی بھائی نے یہاں بھیج دیا تھا، میں سوئی نہیں تھی تو یہاں پہنچ کر سو گئی تھی۔ موبائل کی بیٹری چارج کرنا بھول گئی تھی۔"

وہ تفصیل سے جواب دیتی اب اس کے ری ایکشن سے ڈر رہی تھی۔ دوسری جانب خاموشی اسے کھلی تھی۔

"بابر!"

اس نے جھجھکتے ہوئے اس کا نام لیا تھا۔

"شٹ اپ حور! مجھے تمہاری آواز نہ آئے اب ورنہ ابھی وہاں آکر تمہارا علاج اچھے سے کروں گا۔"

اس نے سخت لہجے میں کہا تو حوریہ کی آنکھیں فوراً ہی جھلملائی تھیں۔

مجھے نہیں کرنی آپ سے بات۔مجھے زیادہ نیند آتی ہے تو اس میں میرا"

"کیا قصور ہے؟

اس کے رو کر بولنے پر بابر نے آئی برو اچکائی تھی۔

"تم جانتی ہو تم کیا کر رہی ہو؟"

وہ اسے ڈپٹا ہوا بولا تو وہ مزید رونے لگی۔

"فوراً رونا بند کرو۔"

"نہیں ہو رہا، آنسو خود بخود آ رہے ہیں۔"

وہ ہچکیاں لیتی بولی تو اس کے معصومیت سے بولنے پر بابر مسکرایا تھا۔

"دروازہ کھولو میں باہر کھڑا ہوں۔"

بابر کی بات پر وہ یک دم ساکت ہوئی تھی۔

"آپ-----یہاں-----کیا کر رہے ہیں؟"

اسے نئی پریشانی نے آن گھیرا تھا۔

کچھ بہتر ہوئی ہے تمہاری آواز! اب اگر تم روئی تو سچ مچ وہاں آجاؤں"
"گا۔

وہ اب بھی اتنی ہی سنجیدگی سے بول رہا تھا حوریہ نے منہ بگاڑا تھا۔

"گھر سے باہر مت نکلنا اور اپنا فون دوبارہ آف مت کرنا۔"

اپنے آدمی کو اجازت لیکر اندر آتے دیکھ کر اس نے آخری بات کر کر فون بند کر دیا تھا۔ حوریہ نے فون کو گھورا تھا کیونکہ وہ کبھی بھی بابر کو اس کے سامنے گھور نہیں سکتی تھی۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا ان کی پہلی ملاقات جیسی تھی وہ کبھی بابر جیسے شخص کے لئے اپنے دل میں اتنی جگہ بنالے گی۔ بے ساختہ اسے وہ دن یاد آیا تھا۔

"کالج کے سامنے بک ڈپو کون بناتا ہے۔؟"

بک لینے کے لئے وہ زبردستی کالج سے اس جانب آئی تھی۔ سڑک کراس کرتی وہ دل ہی دل میں اپنی کلاس میٹ کو کوس رہی تھی جس کے

کہنے پر وہ بک لینے ادھر آئی تھی۔ بک خرید کر وہ باہر نکلی تو اچانک ہی ایک کتا اس کے سامنے آگیا تھا۔ خود کو بہادر بناتی وہ آگے بڑھ رہی تھی جب وہ کتے کے بھونکنے پر پوری رفتار سے بھاگی تھی۔ صبح کے وقت بھی سڑک پر ٹریفک معمول پر تھی، جب اس کے بنا ادرد گرد دھیان دیئے سڑک کراس کرنے کی کوشش پر ایک کار نے بریک لگائے تھے۔ وہ خوفزدہ ہوتی نیچے گری تھی۔ ڈرائیور کو ہاتھ کے اشارے سے منع کر کر بابر خود باہر آیا تھا۔ ٹریفک رک گئی تھی۔ جب کہ وہ ابھی تک آنکھیں موندے کار کے آگے گری ہوئی تھی۔

"اگر سونے کا اتنا شوق ہے تو گھر جا کر پورا کرو۔"

بند آنکھوں میں ہوتی ہلکی ہلکی جنبش پر وہ اس پر طنز کر گیا تھا۔ حوریہ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا پھر اس طرف جہاں سے کتا اس کے پیچھے بھاگا تھا۔

کتا پیچھے لگ گیا تھا میرے۔اس لئے سانس روک رہی تھی تاکہ وہ مجھے "
"سونگھ کر واپس چلا جائے۔

حوریہ نے کھڑے ہوتے اسے اپنی بہادری بتاتے ہوئے فخر سے کہا تو بابر نے داد دیتی نظروں سے اس دیکھا۔

"خاصی عقل مند ہو تم۔اب نکلو یہاں سے۔ "

آخر میں وہ سخت لہجے میں بولا تو حوریہ نے اسے غصے سے گھورتی اپنا بیگ اٹھا کر سڑک کراس کر گئی۔بابر واپس جا کر کار میں بیٹھ گیا تھا۔بلا ارادہ اس کی نظر سڑک کے دوسری جانب گئی تھی جہاں کھڑی حوریہ اس کے دیکھتے ہی اس کو منہ چڑا گئی تھی پھر تیزی سے کالج گیٹ کے اندر داخل ہو گئی۔

"! کھڑوس سڑیل"

پہلی ملاقات یاد آتے ہی اس کے منہ سے بے ساختہ دو الفاظ نکلے تھے۔ پھر ہادی کو فون کرنے کا سوچ کر اس نے فون پر نمبر ملایا تھا۔

****

سر یہ کچھ فوٹوز ہیں ان کی فیملی کی۔ یہ سب لوگ فلحال پنڈی میں ہیں۔ شان نامی لڑکا کومہ میں ہے، ڈاکٹرز نے ابھی تک کوئی امید نہیں دیکھائی تھی۔ یہ لوگ جس گھر میں ہیں اس کے باہر گارڈز موجود ہوتے ہیں۔"

وہ شخص مزید بتا رہا تھا جب بابر نے کار سے باہر نکلتی حوریہ کی تصویر دیکھی۔

"کس نے لی تصویریں؟"

اس کے چہرے پر چھائے سخت تاثرات ہوئے تھے۔

"---وہ عادل نے"

"! بھیجو اسے فورا"

وہ شخص ڈرتا ہوا ہاں میں سر ہلاتا باہر گیا تھا جب کہ اس کے جاتے ہی بابر نے اپنی گن نکالی تھی۔وہ اسکی گولیاں چیک کر رہا تھا۔

*

*

*

سر یہ کچھ فوٹوز ہیں ان کی فیملی کی۔یہ سب لوگ فلحال پنڈی میں " ہیں۔شان نامی لڑکا کومہ میں ہے،ڈاکٹرز نے ابھی تک کوئی امید نہیں دیکھائی تھی۔یہ لوگ جس گھر میں ہیں اس کے باہر گارڈز موجود ہوتے ہیں"۔

وہ شخص مزید بتا رہا تھا جب بابر نے کار سے باہر نکلتی حوریہ کی تصویر دیکھی۔

"کس نے لی ہیں تصویریں؟"

اس کے چہرے پر چھائے تاثرات سخت ہوئے تھے۔

"---وہ عادل نے"

"! بھیجو اسے فورا"

وہ شخص ڈرتا ہوا ہاں میں سر ہلاتا باہر گیا تھا جب کہ اس کے جاتے ہی بابر نے اپنی گن نکالی تھی۔وہ اسکی گولیاں چیک کر رہا تھا۔

جیسے ہی عادل اندر آیا بابر نے اسے ہاتھ اوپر کرنے کا اشارہ کیا۔جیسے ہی اس نے ہاتھ اوپر کئے بابر نے پے در پے دو فائر کئے تھے۔گولیاں اس کی دونوں ہتھیلیوں کو پار کر گئی تھیں۔عادل درد سے چلاتا نیچے بیٹھتا چلا گیا تھا۔بابر نے ایک سخت نظر اس پر ڈالی تھی۔

"اگلی بار جتنا کام کہا جائے اتنا ہی ہونا چاہیئے۔"

اس کا لہجہ دھمکی لئے ہوا تھا۔عادل نے درد سے کراہتے سر ہاں میں ہلایا تھا۔ بابر وہ تصویریں اٹھاتا وہاں سے چلا گیا تھا۔اپنی کار میں بیٹھ کر اس نے ان تصویروں کو ڈیش بورڈ پر رکھا تھا۔

"وہ حیوان نہیں ہے، حیوان بھی اس سے بہتر ہوتے ہوں گے، میری خوبصورتی کو میری بدقسمتی بنادیا اس نے۔"

نسوانی آواز جو دکھ، درد اور کرب سے بھری تھی، بابر کی یاد کا حصہ تھی۔

انسان ہو یا حیوان جب وہ زمین پر بوجھ بن جائے تو اسے ختم کر دینا چاہیئے۔"

وہ ڈرائیونگ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا گیا تھا۔اس کا فون بجا تو سکرین پر ابھرتا نام دیکھ کر وہ طنزیہ مسکرایا۔

آج میری یاد کیسے آگئی؟ یا پھر میں یہ سمجھوں کہ ملک تراب علی کے"
"جانشین کو مجھ سے کوئی کام پڑ گیا ہے۔
وہ طنز کرتا بولا تو صمد نے مٹھیاں بند کیں۔
مجھے تم سے ملنا ہے، بات بہت ضروری ہے، اگر تم سیریس ہو جاؤ تو"
"کل آفس میں ملنے آجانا۔
صمد نے بھڑکتے ہوئے کہہ کر فون بند کر دیا تھا، بابر فون کٹ ہونے پر
ہنستا چلا گیا۔

****

کل کا سارا دن وہ مختلف سوچوں میں گھرا رہا تھا۔ وہ تنگ آگیا تھا اپنی ہی زندگی کے بدلتے ہر لمحے سے۔ اس نے سوچ لیا تھا اسے کوئی بدلہ نہیں لینا، اسے بس بیا اپنی زندگی میں چاہیئے۔ وہ رات گئے تھے فون ہاتھ میں لیے بیٹھا تھا۔ اس کا ارادہ لمظ سے بات کر کر اس سے معافی مانگ کر اس

رشتے کو ختم کرنے کا تھا مگر اس کی بھی ہمت نہ جٹا پایا۔ بنا ناشتہ کئے وہ یونی آگیا تھا۔ نظریں بنا کو تلاش کر رہی تھیں۔ تبھی مناہل اس کے پاس آئی تھی۔

"سر! یہ بیانے دیا ہے، اس کی بہن چھٹیوں پر ہے تو وہ بھی یونی نہیں آسکتی اس لئے آپ اس نمبر پر اس سے بات کر لیجئے گا۔"

مناہل کے پرچی اس کی جانب بڑھانے پر وہ چونکا تھا مگر اس کے الفاظ نے اس کو خوشیوں کی نوید سنادی تھی۔ کل کی چھائی اداسی یک دم ہی رفع ہو گئی تھی۔ اس کی سرشاری کو مناہل نے اچنبے سے دیکھا تھا۔

شارق اپنے ڈپارٹمنٹ کی جانب چکا تھا۔ مناہل نے لمظ کو فون ملایا۔

"میں نے نمبر دے دیا ہے مگر مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔۔ کیا آپ کوئی پرینک کر رہی ہیں ان کے ساتھ؟"

مناہل نے ناسمجھی سے پوچھا۔

"یہی سمجھ لو۔بہت بڑا سرپرائز دینا چاہتی ہوں اپنے شوہر نامدار کو۔"
لمظ نے ہنستے ہوئے کہا تو مناہل بھی ہنس دی۔فون کٹ ہوتے ہی لمظ کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔وہ شاہینہ بیگم اور ابیہا کے ساتھ نوریہ بیگم سے ملنے آئی تھی۔اس وقت شارق کے کمرے میں کھڑی تھی۔اس نے غور سے پورے کمرے کو دیکھا تھا۔پھر اپنے پرس سے بلو واٹر کلر نکالا۔وہ سامنے کی دیوار پر اس کلر سے کچھ لکھ رہی تھی۔چہرے پر مسکراہٹ تھی۔اپنے کام سے فارغ ہوئی تو اس کے موبائل پر بیل ہوئی۔میسج کا نوٹیفیکشن تھا۔لمظ نے نمبر دیکھا تو اس کے چہرے کی مسکراہٹ سمٹی تھی۔

"بیا! کیسی ہو تم؟ تھینک یو مجھے موقع دینے کے لئے۔"

شارق کا میسج تھا جسے پڑھ کر اس کے چہرے پر ایک سایہ آیا تھا۔اگلے ہی پل وہ خود کو سنبھالتی موبائل دونوں ہاتھوں میں پکڑے وہیں بیڈ پر بیٹھ گئی تھی۔

آپ میرے بارے میں جانتے ہیں میری کمی کو بھی۔اس لئے میں "
صرف اتنا چاہتی ہوں کہ میں نے اپنی کمی کی وجہ بہت سے دکھ جھیلے ہیں
"اب میں مزید نہ جھیلوں۔میں کسی کی دوسری بیوی نہیں بن سکتی۔

وہ بہت سوچ سوچ کر ٹائپ کر رہی تھی۔

"!میری ذات سے تمہیں کوئی دکھ نہیں ملے گا بیا"

"میری محبت تم ہو اور میری بیوی بھی تمہیں کہلاؤ گی۔"

"میں اسے جلد ہی طلاق دینے والا ہوں۔ "

پے در پے تین میسج اس کے آئے تھے۔آخری میسج پڑھ کر لمحہ طنزیہ مسکرائی تھی جبکہ اپنی آنکھ کے باغی پن پر اسے غصہ بھی آیا تھا۔اس نے آنسو صاف کر دوبارہ ٹائپ کرنا شروع کیا۔

"دو دن ہیں آپ کے پاس،اگر آپ کی محبت سچی ہے تو اس لڑکی کو طلاق دیں،میں آپ کو اپنا ایڈریس بھیج دوں گی آپ رشتہ بھیج دیجئے گا"۔

دو دن لکھتے ہوئے لمحہ کی انگلیاں پل بھر رکی تھیں مگر صرف پل بھر کو۔

"بیا!دو دن؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔۔اتنی جلدی میں کیسے کر سکتا ہوں؟"

اس نے بوکھلا کر میسج کئے تھے۔

"میرا رشتہ آچکا ہے اگر دو دن بعد آپ وعدے کے مطابق نہیں آئے تو مجھے کھو دیں گے۔"

لمظ نے سفاک بنتے ہوئے اپنے دل کی حالت کو نظر انداز کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔میں اب تم سے تب ہی بات کروں گا جب میں تمہارے قابل بن جاؤں گا۔"

شارق کا آخری میسج تھا۔لمظ کافی دیر وہیں بیٹھی رہی تھی پھر اٹھ کر کمرے سے نکل گئی۔

"کہاں رہ گئی تھی؟"

وہ جیسے ہی سب کے درمیان آکر بیٹھی شاہینہ بیگم نے سوال کیا۔

"جہاں گئی تھی مما! وہیں رہ گئی تھی۔فکر نہ کریں ابھی نہیں رہوں گی۔"

وہ ان کے قریب جھکتی شرارت سے بولی تو انہوں نے اسے گھورا۔

"کمرہ دیکھ رہی تھی پھر حوریہ کی کال آگئی تو وہ ہی سن رہی تھی۔"

اس نے سیدھے ہوتے جواب دیا تو نوریہ بیگم مسکرانے لگی۔

"کہاں بھیجا ہے اسے ہادی نے؟"

شاہینہ بیگم نے پوچھا تو چائے پیتی ابیہا نے بھی لمظ کی جانب دیکھا۔

"ہادی بھائی کے کوئی انکل ہیں ان کے گھر گئی ہے۔"

چائے کا کپ اٹھاتی وہ بولی تھی۔

"!ٹھنڈی ہو گئی یہ چائے بیٹا"

نوریہ بیگم نے فورا اسے ٹوکا تو وہ ان کی محبت پر مسکرائی۔

کوئی بات نہیں خالہ! میں ابیہا تھوڑی ہوں جسے چائے کے ساتھ بھی"

"نخرے کرنے ہیں۔

پہلی بات نوریہ بیگم سے کہہ کر وہ رازداری سے ابیہا کی جانب جھک کر بولی تھی۔ابیہا نے منہ بنایا تھا اس کی بات پر۔جبکہ اس کے منہ بنانے پر لمظ ہنسی تھی۔ابیہا غور سے اسے دیکھ رہی تھی۔پھر کچھ سوچ کر وہ مطمئن ہو گئی تھی۔

****

گھر آتے ہی شارق کمرے میں جانے کے بجائے سیدھا ماں کے پاس آیا تھا۔

"خیریت ہے آج ماں پہلے یاد آگئی؟"

انہوں نے طنز کیا مگر شارق نے دھیان نہ دیا۔

"مجھے رخصتی لینی ہے۔پرسوں ہی۔"

اس کی بات پر نوریہ بیگم نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا تھا۔

"تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے شارق! اتنی جلدی کیسے ہو سکتا ہے یہ؟"

وہ یک دم غصہ میں آگئی تھیں۔

"میں نہیں جانتا امی! مگر پرسوں ہر حال میں رخصتی چاہیئے مجھے۔خالہ سے کہیئے گا کسی چیز کی فکر نہ کریں بس لمظ کو رخصت کر دیں میرے ساتھ۔"

وہ اپنی مرضی انہیں بتا کر اپنے کمرے میں چلا گیا تھا، پیچھے نوریہ بیگم کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کریں۔ وہ شارق کی ضد جانتی تھیں، اپنی ضد میں وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا تھا۔

کمرے میں آ کر وہ فریش ہونے چلا گیا۔ فریش ہو کر باہر آیا تو خود کو کافی حد پر سکون پایا تھا۔ وہ بیڈ پر لیٹ گیا تھا۔ تبھی غیر ارادی طور پر اس کی نظر سامنے کی دیوار پر پڑی جہاں بلو کلر سے ایک اینگری برڈ بنا ہوا تھا نیچے اس کا نام لکھا تھا۔ وہ غصے سے کھڑا ہوا تھا۔

"امی! میرے کمرے میں کون آیا تھا؟"

وہ اندر سے چلایا تھا، نوریہ بیگم غصے سے بھری بیٹھی تھی فورا بولی تھیں۔

"وہی آئی تھی جس کی رخصتی کی جلدی مچا رہا ہے۔"

نوریہ بیگم کے جواب پر اس نے دوبارہ اس اینگری برڈ کی جانب دیکھا۔ پھر اپنا فون اٹھا کر لمظ کا نمبر ملایا۔ تیسری بیل پر فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"وہ سو رہی ہے شارق! کل بات کر لینا اس سے۔"

باسط نے کہہ کر فون کٹ کر دیا تھا۔ شارق غصے میں کھول کر رہ گیا تھا۔ پھر اس کے نمبر پر میسج چھوڑ دیا۔

مسز شارق حیدر! مجھے تمہاری رخصتی چاہیئے، امی بات کریں تو ہاں"

"کر دیں نا۔

میسج بھیج کر کمرے سے نکل آیا تھا تاکہ ایک بار پھر ماں سے تحمل سے بات کر سکے۔

****

"کیا لکھا ہے میسج میں؟"

باسط نے کڑے تیوروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا تو سامنے بیٹھی لمحہ بامشکل مسکرائی۔

" ! تھوڑی پرسنل بات ہے بھائی"

وہ ہچکچاتے ہوئے بولی تو باسط نے اسے گھورا۔

"!آپ اپنی بیوی کی باتوں میں آکر اپنی بہن پر ظلم کر رہے ہیں بھائی"

وہ دہائی دیتی بولی تھی ساتھ ساتھ چائے پیتی ابیہا کو گھورنا نہیں بھولی تھی۔

"تمہارے دماغ میں جو چل رہا ہے مجھے سب جاننا ہے لمظ! یہ مت سمجھنا کہ میں نے کچھ نوٹ نہیں کیا ہے۔"

وہ اسے ڈپٹا ہوا بولا تو لمظ نے گہری سانس لی۔

"کوئی بڑی بات نہیں ہے بھائی! اگر ہوتی تو میں آپ کو ہی بتاتی۔"

"نہیں! کوئی بھی بڑی بات تم مجھے کبھی نہیں بتاتی۔"

باسط نے اس کی بات کاٹی تو اس کے اس یقین سے کہنے پر لمظ نے سر جھکایا۔اس کے لیے مشکل ہو رہا تھا اب جھوٹ بولنا۔

"شارق رخصتی چاہتے ہیں پرسوں ہی۔"

اس نے سپچ کو گول کرتے ہوئے اس بات کا استعمال کیا تھا۔ باسط نے اپنا ماتھا مسلا۔

"اس لڑکے کا مسئلہ کیا ہے آخر؟"

اسے مزید غصہ آیا تھا۔

"!آپ"

لمظ کے جواب پر اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔

"آپ نے کہا تھا ناں وہ کسی بات کو لے کر غصہ ہے آپ سے، شاید اسی لئے وہ آپ کا مقابلہ کرنا چاہ رہا ہے۔ ابیہا اور آپ کا نکاح بھی اسکے لئے شاکنگ تھا اور اب رخصتی بھی۔ تو شاید یہی وجہ ہے جو وہ آپ کی شادی کے دن رخصتی مانگ رہے۔"

لمظ نے بات کو گھما کر اس کے سامنے ادھوری سچائی رکھی تھی۔

لیکن پھر بھی اس کی بات مانی نہیں جاسکتی۔میں اس سے بات کروں گا"

"اور تم اس کے کسی دباؤ میں نہیں آؤ گی۔

وہ لمظ کو سمجھاتا ہوا بولا تو اس کے مان بھرے انداز پر لمظ نے بے ساختہ ہاں میں سر ہلایا تھا۔

"چغلی کرنے علاوہ بھی کوئی کام لیا کرو۔"

وہ اٹھ کر ابیہا کے پاس سے گزرتی ہوئی بولی تو ابیہا نے فوراشا کی نظروں سے باسط کی جانب دیکھا۔وہ اٹھ کر اس کے پاس آکر بیٹھا جبکہ لمظ کمرے میں بند ہوتی دروازہ بھی بند کر چکی تھی۔

"میں چغل خور ہوں؟"

اس نے اشارے سے باسط سے پوچھا، چہرے پر معصومیت تھی اور لمظ کے لئے غصہ۔باسط نے ہاتھ اسکے چہرے کی جانب بڑھایا۔اس کے

ماتھے پر پڑے بلوں کو انگلی سے سیدھا کیا تو ابیہا کھسک کر پیچھے ہوئی۔ باسط نے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

"بہت کم ہوتے ہیں ایسے لوگ جو چہرے سے دل کا حال جان لیتے ہیں، میری ابیہا ان میں سے ایک ہے۔ فکر مت کرنا میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ لمظ تک کوئی دکھ نہیں پہنچے گا۔"

اس کے دونوں گال پر ہاتھ رکھتا وہ بول رہا تھا۔ ابیہا نے اپنے ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھے۔ وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا جو رونے کی تیاری پکڑ رہی تھیں۔

"اگر تم بھی رخصتی نہیں چاہتی تو بتا دو، میں سب کو منع کر دوں گا۔"

باسط نے بات بدلی تو ابیہا نے فوراً نفی میں سر ہلایا تھا۔ اس کے بے ساختہ جواب پر باسط ہنستا چلا گیا تھا۔ ابیہا اسے پیچھے کرتی اٹھ کر کمرے میں بھاگ گئی تھی۔ باسط ہنستے ہنستے وہیں صوفے پر لیٹ گیا تھا۔

سو جاؤاس سے پہلے امی اٹھ کر تمہارا ٹماٹر چہرہ دیکھ کر اسے مزید ٹماٹر بنا"

"دے۔

لمظ کی آواز پر کمر کے وسط میں کھڑی ابیہا جو شرما رہی تھی فورا اس کے پاس آئی تھی اور زبردستی اسکے برابر میں لیٹ گئی۔لمظ بھی مسکرادی تھی اس کی حرکت پر۔

****

کل کا پورا دن صمد غائب تھا وہ گھر نہیں لوٹا تھا۔بنین نے پورا دن آرام سے گزرا تھا. ملازمہ سے فون لیکر وہ ہادی سے بات کر کر گھر والوں کی خیر خبر لے چکی تھی۔اب آرام سے کمرے میں بیٹھی تھی۔ملازمہ جا چکی تھی۔وہ البم لے کر بیٹھی تھی۔ارتسام کی تصویریں دیکھ کر ہی وہ دل کو بہلا لیتی تھی۔اچانک ہی اس کے کانوں میں توڑ پھوڑ کی آوازیں

گونجی تھیں۔وہ فوراہی البم بند کر کر بیڈ سے اٹھی تھی۔اس نے جلدی سے دروازہ لاک کیا تھا۔

نکاح کے بعد صمد کے جانے کے بعد ملک تراب کے لوگوں نے اسکے سامنے پورے اپارٹمنٹ میں توڑ پھوڑ کی تھی۔پھر اس کی آنکھوں کے سامنے وہ ویڈیو چلائی گئی تھی جس میں ان دو گواہوں کو مارا گیا تھا۔منظر پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔اس نے ڈر کر اپنے کانوں پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔جب کافی دیر کوئی دروازے پر نہیں آیا تو بنین کا ڈر کچھ کم ہوا۔توڑ پھوڑ کی آوازیں بڑھی تو اس نے کانوں سے ہاتھ ہٹا کر ذرا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔لاؤنج میں کسی کو ناپا کر وہ باہر آئی تھی جبھی کانچ ٹوٹنے کے ساتھ اسے صمد کی آواز بھی سنائی دی تھی وہ صمد کے کمرے کی جانب بڑھی۔ دروازہ کھولتے ہی اسے فرش پر خون پڑا نظر آیا۔اس نے صمد کی تلاش میں نگاہ دوڑائی تو وہ اسے بالکنی میں کھڑا نظر آیا۔وہ چاہ کر بھی واپس

نہیں جا پائی تھی۔پردے ہٹا کر اس نے بالکنی میں قدم رکھا تو صمد کو ہاتھوں سے خون بہہ رہا گرل پر ہاتھ رکھے جھکے پایا۔اس کے دونوں تھا۔وہ بے ساختہ آگے بڑھی تھی۔

"مسٹر صمد!"

اس نے صمد کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو وہ سیدھا ہوتا اس کے گرد باہوں کا حصار بنا گیا۔

"میری اماں نے خودکشی نہیں کی تھی،وہ کیسے کر سکتی تھیں؟وہ تو صبر کی تلقین کرتی تھیں۔میں نے کیوں سچ جاننے کی کوشش نہیں کی۔میری اماں کا قاتل زندہ گھومتا رہا اور میں۔۔۔۔۔میں بے وقوف بنا اس آدمی کو بچاتا رہا۔"

وہ بہت زیادہ ٹوٹا ہوا لگ رہا تھا۔ وہ رو نہیں رہا تھا مگر اس کے الفاظ اس کی تکلیف بتا رہے تھے۔ بنین کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا۔ لیکن وہ اپنے ہاتھ آگے نہیں بڑھا پائی تھی۔

ظالم کا پہلا ظلم ہی کھلا ہے تم پر صمد! تب کیا کرو گے جب ایک فہرست "سامنے آئے گی۔

وہ دل ہی دل میں بولی تھی۔

.....

"کہو کیوں ملنا چاہتے تھے مجھ سے؟ "

وہ کافی دیر تک مطلوبہ ریسٹورینٹ میں اس کا انتظار کرتا رہا جب آدھے گھنٹے بعد بابر اس کے سامنے آکر بیٹھتا ہوا بولا۔ صمد نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا تھا۔

"اب ایسے تومت دیکھو جیسے ہم میں بہت گہری دوستی ہو۔"

بابر اس کے گھورنے پر ہنستے ہوئے بولا تو صمد نے غصے سے اپنے دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے۔

"تم نے کہا تھا تمہاری ماں کسی اور عورت ک بھی جانتی تھیں جو بابا کی بیوی تھی---"

صمد نے سخت لہجے اپناتے ہوئے پوچھنا شروع کیا تو بابر نے سیدھا ہوتے اپنا ہاتھ اٹھا کر اسے روکا تھا۔

"اس بات کو اتنے سال ہو چکے ہیں کہ میرے ذہن کو زنک لگ چکا ہے۔ میں چلتا ہوں۔"

وہ نارمل لہجے میں کہہ کر اٹھ کر جانے لگا تو صمد نے اسے روکا۔

"مجھے سچ جاننا ہے بابر! کیا وہ عورت ناجیہ تھی؟ اس کا تمہاری ماں سے کیا رشتہ تھا؟ اور تمہاری ماں کیوں میری اماں سے ملنے آئی تھی؟"

صمد کے سوالات میں کہیں بابر کی ماں کے لئے احترام نہ تھا۔ بابر ایک ہاتھ سے اپنے بال پیچھے کرتا واپس بیٹھا تھا۔

"ملک خاندان جہالت میں زمانہ جہالیت کو بھی پیچھے چھوڑ چکا ہے۔"

"!شٹ اپ بابر"

صمد غصے سے دھاڑا تھا۔

"!یو شٹ اپ"

بابر ہتھیلیاں میز پر ٹکاتا یک دم کھڑا ہوا تھا۔

"سچ کڑوا لگتا ہے تو اپنی روش بدلو۔ ماں تو ماں ہوتی ہے، مگر تم کیا جانو

"عورت کو عزت کیسے دینی ہے جس کا خون ہی گھٹیا ہو۔

بابر نے تیکھے لہجے میں اس پر طنز کیا تھا۔ صمد نے کھڑے ہو کر اس کا گریبان پکڑ لیا تھا۔

جسے تم گھٹیا کہہ رہے ہو تم بھی اس کی اولاد ہو۔اور کیسا احترام؟ایسی"
عورت کے لئے جس نے ایک شادی شدہ مرد سے چکر چلایا۔ چھپ کر
"— شادی کی اور

بابر کی یہاں بس ہوئی تھی اس کا ہاتھ اٹھا تھا اور صمد کے چہرے نشان
چھوڑ گیا تھا۔

تم جانتے ہو مجھے تمہارے خاندان سے نفرت کیوں ہے؟ کیوں کہ تم"
"سب ایک جیسے ہو، مجھے بھی اپنے جیسا بنا دیا ہے تم لوگوں نے۔

اس نے ایک بار پھر مکا صمد کے منہ مارا تھا۔ صمد نے غصے میں جوابی وار کیا
تھا۔ ہونٹ سے نکلتا خون صاف کرتا بابر ہنسا تھا۔ وہ ہنستا ہنستا کرسی پر بیٹھا
تھا۔ صمد کو وہ اس وقت ذہنی مریض لگ رہا تھا۔

ترس آرہا ہے تم پر۔ تمہارا یہ غصہ! یہ غرور! کیا ہو گا جب تم حقیقت"
کھلے گی۔ایسا کرتا ہوں ایک جھلک دیکھ ہی لیتا ہوں۔ رکو تمہیں ایک

ویڈیو بھیجتا ہوں۔کافی سال پرانی ہے مگر تم پر بم بن کر گرنے والی ہے اپنے اس غرور کے چیتھڑے اکھٹے کرتے رہنا بعد۔ تمہیں ایسے دیکھ کر "میرے دل کو بہت سکون ملے گا۔

موبائل نکال کر وہ مسلسل بولتا ایک ویڈیو اسے سینڈ کر کر کھڑا ہوا تھا۔

"میں کسی ناجیہ کو نہیں جانتا اور میری ماں کا نام اگلی بار احترام لینا۔"

وہ سنجیدہ ہوتا بولا اور لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔صمد اسکی باتوں سے ڈرا تھا، پھر موبائل اوپن کرتے ویڈیو آن کی تھی۔ جیسے جیسے ویڈیو ڈاؤنلوڈ ہو رہی تھی صمد کے ماتھے پر پسینے کے قطرے نمودار ہو رہے تھے۔

ویڈیو شروع ہوئی تھی فوٹیج بار بار ہل رہی تھی جیسے کسی کے ہاتھ کانپ رہے ہوں ویڈیو بناتے ہوئے۔

"!اماں"

اپنی ماں کو فرش پر گرا دیکھ کر اس نے تڑپ کر ماں کو پکارا تھا۔

"کچھ تو شرم کرو اشفاق! وہ بیوی ہے تمہاری۔"

اجنبی عورت کی آواز اسے سنائی دی۔ پھر اشفاق صاحب کیمرے کے سامنے آئے تھے۔

"بیوی تو تم بھی ہو، تمہارے معاملے میں کوئی شرم نہیں کی میں نے یہ تو پھر ایک بوجھ ہے۔"

اس نے غصے سے بخت کے پیٹ میں لات ماری تھی۔ وہ درد سے دہری ہوتی چلائی تھیں۔

دوسری عورت بھاگ کر اس کے پاس آئی تھی۔ چہرہ سامنے آیا تو صمد کو پہچاننے میں وقت نہیں لگا تھا کہ وہ بابر کی ماں تھی۔

"شیطان مت بنو! اللہ کے قہر سے ڈرو۔"

بخت کو سہارا دیتی وہ روتے ہوئے بولی تھیں۔چہرے پر جابجا نیل کٹے ہوئے بال وہ کوئی مطلب پرست عورت نہیں لگ رہی تھی۔اشفاق صاحب نے اسے بالوں سے پکڑ کر ایک جانب پھینکا تھا، پھر پے در پے بخت کے پیٹ پر لاتیں مارنے لگا۔فرش پر بکھرتا خون بخت کے نقصان کا اعلان کر چکا تھا۔

اسے زہر دیا ہے میں نے۔یہ اسکی بغاوت کی سزا تھی۔دوسرا یہ بیٹی" "جننے جا رہی تھی۔مجھے نفرت ہے بیٹیوں سے۔

وہ سفاکی سے روشنہ کے چہرے پر جھک کر بولے تھے جب وہ تنفر سے اس کے منہ پر تھوک چکی تھی۔اس کے منہ ایک طوفان نکلا تھا گالیوں کا ۔وہ چابک سے وار کرتے اپنا سارا غصہ ان پر نکال رہے تھے جبکہ بخت نے اپنی آخری سانسوں میں اپنے خدا کو یاد کیا تھا اور زندگی سے منہ موڑ گئی تھیں۔ویڈیو بند ہو گئی تھی۔صمد سن بیٹھا تھا۔

****

اب کیا چاہتے ہو تم؟اپنی ماں کے قتل کا کیس بنوانا چاہتے ہو؟مت" کرو صمدان کی روح کو تکلیف ہو گی اپنے شوہر کو پولیس کے ساتھ دیکھ کر۔"

وہ اس کی تکلیف کو نظر انداز کرتی بولی تو صمد ایک جھٹکے سے اس سے الگ ہوا۔اس کی آنکھوں میں شکوہ تھا۔بنین نے آئی بروا چکائی۔

کچھ غلط کہا میں نے؟اپنے دادا کا سوچو! وہ کیسے برداشت کریں گے"

"اپنے بیٹے کو جیل میں جاتے ہوئے دیکھنا۔

وہ اب بھی نہ رکی تھی۔

چلی جاؤ یہاں سے بنین! تم کیسے اتنی بے حس ہو سکتی ہو؟میری اماں"

"کو مار دیا گیا اور تم کہہ رہی ہو کہ میں باقیوں کا سوچوں۔

صمد اسے پیچھے دھکیلتا غصے سے چلایا تھا۔

میری ماں کا بھی قتل ہوا تھا، بے دردی سے مارا گیا تھا انہیں، میرے"
باپ کو چھین لیا گیا مجھ سے۔ شان کی گڑیا کو موم کی گڑیا سمجھ کر انہوں
" !توڑ کر رکھ دیا۔ میں بھی بیٹھی ہوں صبر سے مسٹر صمد
بدلتے میں اسے پیچھے دھکیلتی وہ چلائی تھی پھر وہاں سے چلی گئی
تھی۔ صمد وہیں بیٹھ گیا تھا۔ اپنے ہاتھوں پر خون دیکھ کر اسے بخت کا تڑپنا
یاد آیا تھا۔ وہ بے بسی سے چلایا تھا۔ ایک فیصلہ تو وہ کر چکا تھا، وہ کسی
گناہگار کو نہیں چھوڑے گا۔ اب سب سچ سامنے آئے گے، وہ خود لائے
گا۔

****

درد کی شدت میں شریانوں کی خیر
یادیں! اور یادیں بھی ان شاموں کی خیر
کسی بہانے ان کا فون تو آیا ہے

شہر میں اڑنے والی افواہوں کی خیر

لوٹ آنے کی ویسے کوئی شرط نہ تھی

پھر بھی وقت پہ آجانے والوں کی خیر

خیر و شر سے ہٹ کر بھی ایک دنیا ہے

اس دنیا کے کھیتوں کھلیانوں کی خیر

میں نے ان سے ہٹ کر راہ نکالی ہے

راستہ روکنے والی دیواروں کی خیر

ڈھیر محبت کرنے والوں کے صدقے

مٹھی بھر نفرت کرنے والوں کی خیر

" ! عروسہ! میری بات دھیان سے سننا"

وہ اس سے بات نہیں کر رہی تھی اور ہادی کو ارجنٹ جانا تھا مگر وہ جانے سے پہلے اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے کوئی انٹرسٹ نہیں ہے تمہاری باتوں میں۔"

وہ غصے سے اٹھ کر جانے لگی تو ہادی نے اسے واپس بیٹھایا۔

"میں جانتا ہوں تم ڈری ہوئی ہو عروسہ! لیکن مجھ پر بھروسہ رکھو، اس بار کچھ غلط نہیں ہو گا۔"

وہ اسے یقین دلاتا ہوا بولا تو اپنے ہاتھوں کو آپس میں مسلنے لگی۔

"اسے واپس جانے کا کہہ دو ہادی! وہ میرا عزیز دوست ہے میں مزید دوست نہیں کھو سکتی۔"

عروسہ نے سر جھکائے کہا اس کا لہجہ کرب میں ڈوبا تھا۔ پیچھے کھڑے مراد کو نئے سرے سے شرمندگی نے آن گھیرا تھا۔

"میں اپنی جان سے بڑھ کر اس کی حفاظت کروں گا، لیکن تم میری ہر بات مانو گی۔"

وہ اسے سمجھاتا ہوا بولا تو اسکی پہلی بات پر عروسہ نے اسے گھورا۔

"مجھے تم بھی صحیح سلامت چاہیئے ہو۔"

عروسہ کیا بات پر مسکرایا تو عروسہ نے منہ بگاڑا۔

"تمہیں کچھ ہوا تو میری آنی کو بھی دکھ ہو گا۔"

اس نے اپنی بات کی وضاحت دی تو ہادی نے ہاں میں سر ہلایا جیسے اس کی بات کا یقین کیا ہو۔

مجھے تمہیں بتانا تھا۔لمظ کی بہن کے ساتھ اس کی رخصتی بھی ہو رہی ہے۔ فنکشن لاہور میں ہو گا،اگر تم جانا چاہو تو مراد کے ساتھ چلی جاؤ۔"

وہ اس کا جواب سننا چاہتا تھا۔

"مجھے کہیں نہیں جانا۔"

"کیوں؟"

اس نے بے ساختہ پوچھا تو عروسہ نے اسے گھورا۔

کیوں نے میں نے مراد سے کہا تھا اب لاہور اس ک شادی میں آؤں"
"گی۔

اس نے اٹھتے ہوئے وجہ بتائی تو مراد مسکرایا تھا جبکہ ہادی نے نفی میں
سر ہلایا تھا۔

"مراد یہیں ہے۔وہ تمہارے لیے آیا ہے مگر اسے دور ہی رکھنا۔بہت
"ہی کوئی عجیب قسم کا انسان ہے۔ سگریٹ تک پیتا ہے۔

ہادی نے مراد کو پیچھے کھڑے دیکھا تو فوراہی پلان بناتا مراد کا سچ اپنے
جھوٹ کی شکل میں بتا گیا۔مراد بوکھلا گیا تھا۔جب عروسہ صدمے میں
کھڑی تھی۔ہادی نے مراد کو دیکھتے آنکھ ونک کی تھی جب وہ اسے زیر
لب گالی سے نواز گیا تھا۔

****

"لمظ! یہ جوڑا رکھ لو اندر جا کر۔"

باسط کے اس چھوٹے سے فلیٹ میں اس وقت افراتفری مچی ہوئی تھی۔لمظ کی اچانک رخصتی نے سب کو ہوا کے گھوڑے پر سوار کر دیا تھا۔شاہینہ بیگم نے اس کے ہاتھ میں ایک ہینگ کیا ہوا جوڑا دے کر اسے اندر بھیجا تھا۔

"!کل کا دن اور یہ سارا کھیل ختم شارق حیدر"

وہ جوڑے کو دیکھتی دل ہی دل میں بولی تھی۔پھر ابیہا کی جانب متوجہ ہو گئی جس کے چہرے پر آج الگ ہی چمک تھی۔تمہاری رخصتی آج ہو "رہی میڈم کیوں کہ کل بھابھی بن کر تمہیں میرا فرض ادا کرنا ہے۔

لمظ نے اسے چھیڑا تو ابیہا نے سر مزید جھکا لیا تھا۔

"باسط بھائی!آپ کا یہاں آنا منع ہے۔"

لمظ کے اچانک بولنے پر ابیہا نے فوراً سر اٹھا دروازے کی سمت دیکھا تو کسی کو نا پا کر تکیہ اٹھا کر لمظ کی جانب پھینکا تھا۔لمظ تکیہ کیچ کرتی اسے بیڈ پر پھینک کر ابیہا کے گلے لگی تھی۔

"بہت یاد کروں تمہیں۔"

وہ یک دم جذباتی ہوئی تو ابیہا کی آنکھیں بھی جھلملا گئی تھیں۔

دوسری جانب شارق بے چین سا گھر میں پھر رہا تھا۔گھر میں ہوتی سجاوٹ دیکھ کر وہ جلے پیر کی بلی کی مانند ادھر ادھر ٹہل رہا تھا۔

"لمظ کا جوڑا بھیجوا دیا ہے میں نے۔شارق! تمہاری ضد کی وجہ سے سب اتنا جلدی ہو رہا ہے۔میری بہو لاکھوں میں ایک ہے اسے کوئی تکلیف مت پہنچانا۔"

ماں کی ناراضگی ہنوز برقرار دیکھ کر اس نے گہرا سانس لیا۔وہ جو کرنے والا تھا شاید اس کے بعد اس کی ماں اس کی شکل بھی دیکھنا نہ چاہے مگر وہ ہر نقصان کو بھول رہا تھا۔

****

صمد ایک بار پھر گھر سے غائب تھا۔بنین کو اس کی حالت دیکھ کر ترس آیا تھا۔ مگر وہ بالکل بھی اس کا دکھ بانٹنے کا ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ملازمہ کے ساتھ صمد کا پھیلایا ہوا گھر وہ سمیٹ رہی تھی۔ایک خیال ذہن میں کوندا تو اس نے ملازمہ سے اس کا فون لیکر ہادی کو فون ملایا۔

"ہادی! بابر سے ملو۔شاید وہ ہماری مدد کر سکے۔"

وہ لاؤنج میں کھڑی بات کر رہی تھی۔ملازمہ کمرے میں تھی۔

نہیں! میں کبھی نہیں ملی اس سے مگر جب ہم حویلی گئے تھے تب"
دیکھا تھا اسے وہاں۔اس کی آنکھوں میں کچھ عجیب تھا، بدلہ یا پھر مکاری
۔

" تم پتا لگاؤ پلیز اس کے بارے میں۔

بنین نے کہہ کر بنا اس کا جواب فون بند کر دیا تھا۔وہ اسکی جلد بازی پر تاسف سے موبائل کو دیکھتا رہ گیا تھا۔

****

دلہن بنی وہ پوری طرح تیار تھی۔جہاں بیوٹیشن نے اسے ستائشی نظروں دیکھا تھا وہیں وہ سپاٹ چہرہ لیے سرد تاثرات سجائے خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہیں ماشااللہ! اللہ پاک نصیب اچھے کرے۔"

بیوٹیشن نے جیسے ہی دعا دی تھی وہ مسکرائی تھی۔بنا کسی کھوٹ کے چہرے پر آنے والی سچی مسکراہٹ۔

"!ماشااللہ"

کمرے میں داخل ہوتی نوریہ بیگم کے منہ سے بے ساختہ نکلا تھا۔وہ انہیں دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"یہ لڑکا نا جانے کہاں رہ گیا ہے؟فون بھی بند جا رہا ہے۔"
وہ اس کے سر پر بوسہ دیتی پریشانی سے بولیں تھیں۔

"فکر مت کریں وہ آج ضرور آئے گا۔"

اس کا لہجہ پر اسرار تھا۔

"ہم نیچے چلتے ہیں تب تک آ جائے گا وہ بھی۔"

وہ گھونگھٹ نکالتی بولی تو وہ اسے ساتھ لیے کمرے سے باہر چلی گئی۔

وہ۔اسٹیج پر بیٹھی تھی جب لوگوں میں چہ مگویاں ہونے لگیں۔دلہے کی غیر موجودگی سب کے لیے ہاٹ ٹاپک بن گیا تھا۔جب وہاں شارق کی آمد ہوئی تھی۔

"کہاں رہ گئے تھے۔بیٹھو یہاں آکر۔"

"مجھے کچھ کہنا ہے لمظ سے۔"

وہ ماں کی بات کو ان سنا کرتا بولا تھا۔لمظ اس کی ہی جانب دیکھ رہی تھی اس کے بولنے کی منتظر۔

"میں تمہیں رخصت کروانے نہیں، تمہیں طلاق دینے آیا ہوں۔"

اس کے الفاظ وہاں سب پر بم بن کر گرے تھے جبکہ جس سے وہ مخاطب تھا وہ خاموش بیٹھی تھی۔

لمظ انصاری! میں شارق حیدر اپنے پورے ہوش ہو حواس"

"میں۔۔۔۔۔

"!!ایک منٹ*

گھونگٹ کے پار سے سرد آواز گونجی تھی جو شارق حیدر کو رکنے ہر مجبور کر چکی تھی۔

"بناوجہ بتائے تم مجھے طلاق نہیں دے سکتے۔یہاں سب موجود ہیں جو اس طلاق کے بعد میرے کردار کو مشکوک کہیں گے۔۔"

لمظ کے الفاظ پر اس نے دائیں جانب کھڑے باسط کی جانب دیکھا۔

"وجہ صرف اتنی ہے کہ مجھے تمہارا ساتھ قبول نہیں۔"

وہ گردن اکڑا کر بولا تھا۔اس کی ماں آگے بڑھنے لگی تو لمظ نے ہاتھ پکڑ کر انہیں روکا۔

"!ادھورا کام پورا کرو شارق حیدر"

اس نے پورے اعتماد سے کہا تھا جبکہ شارق حیدر جو دل ہی دل میں پیشمان ہو رہا تھا اس کے انداز پر دو قدم آگے بڑھا تھا۔

لمظ انصاری! میں شارق حیدر اپنے پورے ہوش ہو حواس میں تمہیں"
طلاق دیتا ہوں۔

"طلاق دیتا ہوں۔۔طلاق دیتا ہوں۔

جیسے ہی اس نے طلاق دی تھی لمظ نوریہ بیگم کا ہاتھ چھوڑ چکی تھی۔انہون نے آگے بڑھ کر پے در پے دو تھپڑ شارق حیدر کے منہ پر لگائے تھے۔

"بس کر دیں خالہ! کھیل تھا جو ختم ہونا ضروری تھا۔"

لمظ کی مطمئن آواز پر شارق حیدر کا جھکا سر اٹھا تھا۔

شارق حیدر ولد جہانداد حیدر! تمہیں لگا تھا تم کسی کی محبت چھینو گے تو"
"تمہیں تمہاری محبت مل جائے گی؟

لمظ کے انداز نے شارق کو چونکایا تھا۔لمظ نے گھونگٹ کی جانب ہاتھ بڑھائے تھے۔ جیسے ہی اس نے گھونگٹ ہٹایا تھا شارق حیدر کے پاؤں تلے سے زمین سرکی تھی۔

"بیا! !"

اسے اپنی آواز گہری کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"بیا نہیں شارق حیدر! لمظ انصاری۔"

وہ جتاتے لہجے میں بول کر باسط کی جانب بڑھی تھی۔

"مبارک ہو شارق حیدر! آج اپنے حسد کی آگ میں تم نے اپنی محبت کو جھونک دیا۔"

وہ باسط کے پاس رک کر بنا اس کی جانب دیکھے بولی تھی۔

"چلیں بھائی! اب یہاں میرا کوئی کام نہیں۔"

وہ ہلکے سے مسکراتی باسط سے مخاطب تھی جبکہ بھائی لفظ نے شارق حیدر کو جیسے گڑھے میں دھنسا دیا تھا۔

****

مجھے دو رنگ بھرنے کی اجازت، میں بناتا ہوں
جہاں بنتی نہیں ہے کوئی صورت میں بناتا ہوں

تمہیں تو ٹھیک سے برباد کرنا بھی نہیں آتا
چلو پیچھے ہٹو، اپنی یہ حالت میں بناتا ہوں

تعلق میں کوئی رخنہ بنانا سخت جانی ہے
ترے ہاتھوں کی نرماہٹ سلامت!! میں بناتا ہوں

ترے حصے میں پہلے اشک سے آغاز کرنا ہے

بقایا کارِ گریہ کو نہایت میں بناتا ہوں

گھڑی کی سوئیاں ترتیب میں ٹک ٹک بناتی ہیں

مگر یہ جاگنے سونے کی عادت میں بناتا ہوں

وہ بے یقین سا کھڑا تھا۔لمظ نے باسط کے ساتھ جانے کے لیے قدم بڑھائے تو شارق نے پھرتی سے اپنی جیب سے گن نکالی تھی۔

"!میں بہت محبت کرتا ہوں تم سے بیا"

وہ چلایا تھا۔لمظ پیچھے مڑی تھی۔اس کے ہاتھ میں گن دیکھ کر وہ ڈری تھی۔

جو تم چاہتے تھے وہ ہو گیا ہے شارق حیدر! اب اس سب کا کیا مطلب"

"ہے؟

وہ غصے سے بولی تھی۔

ہر بار خسارہ میرے حصے میں کیوں آتا ہے؟ محبت میں بھی خسارہ میرا"

"نام کا نکلا۔ پھر میں کیوں زندہ ہوں؟

گن ماتھے پر ٹکاتا وہ کرب سے بولا تو باسط اس کی جانب بڑھا۔ لمظ وہیں کھڑی تھی۔

تم نے مجھ سے میری محبت چھین لی لمظ! کاش میری محبت کو آزما لیتی"

"ایک بار۔۔۔

باسط کے اس تک پہنچنے سے پہلے ہی وہ گولی چلا چکا تھا۔

لمظ یک دم اٹھ کر بیٹھی تھی۔ چہرہ پسینے سے تر تھا۔ کپڑے تک پسینے سے بھیگ گئے۔ چہرے پر خوف تھا۔ اس نے ارد گرد دیکھا۔ وہ باسط کے

فلیٹ پر تھی۔دروازہ کھلا تو ابیہا اندر آئی۔وہ اٹھ کر بے قراری سے اس کی جانب بڑھی تھی۔

" شارق۔۔۔کہاں ہے؟وہ ٹھیک ہے ناں؟"

اس کے بے چینی سے پوچھنے پر ابیہا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔اس کے حواس باختہ چہرے کو دیکھ کر اس نے ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھایا۔

لمظ نے گلاس ہٹایا تھا۔

"!میں کچھ پوچھ رہی ہوں ابیہا"

وہ غصے سے بولی تو ابیہا نے اسے گھورا پھر مختلف اشارے کرنے لگی۔

امی نے کہا تھا عصر مغرب کے درمیان نہیں سوتے۔تم نے کوئی برا" خواب دیکھا ہے۔"

اس کی بات پر لمظ نے گھڑی کی جانب دیکھا شام کے ساڑھے پانچ ہو رہے تھے۔وہ کچھ حد تک ریلیکس ہوئی تھی۔

"فریش ہو جاؤ پارلر جانا ہے تمہیں۔"

ایک بار پھر ابیہا نے اشارہ کرتے اسے کہا تھا۔جبکہ لمظ ایک بار پھر بیڈ پر بیٹھ چکی تھی۔وہ مسلسل اپنے خواب کے بارے میں سوچ رہی تھی۔اپنا موبائل چیک کیا تو میسج دیکھ کر مزید سر درد بڑھا تھا اس نے اپنے بال نوچ ڈالے۔ابیہا اس کی حالت دیکھ کر پریشان ہوئی تھی۔دروازہ ناک ہوا تو ابیہا نے مڑ کر دیکھا۔باسط کو دیکھ کر وہ ریلیکس ہوئی تھی۔اس کو اشارتا لمظ کی حالت کا بتا کر وہ لمظ کی جانب اشارہ کر گئی تھی جو ابھی اپنے سر کو تھامے بیٹھی تھی۔باسط پریشانی سے اندر آیا تھا۔

" !لمظ"

اس نے لمظ کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو لمظ نے سر اٹھایا۔

"کیا ہوا ہے لمظ؟"

اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر باسط مزید بے چین ہوا تھا۔

"مجھے نہیں سمجھ آ رہی بھائی! میں کیا کروں؟ میں اپنے فیصلے کا بھیانک انجام دیکھ کر ڈر گئی ہوں بھائی! میں اتنی کمزور تو نہیں تھی۔ میں۔۔۔۔"

وہ اپنا چہرہ چھپاتی رونے لگی تو ابیہا بھی بہن کی حالت دیکھ کر رونے لگی تھی۔

"مجھے بتاؤ کیا پریشانی ہے۔ میں ہوں ناسب ٹھیک کر دوں گا۔"

اس کے سر پر ہاتھ رکھتا وہ مان بھرے لہجے میں بولا تو لمظ نے اپنا موبائل اس کے ہاتھ پر رکھا۔ چیٹ اوپن تھی۔ جس میں ایک گھنٹے پہلے کا میسج کھلا ہوا تھا۔ باسط نے اس میسج کو پڑھا تو نا سمجھی سے لمظ کی جانب دیکھا۔

ماں کے بلانے پر ابیہا باہر بھاگی تھی۔تاکہ وہ اندر آکر لمظ کی حالت نہ دیکھ سکیں۔

" !مجھے پوری بتاؤ لمظ"

باسط نے ضبط کرتے پوچھا تھا۔لمظ اسے سب بتاتی چلی گئی۔ باسط کے ماتھے پر بلوں میں اضافہ ہوا تھا۔رگیں تن گئی تھیں۔

****

" مِلتے نہیں ہیں ____ اَپنی کہانی میں ہم کہیں،

!.. "غائب ہُوئے ہیں جَب سے تیِری دَاستاں سے ہم

اپنے کمرے کی سجاوٹ کو دیکھ کر شارق رکا تھا۔رخصتی کے معاملات جتنی جلدی طے پائے تھے باسط نے اتنی ہی تیزی سے لمظ کے جہیز کا سامان وہاں پہنچا دیا تھا۔وہ صبح سے گھر میں ہوتی سجاوٹ دیکھ کر گھر سے نکل گیا تھا اس لیے اس بات سے ناواقف تھا۔

آگیاتو؟جلدی کر باہر تیری پھوپھو بھی آگئی ہیں۔ایک گھنٹے تک نکلنا"
"ہے۔

وہ عجلت میں کہتی جیسے اندر آئی تھیں ویسے ہی باہر چلی گئی تھیں۔ماں کی ناراضگی محسوس کر کر شارق کے چہرے پر شرمندگی مزید بڑھی تھی۔وہ مڑنے لگا تو لمظ کے بنائے اینگری برڈ پر نظر پڑی۔

"!مجھے معاف کر دینا لمظ"

وہ اینگری برڈ کو دیکھتا دل ہی دل میں لمظ سے مخاطب تھا۔اس کا موبائل بجا تو اس نے پاکٹ سے فون نکالا۔باسط کا نام جگمگاتا دیکھ کر اس نے کال پک کی۔

حسد کی آگ نفرت سے بھی بری ہوتی ہے شارق حیدر!اپنے لیے ایسا" سودا مت کر لینا جو ساری زندگی کے لیے پچھتاوے کو تمہارا مقدر بنا دے۔ایک آخری موقع ہے تمہارے پاس۔اس کے بعد تمہارا ایک

غلط قدم تمہیں اس باسط انصاری سے ملوائے گا جس کا تصور تمہارے ذہن میں بچپن سے ہے۔"

وہ اپنی بات کہہ کر فون کٹ کر گیا تھا۔ شارق ویسے ہی کھڑا تھا۔ نظریں ہنوز سامنے دیوار پر تھیں۔

"شارق حیدر! (اپنا نام دہراتا وہ تکلیف دہ ہنسی ہنسا تھا) ہر بار میں ہی تو پچھتاوے کی زد میں آتا ہوں باسط انصاری! لیکن یہ پچھتاوے بھی تو تمہاری وجہ سے میرا مقدر بنتے ہیں۔ آج ایک اور سہی۔"

وہ کرب سے بولتا اپنے کپڑے لے کر باتھ روم میں چلا گیا تھا۔ اسے اپنے فیصلے پر قائم رہنا تھا جس کے لیے اس کو خود کا حلیہ بھی ٹھیک رکھنا تھا۔

****

"بہت پیاری لگ رہی ہیں ماشاءاللہ! اللہ پاک نصیب اچھے کرے۔"

بیوٹیشن نے جیسے ہی دعا دی تھی لمظ کے ہاتھ کانپے تھے۔خواب کا منظر پھر سے تازہ ہو گیا تھا۔باسط سے سب ڈسکس کر کر وہ پر سکون تو ہو گئی تھی مگر پھر بھی ایک ڈر تھا جو دل میں بیٹھ گیا تھا۔وہ بھول گئی تھی اس کے گھر والے بھی ہیں جو اس بات پر صدمے لے سکتے تھے۔اس کی بہادری،اس کا بدلہ،اس کا جوش سب جیسے اس ایک فکر پر بھاری پڑ گیا تھا۔وہ آنے والے وقت کا مقابلہ کرنے کو تیار تھی۔وہ جانتی تھی اس کے ہر فیصلے میں اس کے گھر والے اس کے ساتھ ہوں گے۔وہ دہری سوچ کے گرد گھوم رہی تھی۔باسط اسے اور ابیہا کو لینے خود آیا تھا۔دلہن بنی لمظ کو وہ چادر سے کور کر باہر لائی تھی۔باسط نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ہاں میں سر ہلایا تھا۔وہ اس کے ساتھ کھڑا تھا یہی سوچ لمظ کو ایک بار پھر ہر بری سوچ سے نکال چکی تھی۔وہ شارق کو معاف نہیں کر سکتی تھی۔اور یہی اس کا فیصلہ تھا۔

گھر لانے کے بعد لمظ کو کمرے میں چھوڑ کر باسط ابیہا کے پاس آیا۔

"!اس کا خیال رکھنا ابیہا"

وہ سنجیدگی سے بول رہا تھا۔ابیہا نے اس کے فکر مند انداز پر ہاں میں سر ہلایا۔وہ جانے لگا تو کچھ یاد آنے پر رکا تھا۔

"تم بھی پریشان مت ہونا۔"

اس کا گال تھپتھپاتا وہ محبت سے بولا تو ابیہا نے شرما کر سر جھکا لیا۔

"تعریف کا سلسلہ کل تک پینڈنگ رکھتے ہیں۔"

وہ شوخ لہجے میں کہتا مسکرا کر آگے بڑھا گیا تھا۔ابیہا سر نہ اٹھا پائی تھی۔رخصتی حال کے بجائے فلیٹ میں ہی کرنے کا فیصلہ ہوا تھا۔اس لیے لاؤنج میں افراتفری مچی ہوئی تھی۔زین اور زمان کو چھٹیاں نہ ملی تھیں تو ان کے علاوہ باقی گھر والے وہاں موجود تھے۔چونکہ سب عجلت میں ہو رہا تھا تو کسی کو بلایا نہیں گیا تھا۔باسط تیار ہو چکا تھا۔جب

دروازے پر بارات آنے کا شور ہوا۔وہ سب سے خوش اخلاقی سے ملا تھا جب کہ شارق سے ملتے ہوئے اس کا چہرہ سپاٹ ہو گیا تھا۔

سب ہی لاؤنج میں بیٹھ چکے تھے۔باسط نے کھانا لگوا دیا تھا۔شارق ویسے ہی سر جھکائے بیٹھا۔اس نے کھانے کی جانب دیکھا بھی نہ تھا۔باسط نے ایک نظر بس اس پر ڈالی تھی پھر غصے سے نظر پھیر گیا تھا۔

ایک گھنٹے بعد شارق لمظ کے ہمراہ وہاں سے نکلا تھا۔اس کا دل خالی ہو رہا تھا۔درد بڑھتا جا رہا تھا۔جبکہ گھونگھٹ ڈالے بیٹھی لمظ چہرے پر کرخت تاثرات لیے بیٹھی تھی۔وہ اپنی ہتھیلی کو دیکھ رہی تھی جہاں ابیہا نے رات میں شرارت کرتے شارق کا نام لکھ دیا تھا۔گھر پہنچ کر شارق نے کار سے اتر کر لمظ کے لیے دروازہ کھولا تھا۔لمظ کے باہر آتے ہی وہ اس کو ساتھ لیے گھر کے اندر آیا تھا جہاں نوریہ بیگم پہلے سے موجود تھیں۔وہ بارات کے ساتھ نہیں گئی تھیں اس لیے استقبال کے لیے موجود

تھیں۔انہوں نے دونوں کو محبت سے گلے لگایا تھا۔پھر انہیں اندر لے آئیں تھی۔

****

" مسٹر صمد! مجھے گھر جانا ہے۔میں حویلی نہیں جاؤں گی۔"

صمد کچھ دیر پہلے ہی لوٹا تھا اور آتے ہی بنین کو زبردستی اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔وہ کب سے اسے منع کر رہی تھی مگر ڈرائیو کرتے صمد کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

" میں نے کہا مجھے نہیں جانا حویلی۔"

اس نے غصے سے اسٹیرنگ کو چھیڑا تو صمد نے یک دم گاڑی کا کنٹرول سنبھالا تھا۔اور غصے بھری نظر بنین پر ڈالی۔

"تم نے دوسری بار یہ حرکت کی ہے بنین! مجھے غصہ مت دلاؤ۔"

وہ ضبط سے بولا تھا۔بنین پیچھے ہو کر بیٹھ گئی تھی۔اس کے بعد وہ کچھ نہ بولی تھی۔وہ ایک بار پہلے بھی حویلی آچکی تھی اس لیے راستہ دیکھ کر اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ اسے حویلی نہیں لے جا رہا۔وہ خاموشی سے منتظر تھی کہ صمد اسے کہاں لے جانے والا تھا۔ایک گھنٹے کے سفر کے بعد وہ مطلوبہ جگہ پر پہنچا تھا۔اس نے باہر نکل کر بنین کو بھی باہر آنے کا کہا۔بنین غصہ ضبط کرتی باہر نکلی تھی البتہ دروازہ بند کرتے اپنے غصے کا اظہار بھی کر دیا تھا۔

" چلو۔"

وہ اسے ساتھ لیکر آگے بڑھ رہا تھا۔بوسیدہ راستہ تھا۔رات گہری ہو رہی تھی۔آس پاس آتی جھینگروں کی آوازیں موحول کو پراسرار بنا رہی تھیں۔بنین نے جھرجھری لی تھی۔

اگر تمہارا ارادہ مجھے مار کر یہاں دفن کرنے کا ہے تو میں بتا دوں مجھے "
کمزور مت سمجھنا۔اگر مجھے مارنے کی کوشش کی میں بھی بدلے میں کچھ
" کر سکتی ہوں۔

بنین نے بہادری دیکھاتے کہا تو صمد نے مڑ کر اسے دیکھا۔

فلحال میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے لیکن جب بھی بنا تمہاری اس بات کو "
" یاد رکھوں گا۔

وہ ہلکا سا مسکرا کر بولا تو بنین نے سر جھٹکا اور آگے چلنے لگی۔صمد بھی مسکراتا ہوا اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔کچھ دور جا کر آبادی شروع ہوئی تھی۔وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ایک گھر کے سامنے آکر رکا تھا۔دروازہ بجانے پر ایک بوڑھی عورت نے دروازہ کھولا تھا۔

" !السلام علیکم اماں"

انہیں پہچاننے کی کوشش کرتا دیکھ کر صمد خوش دلی سے بولا تو وہ آواز پہچان گئیں۔

" !صمد بیٹا"

وہ آگے بڑھ کر ان کے گلے لگا تھا۔

" !اپنی بیوی کو لایا ہوں اماں"

وہ پیچھے ہوتا بولا تو اماں نے بنین کو دیکھا جو ہچکچا رہی تھی۔

" اندر آجاؤ بچوں۔"

انہوں نے راستہ دیتے ہوئے انہیں اندر آنے کا کہا تھا۔ صمد بنین کا ہاتھ پکڑ کر اندر داخل ہو گیا تھا۔ بنین کو کچھ بھی سمجھ نہ آرہا تھا۔ وہ حیرت سے صمد کو دیکھ رہی تھی جو مسکرا رہا تھا۔

****

نوریہ بیگم لمحہ کو کمرے میں بیٹھا کچھ دیر بعد باہر آگئی تھیں۔شارق کو چھت پر جاتا دیکھ کر انہوں نے کرخت لہجے میں اس کا نام لیا تھا۔

"کیا حرکت ہے یہ شارق؟"

وہ سخت غصے میں تھیں۔

" !کیا ہوا ہے امی"

وہ مرجھایا چہرہ لیے بولا تو ان کا غصہ کم ہوا۔بیٹے کو پریشان دیکھ کر وہ بھی پریشان ہوئی تھیں۔اس کی پھوپھو جا چکی تھی اس لیے گھر میں صرف وہی تین لوگ رہ گئے تھے۔

"شارق! یہاں آؤ۔"

انہوں نے اسے بلایا تو ماں کو فکر مند دیکھ کر وہ ان کے پاس آکر ان کے گلے لگا۔

سب ٹھیک ہے امی! بس تھوڑی شرمندگی ہو رہی ہے، میری ضد کی"

" وجہ لمظ بھی انجوائے نہیں کر پائی۔

اس کی وجہ جان کر وہ مسکرائی تھیں۔

وہ بہت اچھی بچی ہے۔ سب سمجھتی ہے۔ اب اندر جا۔ اس کو بخار لگ"

" رہا ہے مجھے۔ دوا دے دینا اسے۔

وہ لمظ کی طبیعت خرابی کے خیال بولی تھیں۔ شارق کے جواب نے انہیں مطمئن کر دیا تھا۔ وہ سر ہلاتا کمرے میں چلا گیا تھا۔ لمظ جو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی شارق کے اندر آنے پر سیدھی ہوئی تھی۔ شارق نے گہری سانس بھرتے ہوئے بیڈ پر بیٹھی لمظ کو دیکھا تھا۔ وہ آگے بڑھتا سائیڈ ٹیبل کی دراز سے دوا نکال کر اس کے سامنے رکھ کر سیدھا ہوا۔

"دوا لے کر آرام کر لو بخار اتر جائے گا۔"

وہ نرمی سے بولا تھا پھر واپس مڑ گیا اس کا رخ کھڑکی کی جانب تھا۔

" کہاں جا رہے ہیں؟"

لمظ کے سوال پر وہ رکا۔

" کچھ طبیعت خراب ہے تم آرام کرو۔"

وہ خود پر ضبط کرتا بولا تھا۔اس کے موبائل کی مخصوص بیل بجی تو شارق نے اپنا موبائل نکالا۔

" مجھے اس فیصلے کی وجہ جاننی ہے۔"

بیا کے نمبر سے میسج دیکھ کر اس نے اپنے سرخ ہوتی آنکھوں کو بند کر کر کھولا تھا۔

میں سب ختم کر چکا ہوں بیا! تم شادی کر لو جہاں تمہارے گھر والے "

" چاہتے ہیں۔

اس نے ایک بار پھر دوپہر والا میسج دوبارہ لکھا تھا۔ بات وہی تھی بس لفظوں کا ھیر پھیر تھا۔

وہاں کھڑے ہو کر اپنی محبت کا ماتم منا رہے ہو۔ اگر اتنی محبت تھی تو"

" مجھے طلاق دینے سے پیچھے کیوں ہٹے؟

لمظ کے سوال پر وہ یک دم مڑا تھا۔ دل یک دم گھبرایا تھا۔ لمظ کی آگاہی شارق حیدر کو پستی کی جانب دھکیلنے لگی تھی۔ محبت کھو دینے کا دکھ کم تھا جو اپنا دیا دھوکا بھی کھل کر سامنے آگیا تھا۔ بیڈ سے اتر کر لمظ اس کی جانب بڑھی تھی۔

" حیران ہو رہے ہو مجھے کیسے پتا چلا سب؟"

وہ طنزیہ بولی تھی۔ شارق ساکت کھڑا تھا۔

جھوٹ اور مکاری کب تک چھپ سکتی تھی شارق حیدر! تم نے جو کیا" اس کے لیے لمظ انصاری نے یہی سزا سوچی ہے تمہاری کہ تم مجھ کھو دو۔ " لمظ کبھی تمہاری نہیں بنے گی اور بیاوہ کبھی تمہاری تھی نہیں۔

لمظ نے کہتے ساتھ ہی گھونگٹ اٹھایا تھا۔ شارق حیدر گنگ ہوا تھا۔ کئی پل وہ کچھ بول نہ پایا تھا پھر یک دم آگے بڑھتا وہ لمظ کو خود میں بھینچ چکا تھا۔

*

*

"یہ آنٹی کون ہیں؟ اور تم مجھے یہاں کیوں لائے ہو؟"

اماں سے باتیں کرنے کے بعد صمد کمرے میں آیا جہاں بنین پہلے ہی آچکی تھی تو وہ چارپائی سے اٹھتے ہوئے نارمل لہجے میں اس سے پوچھنے لگی۔البتہ چہرے پر غصہ برقرار تھا۔صمد اس کے پاس سے گزر کر چارپائی پر بیٹھ گیا تھا۔وہ اپنے جوتے اتار رہا تھا۔جب خود کو اگنور کیے جانے پر بنین فوراً اس کے سر پر پہنچی تھی۔

"تم جواب دینا پسند کرو گے یا چپ کا روزہ رکھ کر نکلے ہو گھر سے؟ یا پھر کوئی نئی چال چل رہے ہو مجھے یہاں قید رکھنے کے لیے۔دیکھو صمد! جو بھی کرنا چاہتے ہو سامنے سے کرو۔یوں گیمز کھیلنا؟خود کو اچھا بنا کر پیش کر کر فری میں نمبر حاصل کرنا۔۔۔"

وہ مزید بول رہی تھی جب صمد نے اس کا بازو پکڑ کر اپنی جانب کھینچتے اسے اپنے ساتھ بیٹھایا تھا۔اچانک افتاد پر وہ بوکھلائی تھی۔پھر سنبھلتے ہی ایک زبردست گھوری سے صمد کو نوازا گئی۔

یہ حویلی کی پرانی ملازمہ ہیں۔انہوں نے ماں بن کر پالا ہے مجھے۔اس"
وقت مجھے سب سے زیادہ بھروسہ ان پر ہے۔ تمہیں کچھ دن یہاں رہنا
"ہے جب تک میں خود آکر تمہیں ساتھ لے کر نہیں جاتا۔

صمد سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

کیا تمہاری باتوں کا میں مطلب سمجھوں کہ تم پر اپنے دادا کی سچائی بھی"
"کھل چکی ہے؟

بنین نے چونکتے ہوئے پوچھا آنکھوں میں یک دم چمک ابھری تھی۔

صمد نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

میں نے جو کہا ہے اس پر دھیان دو بنین !اس گھر سے باہر مت نکلنا اور"
یہاں سگلنز نہیں ہوتے تو فون رکھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔میرے کچھ
"لوگ یہاں پر ہوں گے کوئی بھی مسئلہ ہوا تو وہ سنبھال لیں گے۔

اس کا لہجہ اب بھی نہ بدلا تو بنین نے اکتاتے ہوئے منہ کے زاویے بگاڑے تھے۔

"مجھ پر اتنا احسان کر دینا کہ ہادی کو میری خیریت بتا دینا تاکہ میرے ماما اور پاپا پریشان نہ ہوں۔"

بنین اپنے بندھے بالوں کو کھولتے ہوئے بولی تو صمد نے اس کی جانب دیکھا۔

"تمہاری خیر خبر پہنچ جائے گی ہادی کو درمیان میں مت لاؤ۔"

صمد کھڑا ہوتا ہوا بولا تو بنین اس کی جانب گھومی۔

"میرے گھر والوں سے دور رہنا مسٹر صمد! مجھے تم پر صرف اپنے حوالے سے بھروسہ ہے اپنے گھر والوں کی حوالے سے نہیں۔"

اس نے بنا لگی لپٹی رکھے طنز کیا تو صمد نے اس کی جانب قدم بڑھائے۔

"مجھ پر بھروسہ ہے مطلب؟ کیا مان چکی ہو مجھے اپنا شوہر؟"

صمد نے اپنا ہاتھ اس کے چہرے پر آتے بالوں کی جانب بڑھایا تو بنین دو قدم پیچھے ہوئی۔

"بہت خوش فہمی ہے تمہیں صمد! ساری دنیا فلحال مجھے مسز ہادی کے سمجھتی ہے۔پہلے ہمارے نکاح کا ثبوت لاؤ۔"

بنین کی بات پر صمد کے جبڑے تنے تھے۔

"یہ جو تمہاری تان ایک بات پر آکر ٹوٹتی ہے اس کا حل بھی اگلی بار ساتھ لاؤں گا۔"

وہ دانت پیستا بولا تو بنین نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

"کچھ دیر تک میں واپس چلا جاؤں گا۔تمہارا سامان کل آجائے گا یہاں۔"

"اور کچھ چاہیئے ہو تو بتادو۔"

"سکون!"

چارپائی پر بیٹھتی وہ فورا بولی تو اس کے جواب پر صمد مسکرایا۔

" وہ تو تمہاری زندگی میں کبھی نہیں آئے گا۔"

وہ اسے چڑاتا ہوا اس کے قریب آکر بیٹھا تو بنین نے اس کے کندھا جوڑ کر بیٹھنے پر اسے پیچھے دھکیلا جس کا صمد پر اثر نہ ہوا تھا۔ وہ ہنستا ہوا اس کے کندھے پر سر رکھ گیا تھا۔

" !اپنی حد میں رہو صمد"

بنین کسمسا کر پیچھے ہوئی تھی۔

اپنا موڈ ٹھیک کرو۔ ویسے بھی کچھ دن تک میں تم سے مل نہیں پاؤں گا"

"تو یہی سوچ کر خوش ہو جاؤ۔

شان کو ہوش آجائے اس کے بعد میں پوری زندگی تم لوگوں کی شکل"

" !نہیں دیکھوں گی مسٹر صمد

وہ صمد کا چہرہ دیکھتی دل ہی دل میں بولی تھی۔صمد اسے اپنی جانب تکتا پاکر آڑھا ہی چارپائی پر لیٹ گیا تھا۔دونوں ہاتھوں سے سر کے نیچے تکیہ بنائے وہ آنکھیں موند گیا تھا۔

" تم جانے والے تھے یہاں سے؟"

اسے سونے کی تیاری پکڑتا دیکھ کر بنین نے اونچی آواز سے ٹوکا تو صمد کے ہونٹ مسکراہٹ میں ڈھلے۔

" کچھ دیر تمہاری موجودگی مزید محسوس کرلوں۔"

وہ دل ہی دل میں بولا تھا البتہ اس کی مسکراہٹ بنین کو چڑانے کا سبب بن چکی تھی۔

****

زیر بحث آئے محبت کی کہانی اک روز

اور یکلخت کوئی مجھ کو تمہارا کہہ دے

"آپ اتنی رات کو فون کیوں کر رہے ہیں؟"

عطرت بیگم کے ساتھ سوئی حوریہ کا فون رنگ ہوا تو اس نے نمبر دیکھتے فون اٹھایا اور عطرت بیگم کو سویا پا کر کمرے سے نکل کر باہر آئی اور سرگوشی میں پوچھا۔

"کل تمہارے بھائی سے میں بات کرنے والا ہوں۔ جب وہ تم سے پوچھے تو رضامندی دے دینا۔ اگر پڑھائی کا بہانہ بنایا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا حور!"

سوال کے بدلے دھمکی سن کر حوریہ نے منہ بسورا تھا۔

"آپ ہمیشہ دھمکاتے رہتے ہیں۔"

اپنی زندگی میں یہی سیکھا ہے میں نے۔اسی طریقے سے ہی بات منوائی"

" جاتی ہے،دھمکا کر،دوسرے کو زیر کر کر۔

بابر کا لہجہ کڑوا تھا مگر اس کا دماغ کہیں ماضی کی تلخیوں میں گھوم رہا تھا۔

" لیکن جن سے محبت ہو انہیں محبت سے ڈیل کیا جاتا ہے۔"

حوریہ نے دھیمے لہجے میں کہا۔

کس نے کہا مجھے محبت ہے؟مجھے محبت نہیں ہو سکتی حور!دوبارہ یہ لفظ"

" زبان پر مت لانا۔

بابر کی تلخ بات پر حوریہ کے آنسو نکلے تھے۔

وہ بات بات میں اتنا بدلتا جاتا ہے

کہ جس طرح کوئی لہجہ بدلتا جاتا ہے

یہ آرزو تھی کہ ہم اس کے ساتھ ساتھ چلیں
مگر وہ شخص تو رستہ بدلتا جاتا ہے۔

رتیں وصال کی اب خواب ہونے والی ہیں
کہ اس کی بات کا لہجہ بدلتا جاتا ہے

رہا جو دھوپ میں سر پر مرے وہی آنچل
ہوا چلی ہے تو کتنا بدلتا جاتا ہے

وہ بات کر جسے دنیا بھی معتبر سمجھے
تجھے خبر ہے زمانہ بدلتا جاتا ہے۔

اگر محبت نہیں ہے تو اتنے مہینوں سے جو ہمارے درمیان ہے اسے کیا"

" نام دیں گے آپ؟

حوریہ نے اپنی سسکیاں دباتے پوچھا۔

" ایک وعدہ ہے کسی بہت اپنے کا۔"

حوریہ کو اس کی آواز سے لگا تھا جیسے وہ مسکرایا ہو۔

" بھائی سے کیا کہیں گے آپ؟"

حوریہ نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہی جو سچ ہے۔اب سو جاؤ۔"

بابر نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔حوریہ وہیں بیٹھ گئی تھی۔بار بار بابر کا کہا جملہ ذہن میں گونج رہا تھا۔کچھ پل گزرے تھے جب موبائل پر دوبارہ بیپ ہوئی۔اس نے سر اٹھا کر فون چیک کیا تو بابر کا میسج تھا۔

مجھے تکلیف ہوتی ہے تمہارے آنسوؤں سے۔یہ پہلی اور آخری بار"

" !بہنے چاہیئے حور

بابر کا میسج پڑھتے ہی وہ روتے روتے ہنسی تھی۔

" جھوٹ بولتے ہیں کہ محبت نہیں ہے۔"

چہرے پر خوشی چھا گئی تھی۔دل ایسے دھڑک رہا تھا مانو کوئی خزانہ مل گیا ہو۔

دوسری جانب بابر سگریٹ سلگائے بالکنی میں کھڑا تھا۔ہادی اس سے ملنا چاہتا تھا۔وہ بھی اس سے مل کر ایک فیصلہ لینا چاہتا تھا کہ تاکہ اپنا کام ختم کر کر اپنے راستے الگ کر سکے۔

" !کہاں ہو تم؟ تمہیں اس لڑکی کو مارنے کا کہا تھا بابر"

اس کا فون رنگ ہوا۔فون اٹھانے پر ملک تراب علی کی کرخت آواز سن کر اس نے فون کو کان سے ہٹایا چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

اپنی سیاست پر دھیان دیں ڈیئر گرینڈ فادر! بابر جو کام لیتا ہے اسے پورا"
" کرتا ہے۔

وہ ریلیکس انداز میں بولا تھا۔

وہ لڑکی صمد کے فلیٹ سے غائب ہے۔ صمد نہیں جانتا وہ کہاں"
ہے۔ ڈھونڈو اس لڑکی کو اور جلد از جلد اس معاملے کو ایک طرف لگاؤ
"۔

ملک تراب علی کا انداز ایسا تھا کہ گویا اگلے سیکنڈ ہی ان کا کام کر دیا
جائے۔ بابر مسکرا رہا تھا ان کی حالت پر۔

آپ نے کبھی سوچا ہے اگر آپ کے ڈیئرسٹ گرینڈ سن کو آپ کی"
" سچائی پتا چل جائے تو وہ کیا کرے گا؟

شاید تم اپنی ماں کا انجام بھول گئے ہو لڑکے! تبھی تو ہمارے آگے سر"
" اٹھانے لگے ہو۔

ملک تراب علی کی ٹون فورا بدلی تھی۔لہجے میں سفاکیت در آئی تھی۔

" آپ کے حق میں یہی بہتر ہو گا کہ میں وہ سب بھول جاؤں۔"

بابر نے سنجیدگی سے کہتے کال کاٹ دی تھی۔آنکھوں میں یک لخت لہو اتر آیا تھا۔

" بس چند دن گزار لو۔تم سب اپنے انجام کے قریب ہو۔"

گرل پر ہاتھ رکھے وہ کھڑا تھا۔ایک بربادی کو دعوت دیتا ہوا۔

****

پورا دن اس کا کشمکش میں گزر گیا تھا۔وہ چاہ کر بھی فیصلہ نہیں کر پا رہا تھا۔وہ بیا کو کھونا نہیں چاہتا تھا لیکن اپنے حسد کے چلتے وہ لمظ کی زندگی برباد کرنے کو بھی تیار نہ تھا۔بہت سوچ کر اس نے اپنے لیے سزا تجویز کی تھی۔وہ محبت کا غم دل میں رکھنے کو تیار ہو گیا تھا۔باسط سے نفرت کی وجہ سے کسی کو رسوا نہیں کر سکتا تھا۔اسے پچھتاوا تھا کہ کاش وہ وقت پر

سنبھل جاتا تو کبھی یوں اپنی محبت کو اپنے ہاتھوں گنوانا نہ پڑتا۔ بیا کے نمبر پر اپنا آخری میسج بھیج کر وہ اسے اپنے وعدے سے آزاد کر کر پوری طرح مخلص ہو کر لمظ کی رخصتی کے لیے گیا تھا۔ایک طرف لمظ سے جھوٹی محبت کے وعدے پر شرمندگی تھی تو دوسری جانب دل میں محبت کو کھو دینے کا دکھ۔ وہ اکیلا رہ کر اپنی محبت پر ایک بار رو لینا چاہتا تھا مگر جب لمظ کے روپ میں سامنے بیا کو دیکھا تو خود کو روک نہ پایا۔ وہ سب بھول گیا تھا اپنی ساری پلاننگ، ساری جھوٹ۔ بس یاد تھا تو بس اتنا کہ اسے بیا مل گئی تھی۔ کتنے ہی پل وہ لمظ کو خود میں بھینچے کھڑا رہا تھا جب لمظ نے مزاحمت کرتے اسے پیچھے دھکیلا تھا۔

"ڈونٹ یو ڈیئر شارق حیدر! اگر میں نے اپنی زبان نہیں کھولی تو اس کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے تمہیں معافی مل گئی۔"

"میری بات سنو بیا!"

لمظ قدم پیچھے لیتی غصے سے بولی تو شارق تڑپ کر اس کی جانب بڑھا تھا۔

ابھی تک نیند میں ہو شارق حیدر! میں لمظ انصاری ہوں۔ بھول گئے "

ہو تو یاد کروا دیتی ہوں۔ میں وہی لمظ انصاری ہوں جیسے باسط بھائی کی

" محبت سمجھ کر تم نے ان سے چھیننا چاہا۔

وہ مسلسل قدم پیچھے لے رہی تھی۔ شارق نفی میں سر ہلاتا بولنے کی کوشش کر رہا تھا۔

وہی لمظ انصاری جسے بھری محفل میں طلاق دینے والے تھے "

تم۔۔۔ وہی لمظ جسے بیا کہہ کر ایک اور دھوکے کا جال بن رہے تھے تم۔

"

اس کی آخری بات وہ سچ میں تڑپ گیا تھا۔

" یہ سچ۔۔۔۔ نہیں ہے۔"

وہ گھبراتا ہوا بولا تھا۔اپنی صفائی دینا چاہتا تھا مگر لمظ کی آنکھوں اور لہجے کی نفرت اسے توڑ رہی تھی۔

"میری محبت جھوٹی نہیں۔۔۔"

تمہاری نفرت سچی ہے شارق حیدر! اپنی نفرت میں اندھے ہو کر تم"

" باسط بھائی سے ابیہا کو بھی چھیننے کی کوشش کرتے۔

لمظ نے یک دم اس کا گریبان پکڑا تو شارق کی آنکھیں صدمے سے کھلی تھیں۔

"میں۔۔۔۔۔نہیں۔۔۔"

زبان ساتھ نہیں دے رہی؟ کیوں دے گی؟ سب کچھ تو سامنے"

"آگیا۔

وہ اس کا گریبان چھوڑ کر پیچھے ہوئی تھی۔

"کیا قصور تھا ابیہا کا؟ اگر میری جگہ۔۔۔۔"

وہ۔سوچ بھی ناپائی تھی آگے۔شارق نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھامے تھے۔

میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا لمظ ! میں بس۔۔۔۔مجھے لگا وہ انکار کر دے" گا وہ کبھی اپنی محبت کو کسی اور کا ہونے نہیں دے گا۔وہ مجھ سے لڑے گا

" تو میں سب بتاؤں گا باسط کا اصل چہرہ۔۔۔میں

" کونسا اصل چہرہ؟ہاں شاید وہ چہرہ جو وہ تم سے چھپاتے آئے ہیں۔"

اپنے ہاتھ چھڑوا کر وہ اپنے آنسو پونچھتی بولی۔

وہ شخص جسے تم اپنا دشمن سمجھ کر دن رات اس کے بد عائیں کرتے ہو،"

اس کو برباد کرنا چاہتے ہو،یہ اتنی بڑی گیمز پلان کی۔تم اس کے قرض دار ہو شارق حیدر ! جس دن سچ جان لو گے اس سے آنکھیں نہیں ملا سکو

" گے۔

لمظ کے جملوں نے اس ساکت کر دیا تھا۔وہ وہیں کھڑا تھا جبکہ لمظ اب تیزی سے اپنی جیولری اتار رہی تھی۔وہ اپنے کپڑے بیگ سے نکالتی ایک نظر شارق پر ڈال کر واش میں بند ہو گئی تھی۔کچھ دیر بعد وہ باہر آئی تو شارق کو ویسے ہی کھڑے پایا۔

" کل ولیمے کے بعد میں گھر واپس جا رہی ہوں۔اپنا ادھورا کام شوق سے پورا کر لینا۔رخصتی کے بعد طلاق ہو تو رسوائی بھی ڈبل ہوتی ہے۔ "

وہ پتھر دل بنی ایک بار پھر اسے لفظوں سے مار چکی تھی۔شارق کے لیے سر اٹھانا مشکل ہو گیا تھا۔

پہلے کی بات اور تھی اب کوزہ گر ہوں میں

ٹوٹا ہوا نہ جوڑوں گا،تازہ بناؤں گا

گروقت کو غرور ہے مجھ کو رلائے گا

میری بھی ضد ہے اس کو نہ یہ دن دکھاؤں گا

اتباف ابرک

****

مراد کی آنکھ آس پاس ہوتی کھٹ پٹ سے کھلی تھی۔وہ آنکھیں مسلتا اٹھ کر بیٹھا تو اس نے ہادی کو پورے کمرے میں چکر لگاتے پایا۔وہ مختلف دراز چیک کر رہا تھا جیسے کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔ساتھ ساتھ موبائل پر بھی کسی سے بات کر رہا تھا۔

"کوئی پریشانی ہے؟"

مراد نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیر کر انہیں پیچھے کرتے ہوئے پوچھا۔اسکی آواز سن کر ہادی فون بند کرتا اس کے پاس آیا۔اسے یوں پاس آتا دیکھ کر مراد حیرت سے پیچھے ہوا۔

"مجھے کچھ دیر تک نکلنا ہے، ہو سکتا ہے آج واپس نا آسکوں یاد و دن بھی لگ جائیں مجھے۔تم گھر پر رہنا عروسہ کا دھیان رکھنا۔اسے کہیں جانے مت دینا اور کسی انجان کو گھر میں آنے مت دینا۔اگر کوئی پریشانی ہو تو پولیس کو انوالو کرنا۔"

وہ اپنا ماتھا مسلتا بول رہا تھا۔مراد کو بھی عروسہ کی فکر ہوئی تھی۔

"کیا عروسہ کو کسی سے خطرہ ہے؟ میں اسے واپس لے جاؤں گا۔"

وہ بیڈ سے اترتا بولا تو ہادی نے اسے واپس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"عروسہ کو فلحال کوئی خطرہ نہیں ہے۔دادا دادی ٹی وی کے اتنے شوقین نہیں ہیں اور عروسہ کا بھی موبائل سے لنک بس گیمز تک ہے تو اس گھر

میں اس کے لئے زیادہ خطرہ نہیں ہے جتنا اسے باہر نکل کر سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔وہ جب بھی ان لوگوں کے متعلق کوئی بات سنتی ہے تو پینک ہوتی ہے۔ تمہیں بس اسے اس سب دد ور رکھنا ہے۔"

ہادی نے اسے سنجیدگی سے سمجھایا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟"

اس نے اگلا سوال کیا تو ہادی نے اپنے موبائل کی جانب دیکھا۔

"ملک تراب علی کا بیٹا غائب ہے۔کل آخری بار اسے مال سے نکلتا دیکھا گیا تھا اس کے بعد سے وہ غائب ہے۔اور میرے دوست کی بہن سے بھی میرا رابطہ نہیں ہو رہا شاید اس کے پیچھے بھی ان کا ہی ہاتھ ہے۔"

وہ پریشانی سے بول رہا تھا۔

"تمہاری بیوی ہے وہ جسے گولی ماری گئی تھی؟"

ہادی کی ساری بات میں سے مراد نے اپنے مطلب کی بات پکڑی تھی۔

تم وہ کرونہ جس کام کی وجہ سے تمہیں یہاں روکا ہے میں نے۔ میری"
"ذاتیات میں دخل اندازی مت کرو۔

وہ یک دم ہی روڈ ہوتا بولا تھا۔ کیسے ایک دم ہی ساری بات وہ اسے بتا سکتا تھا۔

"مجھے بھی کوئی شوق نہیں ہے تمہاری پرسنل لائف میں گھسنے کا۔"
وہ غصے سے بولتا اٹھ کر واش روم میں بند ہو گیا تھا۔ ہادی نے ایک نظر اپنے کمرے پر ڈالی تھی جس کا حلیہ مراد یہاں رہتے ہوئے بگاڑ چکا تھا۔
"!احسان فراموش"

اسے لقب سے نوازتا وہ ایک بیگ میں اپنی مطلوبہ چیزیں ڈالنے لگا، پھر بیگ اٹھا کر کمرے سے نکل آیا۔ سیڑھیاں اترتا وہ شاہدہ بیگم کے پورشن کی جانب سے اتر گیا تھا۔ عروسہ کے کمرے کی جانب نظر دوڑائی تو دروازہ بند تھا۔ مطلب وہ ابھی تک سو رہی تھی۔ اس نے ایک کاغذ

پر کچھ لکھ کر دروازے سے اندر سرکا دیا تھا۔ پھر واپس ہوتا اپنے پورشن کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

****

دھیرے دھیرے آنکھیں کھولتی لمظ نے مسکرا کر انگڑائی لی تھی جب اس کی نظر سامنے دیوار پر اپنے ہاتھوں سے بنائے اینگری برڈ پر پڑی۔ اس کی آنکھیں یک دم ہی پوری طرح کھل گئی تھیں۔ سب کچھ یاد آتے ہی اس نے نظر ادھر ادھر دوڑا کر اس اینگری برڈ کو ڈھونڈنا چاہا جو اسے صوفے پر سوتا نظر آیا۔ وہ بیٹھے بیٹھے سو گیا تھا۔ لمظ نے اس کی عنقریب ہونے والی حالت پر سوچ کر ہر جھری جھری لی تھی۔ پھر اٹھ کر فریش ہونے کی غرض سے اپنے کپڑے بیگ سے نکالنے لگی۔ ساتھ ساتھ شور کرنا نہ بھولی تھی۔ شارق کی نیند میں خلل پڑا تو اس نے آنکھیں کھولیں مگر ساری رات اسی طرح بیٹھنے رہنے کی وجہ سے اسکا

پورا جسم اکڑ چکا تھا۔ گردن ہلانا تک اس کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ لمظ ایک نظر اس پر ڈال کر واش روم میں بند ہو گئی تھی، پیچھے وہ درد برداشت کرتا اپنے جسم کی اکڑاہٹ ختم کر رہا تھا۔ وہ فریش ہو کر باہر آئی تو شارق کو اپنا منتظر پایا۔ وہ اسے نظر انداز کرتی اپنے بال سکھانے لگی۔

"بی---میرا مطلب ہے لمظ! مجھے میری بات سمجھانے کا موقع تو دو۔میں---"

وہ اس کے پیچھے کھڑا ہوتا بول رہا تھا جب لمظ نے اپنے بالوں کو جھٹکا دیتے پیچھے کیا تھا۔ پانی کے چھینٹے شارق کے چہرے پر گرے تو وہ خاموش ہو گیا۔

"میری ایک بہت بری عادت ہے شارق حیدر! معاف کرنے میں میری ایگوہرٹ ہوتی ہے۔ شاید یہ وہ واحد کام ہے جو مجھے برا بناتا ہے، شاید ظالم بھی۔"

"میں سمجھتا تھا تم بول نہیں سکتی۔"

یہ بات بولتے وقت شارق کے چہرے کی معصومیت دیکھنے کے لائق تھی جب لمظ ہنستی ہنستی ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھی تھی۔

"!میں لفظوں سے جان نکالنے کا ہنر رکھتی ہوں شارق حیدر"

وہ ہنستے ہنستے یک دم ہی سنجیدہ ہوئی تھی۔

مجھے ایک موقع بھی نہیں دو گی تم؟ تم محبت نہیں کرتی مجھ سے؟ کیا"

میرے اظہار کے بعد تمہارے دل میں میرے لئے کوئی فیلنگ نہیں آئی؟ کیا میں اتنا حق بھی نہیں رکھتا کہ تم مجھے سمجھو میری حالت کو سمجھ

"کر فیصلہ کرو۔

لمظ اس کے پاس سے گزر کر جانے لگی تو شارق نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکتے ہوئے پوچھا۔لہجے میں دنیا جہاں کی بے بسی تھی۔لمظ نے نرمی سے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔

ہمارا رشتہ سارے حقوق و فرائض سے آزاد ہو چکا ہے۔رہی بات "
محبت کی تو لمظ انصاری کو صرف اپنے قریبی رشوں سے محبت سے، شاید
لمظ شارق حیدر بن کر تم سے بھی ہو جاتی مگر جیسے میں کہا ہمارا رشتہ ہر
"طرح سے خالی ہے۔

وہ اس بار نرمی سے بولی تھی۔شارق حیدر چاہ کر بھی آگے بول نہیں پایا تھا۔

تجھ کو اپنی ہی قسم یہ تو بتا دے مجھ کو
کیا یہ ممکن ہے کبھی تو مجھے حاصل ہو جائے
ہائے اس وقت دلِ زار کا عالم کیا ہو
اگر محبت ہی محبت کے مقابل ہو جائے

****

"حوریہ بیٹا! تمہاری طبیعت ٹھیک ہے؟"

بابر سے بات کرنے کے بعد وہ ساری رات سو نہیں پائی تھی۔آنکھوں میں چھائی سرخی رت جگے کی نشانی بن کر عیاں ہو رہی تھی۔ناشتہ بناتی عطرت بیگم نے اس کو کچن میں آتے دیکھ کر پوچھا تھا۔

" !سر میں درد تھا آنٹی"

وہ وہیں کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی تھی۔اسے اسی طرح بنا فریش ہوئے وہاں بیٹھتے دیکھ کر انہیں بے ساختہ بنین یاد آئی تھی۔

"ہادی سے بات ہوئی تمہاری؟"

عطرت بیگم کے سوال پر وہ فورا چونکی تھی جیسے کوئی چوری پکڑی گئی ہو۔

"نہیں---وہ---میرا مطلب---کل صبح بات ہوئی تھی۔"

وہ عطرت بیگم کے نارمل تاثرات دیکھ کر آخر میں خود بھی نارمل ہوتی بولی تھی۔

"اس کا فون آئے تو اسے کہنا بنین کی تصویریں بھیج دے مجھے۔"

ان کے لہجے میں ایک آس تھی۔

"آپ بہت محبت کرتی ہیں اپنی بیٹی سے؟"

وہ ان کا دھیان ہٹانے کی غرض سے ان کے پاس آکر خوش دلی سے پوچھنے لگی تو انہوں نے ہاں میں سر ہلایا۔

"اس سے دہری محبت ہے مجھے، وہ سب کھونے کے بعد مجھے ملی تھی اور اس کے ملتے ہی سب جیسے واپس ملا گیا ہو۔"

وہ غیر مرئی نقطے کو دیکھتے بولی تھیں۔ لینڈ لائن بجنے کی آواز سن کر وہ کچن سے باہر نکلیں۔ حوریہ بھی ان کے پیچھے باہر آئی تھی۔ فون سن کر وہ ساکت کھڑی تھیں۔ حوریہ سمجھ نہیں پائی تھی مگر جیسے ہی وہ ان کیجانب بڑھی وہ روتے ہوئے نیچے بیٹھ گئی تھیں۔

"آنٹی! آپ رو کیوں رہی ہیں؟ آنٹی کیا ہوا ہے؟"

حوریہ کو پریشانی نے آن گھیرا تھا۔اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے عطرت بیگم کو روتے دیکھ کر۔

"میرے شان-------کو ہوش--آگیا ہے۔"

وہ روتے روتے تشکر سے بولی تھیں۔حوریہ نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

"مجھے اس کے پاس جانا ہے۔"

وہ فورا اٹھی تھیں۔حوریہ ان کے ساتھ ساتھ تھی۔

****

"آجاؤ بیٹا! بس پراٹھا بننے والا ہے تو منہ ہاتھ دھو لے۔"

بنین کو کمرے سے باہر نکلتے دیکھ کر اماں اسے محبت سے دیکھتے ہوئے بولی تھیں۔بنین ان کی بات پر ہاں میں سر ہلاتی صحن میں رکھے پانی کی جانب بڑھ گئی۔منہ ہاتھ دھو کر وہ ان کے پاس آکر بیٹھ گئی تھی۔

"آپ صمد کو بچپن سے جانتی ہیں؟"

اس نے سوال کیا تو اماں مسکرائیں۔

"بارہ سال کی تھی جب سے اس حویلی کی چاکری کر رہی ہوں۔ "

انہوں نے مسکراتے ہوئے اسے بتایا اور اس کے سامنے پراٹھا رکھا۔ ساتھ اچار اور لسی تھی۔ بنین نے بنا کوئی اعتراض کئے پہلا نوالہ منھ میں ڈالا تھا۔

"آپ اکیلی رہتی ہیں؟"

اس نے اگلا سوال کیا تو انہوں نے پانی کا گلاس اسکے سامنے رکھتے ہوئے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"بھیڑ سے زیادہ سکون دیتی اکیلے پن کی زندگی۔"

ان کا جواب مبہم تھا۔ بنین نے سمجھ کر ہاں میں سر ہلایا۔

وہ حویلی کسی عبرت ناک جگہ سے کم تو نہ ہو گی۔ جہاں ظلم کے پہاڑ" توڑے جائیں وہاں کے باسی کیسے اس کے سیاہ اثرات سے بچ سکتے ہیں۔"

بنین کی بات سن کر اماں نے مسکرا کر اس کی جانب دیکھا۔

اسی حویلی میں ارتسام جیسا شفاف دل انسان بھی پیدا ہوا تھا۔ اسے دیکھ" کر کبھی نہیں لگا کہ وہ ملک تراب علی اولاد ہو سکتا ہے۔ حویلی کا سب سے لاڈلہ بیٹا تھا۔ اس کی موجودگی میں گھر کی کسی عورت یا ملازم پر کوئی ہاتھ نہیں اٹھا سکتا تھا۔"

وہ کھوئے ہوئے لہجے میں بول رہی تھیں جبکہ اپنے باپ کے ذکر پر بنین کی آنکھوں آنسو جھلملائے تھے۔

"—میرے بابا"

وہ مسکراتے ہوئے بولی تو اماں نے ہاں میں سر ہلایا۔

وہ مجھے اماں بلاتا تھا اور اس کی دیکھا دیکھی صمد نے بھی مجھے اماں بلانا"
"شروع کر دیا تھا۔

وہ مسکراتے ہوئے خود نوالہ بنا کر بنین کو کھلانے لگی تھیں۔

زبردستی میرے ہاتھ سے کھاتا تھا تاکہ سب کو بتا سکے کہ میں اس کی"
"ماں ہوں۔

وہ ارتسام کو یاد کرتی خود بھی رو دی تھیں۔

****

پچیس سال پہلے

"یہ چوٹ کیسے لگی ہے آپ کو؟"

وہ چھٹیوں میں حویلی آیا تھا جب اماں سے ملنے ان کے پاس آیا۔ ماتھے اور گال پر بنے زخم دیکھ کر اسے غصہ آیا تھا۔ اس نے دوا لگاتے ہوئے

پوچھا تھا۔دوا لگاتے ہاتھ جتنی نرمی سے کام کر رہے تھے، لہجہ اتنا ہی کسی رعایت سے عاری تھی۔

"بوڑھی ہو رہی ہو لگ جاتی ہے چوٹ۔"

وہ اسے ٹالتے ہوئے بولی تو ارتسام نے عقیدت سے ان کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا تھا۔

"مائیں جھوٹ نہیں بولتی اماں! آپ میرے ساتھ جائیں گی، میں آپ کی اچھے سے تربیت کروں گا جیسے آپ نے میری کی ہے۔"

وہ شرارت سے بولا تو اماں مسکرا دیں۔آپ اپنا سامان باندھ لیں، میں بابا سے مل کر آتا ہوں۔"

وہ اٹھ کر باہر آیا تو سیڑھیاں اترتے اشفاق صاحب سے اس کا ٹکراؤ ہوا۔

"تمہاری عادت نہیں جائے گی ملازموں کو منہ لگانے کی۔"

وہ کروفر سے بولے تو ارتسام نے غصے سے انہیں دیکھا۔

"وہ آپ سے بڑی ہیں بھائی! اور کئی زیادہ عزت کی حق دار۔"

بھائی کی بات پر اشفاق صاحب سر جھٹکتے اس کے پاس سے گزر کر نیچے چلے گئے۔

**

**

**

"آگیا میرا شیر بیٹا!"

ارتسام کو دیکھ کر ملک تراب علی نے اپنے فائل بند کرتے ہوئے اس کے لئے باہنیں پھیلاتے ہوئے کہا۔ارتسام مسکراتا ہوا ان سے بغل گیر ہوا تھا۔

بھائی بتا رہے تھے آپ کی طبیعت خراب ہے۔ چلیں اب میرے"
"ساتھ شہر۔آپ کا مکمل چیک اپ کروا کر ہی اب مجھے تسلی ہو گی۔
وہ ان کے سات بیٹھتا ہوا بولا تو ملک تراب علی نے فخریہ انداز میں اس
کی جانب دیکھا تھا۔

"میرا بیٹا آ گیا ہے تو میری طبیعت بھی بالکل ٹھیک ہو گئی ہیے لیکن پھر"
"بھی میں کل ساتھ چلوں گا تمہارے۔
وہ ارتسام کو اعتراض کے لئے منہ کھولتے دیکھ کر اپنی بات مکمل کر کر
اسے پر سکون کر گئے تھے۔

"چلیں اب بتائیں، آپ کی سیاسی زندگی میں کیا چل رہا ہے؟"
وہ ہلکا پھلکا ہوتا ان سے بات کر رہا تھا، ملک تراب علی بھی اسے آئیندہ
ہونے والے الیکشن کی بابت بتانے لگے۔

آپ کا موڈ اچھا ہے تو کیا میں آپ سے ایک اجازت لینا چاہتا ہوں"

"!بابا

ملک تراب علی کے چہرے پر پچھلی دفعہ والا کا غصہ نہ دیکھ کر اس نے دوبارہ بات کرنے کا سوچا تھا۔

میں نے کہا تھا ارتسام! اس لڑکی کو اپنی پسند تک ہی محدود رکھو۔ وہ"

"ہمارے خاندان کا حصہ کبھی نہیں بن سکتی۔

ایک بار پھر ان کا ری ایکشن ارتسام کو مایوس کر گیا تھا۔

وہ میری پسند ہی نہیں محبت بھی ہے بابا! آپ کی مرضی سے اس سے"

شادی کی ہے میں نے تو آپ کیوں نہیں چاہتے کہ میں اسے اپنی عزت

"کے طور پر متعارف کرواؤں؟

اس بار وہ محبت کے سامنے سرخرو ہو کر جانا چاہتا تھا۔

میں نے کبھی تم دونوں بھائیوں پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔اشفاق " بھی دوسری شادی کر چکا ہے لیکن تمہاری طرح اسے تمغہ بنانے ن کی "ضد نہیں کی اس نے۔اس کو اس کی اوقات میں رکھا ہے اس نے۔

ملک تراب علی نے اپنے طور پر ارتسام کو سمجھانے کے لئے جو راز کھولا تھا وہ اب ارتسام کاری ایکشن دیکھ کر افسوس سے سر جھٹک کر رہ گئے تھے۔ارتسام تن فن کرتا کمرے سے نکل گیا تھا۔

"!چاچو"

پانچ سالہ صمد اسے دیکھتے ہی بھاگتا ہوا اس کی گود میں چڑھا تھا۔

"کیسے ہو شہزادے؟"

ارتسام اسے گود میں لیتا محبت سے بولا تو صمد نے لاڈ سے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا۔

"ارتسام بیٹا! کیسے ہو؟ کھانا لگوادوں بابا کے ساتھ ہی کھالو۔"

چہرے پر گھونگھٹ ڈالے بخت نے وہاں آتے ارتسام سے پوچھا تو ارتسام نے ایک مکمل نظر ان پر ڈالی تھی۔اس ایک نظر میں وہ ان کے ہاتھوں پر بنے چھالے، دیکھ چکا تھا۔ان کی چال کی لڑکھڑاہٹ بھی اس پر بہت کچھ واضح کر گئی تھی۔اس نے صمد کو گود سے اتارا۔

"صمد! بابا کو بلا کر لاؤ۔"

اس نے نرمی سے کہا تو صمد ہاں میں سر ہلاتا مردان خانے کی جانب بھاگا تھا۔وہ بخت کی جانب مڑا تھا۔

"بھائی نے پھر ہاتھ اٹھایا ہے آپ پر بھابھی؟"

وہ اپنے انداز میں لوٹ آیا تھا۔اس کا غصہ ملک تراب علی کو بھی اس کے سامنے بولنے نہ دیتا تھا۔وہ غلط کو غلط کہنے کا حوصلہ رکھتا تھا یہی بات اسے اس خاندان کے لوگوں سے الگ بناتی تھی۔

"آپ غلط سمجھ رہے ہو بیٹا! کام کے دوران لگ گئی تھی مجھے۔"

بخت نے ڈرتے ڈرتے کہا تو ارتسام نے تاسف سے سر ہلایا۔

"ظالم کے ہاتھ اتنے کھلے اس لئے ہوتے ہیں بھابھی! آپ جیسے لوگ مظلومیت کی زندگی کو ہی اپنا اصل سمجھ لیتے ہیں۔اپنے حقوق کو پہچانیں۔"

"کونسے حقوق؟ ذرا میں بھی جانوں کہ ایسے کون سے حقوق ہیں جو اس عورت کو نہیں مل رہے۔"

اشفاق صاحب کی کروفر بھری آواز پر ارتسام نے ان کی جانب دیکھا۔

"آپ حاکم نہیں ہیں بھائی! اس لئے اپنی روش کو چھوڑ دیں۔اگر وقت پر نہیں سدھریں گے کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

ارتسام نے اپنے لہجے کو کافی حد تک نارمل رکھا تھا۔اشفاق صاحب ہنسے تھے۔

جوتے سر پر نہیں سجائے جاتے ارتسام! انہیں تب تک استعمال کیا جاتا"
"ہے جب تک وہ قابل استعمال ہوں پھر ان سے جان چھڑالی جاتی ہے۔
وہ بخت بیگم کی جانب دیکھتے بولے تو بھائی کی بات پر ارتسام نے غصے سے
مٹھیاں بھینچی۔

"——!بھائی"

"ارتسام! مجھے بات کرنی ہے اوپر آؤ۔"

ارتسام کا غصہ بڑھتے دیکھ کر اوپر کھڑے ملک تراب علی نے اسے پکارا
تھا۔

بابا چاہتے تھے اس حویلی کا انتظام میں سنبھالوں، اور سرداری"
بھی۔آج مجھے احساس ہو گیا ہے وہ ٹھیک کہتے ہیں آپ اس سب کے
لائق نہیں ہیں۔یاد رکھیئے گا میرے سردار بنتے ہی ہر ناانصافی کو ختم ہونا
"ہو گا، سمجھ رہے ہیں ناں ہر انصافی کو۔

وہ وارن کرتا اوپر کیجانب بڑھ گیا تھا۔اس کے جاتے ہی اشفاق صاحب نے سر جھکائے کھڑی بخت کو تھپڑ مارا تھا۔ لیکن غصہ کم نہ ہوا تو تن فن کرتے حویلی سے نکل گئے۔

****

نہیں یار! مینو کو میں خود لے آؤں گا۔ تم عطرت کے ساتھ آ کر"
"ہاسپٹل کا وزٹ کر لو۔
ملک تراب علی نے جیسے ہی اسے مینو کو اپنی بیوی کی حیثیت سے متعارف کروانے کی اجازت دی تھی وہ ان کی بات مان کر مستقل حویلی میں رہنے کا فیصلہ کر گیا تھا۔ مدثر جو اس کا یونی فیلو ہونے کے ساتھ ساتھ ڈاکٹر کی ڈگری اس کے ساتھ لے پاس ہوا تھا۔اپنی ہاؤس جاب کے دوران عطرت کو اپنے زندگی کا ساتھی چن چکا تھا۔ عطرت اور مینو عرف منال دونوں کو نرسنگ کے شعبے نے ملایا تھا۔ منال کا آگے پیچھے

کوئی نہ تھا۔ایک دادی تھی جواس کے بارہویں جماعت پاس کرتے ہی فوت ہوگئی تھیں۔آگے پڑھنے کاخواب ادھورارہ گیا تھا۔ڈاکٹری نہ سہی نرسنگ کو غنیمت جان کروہ اس شعبے سے منسلک ہوگئی تھی۔اپنے کام کے دوران ارتسام کی ایک دوبار ملاقات مینوسے ہوئی،دل نے مینو کی خواہش کی۔اس نے تراب علی سے بات کی توانہوں نے آسانی سے اسے نکاح کی اجازت دے دی۔وہ جو سمجھ رہے تھے ارتسام بھی اشفاق طرح نفس کا غلام ہوگا،ان کی خام خیالی ثابت ہوئی۔وہ ارتسام کی کی ضد کبھی نہ مانتے اگرانہیں ارتسام کی اولاد کے دنیامیں آنے کا پتانہ چلتا ۔انہیں معلوم ہواکہ ارتسام کی بیوی نے بیٹی کو جنم دیاہے انہوں نے فوراًاسے حویلی لانے کا حکم دے دیاتھا۔جہالت کازمانے میں جینے والے ملک تراب علی کو عورت ذات سے نفرت تھی۔یہی سبق انہوں نے

اشفاق صاحب کو بھی پڑھایا تھا۔ لیکن ارتسام ان کے اصولوں سے رو گرادنی کر گیا تھا۔

یار بابا! الیکشن سے پہلے مجھے گدی سونپنا چاہتے ہیں۔ میں ابھی نہیں" آسکوں گا، تم اماں کو مینو کے پاس چھوڑ دینا۔ اس نے مدثر کی ماں کا ذکر کیا تھا۔------ چلو ٹھیک ہے۔ میں سمجھالوں گا مینو کو بھی، ناراضگی " بھی دور کر دوں گا۔

وہ ہنستے ہوئے بولا پھر فون بند کر ملک تراب سے بات کرنے کے مڑ گیا۔

****

دو دن تیزی سے گزر گئے تھے۔ مدثر اور عطرت کا بھی حویلی والوں سے مل چکے تھے۔ بظاہر تو انہیں ملک تراب علی کی شخصیت متاثر کن لگی تھی۔ البتہ اشفاق صاحب کا انداز لیہ دیا تھا۔ چار سال شان اپنے سے

ایک سال بڑے صمد کو غصے سے گھور رہا تھا کیونکہ اسے اس کی گڑیا پسند آئی تھی۔وہ عطرت سے گڑیا کو لیکر بخت کے پاس آیا تھا۔

"اماں! ہمارے گھر ایسی گڑیا کب آئے گی؟"

اس کے معصومیت سے پوچھنے پر جہاں سب مسکرائے تھے وہیں بخت نے اسے خاموش رہنے کا کہا تھا۔

"دیکھیں ناں اماں! یہ کتنی چھوٹی سی ہے۔"

اس کی سرخ ہوتی ناک پر انگلی لگاتا وہ خوش ہوتا بولا تھا۔شان کی برداشت یہیں تک تھی۔وہ اس کے ہاتھ سے جھپٹ کر گڑیا کو لے کر ماں کے پاس آگیا تھا۔

"!بری بات ہے بیٹا"

عطرت نے اسے ڈپٹا تو مزید گڑیا کو اپنے اندر چھپانے لگا۔اسے زیادہ ڈر ایک جانب صوفے پر بیٹھے اشفاق صاحب سے لگ رہا تھا جو اس کی گڑیا کو گھور رہے تھے۔وہ بچہ ہو کر ان کی ناگواری بھانپ گیا تھا۔

چاچو کے پاس ایک پری ہے جو صمد کی دوست ہو گی اور اس کی گڑیا" " بھی۔

صمد کا اترا منہ دیکھ کر ارتسام نے اسے بہلانے کی خاطر کہا تو وہ یک دم چہک کر اس کے گلے لگ گیا تھا۔

کم ذات سے شادی کے بعد اب بیٹی جیسی تمغے کو سینے پر سجانا چاہتے" ہو۔تم نے تو ہمارے خاندان کا نام ہی خراب کر دیا ہے ارتسام! پہلی "اولاد اور وہ بھی بیٹی۔

ان کے لہجے کا غرور اور ناگواری ارتسام کو تپش دلا گئی تھی۔

آپ بڑے بھائی ہیں میرے،اس لئے صرف آج برداشت کر رہا"
ہوں میں،اس پل کے بعد میری بیوی اور میری اولاد کے لئے ایسے
الفاظ استعمال کئے گئے تو یہ حویلی دیکھے گی کہ ارتسام ملک بھی اسی حویلی
"کا خون ہے۔

وہ کھڑا ہوتا غصے سے دھاڑا تھا۔ مدثر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس کا غصہ کم کرنا چاہا مگر وہ ایک شکوے بھری نظر خاموش بیٹھے ملک تراب پر ڈال پر اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

"ہم چلتے ہیں سر! بہت اچھا لگا آپ سے مل کر۔"

مدثر نے ماحول کی تلخی کو کم کرنے کے کہا اور ملک تراب علی سے اجازت لے کر عطرت اور بچوں کے ہمراہ حویلی سے نکل آیا۔

"مینو کیسے رہے گی یہاں؟ یہ حویلی۔۔۔۔"

"پریشان مت ہوں مسز! ارتسام ہے ناں وہ کھڑا ہے مینو کے ساتھ۔"

مدثر نے اسے تسلی دی تھی۔ مگر وہ جو محسوس کر چکی تھی یہ تسلی بھی کام نہیں آ رہی تھی۔

****

"ارتسام! پلیز جلدی آ جائیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔"

دروازہ زور سے بج رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے باہر کئی لوگ ہوں جو کسی بھی پل اندر آ جائیں گے۔ اس نے ارتسام کو فون کیا تھا۔ مینو کی کال پر وہ بے چینی سے اسی وقت ملک تراب کی میٹنگ چھوڑ کر نکلا تھا۔

"مینو! میں بس پہنچ رہا ہوں، کچھ نہیں ہو گا۔ میں نے پولیس کو بھی کال کر دی ہے، تم پریشان مت ہو۔"

وہ خود بھی کافی گھبرا گیا تھا۔ مدثر بھی شہر سے باہر تھا۔ اسے بھی ایک گھنٹہ لگتا یہاں سے گھر پہنچنے میں۔ مینو کی کال کٹ ہوئی تو اسے مزید پریشانی نے آن گھیرا۔

"کیا ہوا؟ پریشان لگ رہے ہو؟ کہیں تمہاری بیوی اور بیٹی تو۔۔۔"

وہ کار میں بیٹھا تو اشفاق صاحب نے کھڑکی کا شیشہ بجاتے ہوئے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"ایسے مت دیکھو۔ بھائی ہوں تمہارا! تمہارا پھیلایا گند مجھے ہی سمیٹنا ہے"

"بلکہ اب تک تو شاید سب سمٹ بھی گیا ہو۔

وہ کروفر سے ہنسا تو زندگی میں پہلی بار ارتسام کا ہاتھ اٹھا تھا۔ وہ کار سے باہر نکل کر مسلسل اشفاق صاحب کو مار رہا تھا۔

"کہا تھا میری بیوی بچی سے دور رہیئے گا۔ کہا تھا کہ نہیں؟" اس نے بنا لحاظ کئے لاتوں سے انہیں مارا۔ اشفاق صاحب درد سے کراہ رہے تھے۔

"بچالوا---پنی بیوی---کوارتسام!"

وہ کراہتے ہوئے بولے تو ارتسام نے مینو کا خیال آتے ہی الٹے قدم لئے تھے۔وہ کار میں بیٹھا اس سے پہلے ڈرائیور کار اسٹارٹ کرتا صمد بھاگتا ہوا وہاں آیا تھا۔

"!آپ پھر جا رہے ہیں چاچو"

باپ کی حالت اگنور کئے وہ چاچو کے لئے رو رہا تھا۔ارتسام نے ایک نفرت بھری نظر بھائی پر ڈالی تھی۔

بابا کا خیال رکھنا صمد !چاچو سے وعدہ کرو بابا کو کبھی اکیلے نہیں چھوڑو"

"گے ؟

وہ اشفاق صاحب کی جانب سے وعدہ لے رہا تھا۔صمد نے روتے روتے ہاں میں سر ہلایا تھا۔اس کے ماتھے پر بوسہ دے کر اس نے ڈرائیور کو جلدی کرنے کا کہا تھا۔

ابھی وہ گاؤں کی حدود میں ہی تھا جب عطرت نے اسے مینو اور بچی کے خیریت سے ہونے کا بتایا۔اس نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔

"!معاف کر دینا مالک"

ڈرائیور کی آواز پر ارتسام نے فون سے دھیان ہٹا کر اس کی جانب دیکھا۔

"بڑے مالک نے حکم دیا تھا شہر سے بی بی کو اس کار میں لانا ہے لیکن چھوٹے مالک نے۔۔"

وہ رونے لگا تو ارتسام کا فون پکڑا ہاتھ نیچے گرا۔دوسری جانب عطرت نے سب سنا تھا۔

"بابا نے کیا حکم دیا ہے؟"

وہ گہرے دکھ سے بولا تھا۔

"گاڑی میں بم ہے، واپسی میں لگوانا تھا تاکہ بی بی اور آپ کی بیٹی حادثے شکار ہو جائیں۔ مگر چھوٹے مالک نے آپ کو مارنے کا کہا ہے۔"

وہ مزید رو رہا تھا جب ارتسام نے سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائی تھی۔ دکھ اتنا گہرا تھا کہ روح تک گھائل ہو گئی تھی۔

عطرت! میری مینو اور بنین کا خیال رکھنا۔ مینو سے کہنا مجھے معاف"

"کر دے، میں اپنا وعدہ پورا نہیں کر سکا۔

اس کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا، جو دکھ ارتسام ملک کو ملا تھا وہ اسے پہلے ہی مار چکا تھا۔ جان نچھاور کرنے والے باپ اور خون کی ڈوری میں بندھا بھائی! دونوں ہی موت سے پہلے مات دے گئے تھے اسے۔ وہ تو اپنوں کے لئے لڑنا چاہتا تھا مگر اپنے ہی اپنے نہ رہے۔ دوسری جانب عطرت نے ساری بات سمجھ آتے ہی چلا کر اسے روکنے کا کہہ رہی تھی جو شاید ممکن نا تھا۔ فون تو کب کا ہاتھ سے چھوٹ سے گر گیا تھا جیسے زندگی ہاتھ سے نکل رہی تھی۔

"تم کو دجاؤ۔"

اپنے آنسو صاف کرتا وہ ڈرائیور سے بولا تو اس کی حالت ایسی تھی گویا جان کنی کی کیفیت میں ہو۔ غیر مرئی نقطے پر نظر جمائے اس کا ہاتھ دھیرے دھیرے اپنے کندھے کی جانب بڑھا تھا۔ تکلیف حد سے سوا ہوئی تو دل اور دماغ نے ایک ساتھ ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ بیک مرر سے ڈرائیور کی نظر ارتسام پر پڑی جس کی ناک سے خون نکل رہا تھا، آنکھیں کھلیں مگر زندگی نہیں تھی۔ ایک مضبوط مرد کو دھوکا مار گیا تھا۔

"گناہ کا بوجھ لے کر بچ بھی گیا تو زندہ کیسے رہوں گا۔"

وہ ڈرائیور مسلسل رو رہا تھا جب اچانک ہی کار میں بلاسٹ ہوا تھا۔ فون کان پر لگائے عطرت سن ہو گئی تھی۔

"ارتسام بھائی!"

وہ بے یقینی سے بولی تھی۔ پیچھے کسی کے گرنے کی آواز پر عطرت مڑی تھی۔ مینو کو بے ہوش دیکھ کر وہ فون چھوڑ کر اس کی جانب بڑھی تھی۔

حویلی میں کہرام مچ گیا تھا۔ملک تراب علی گہرے صدمے میں تھے۔ان کا بیٹا چلا گیا تھا۔دوسری جانب اشفاق نے مینو اور عطرت کو ہاسپٹل سے اغوا کروالیا تھا۔بنین انہیں نہیں ملی تھی کیونکہ وہ مدثر کی ماں کے پاس تھی۔بیٹے کی موت کا ذمہ دار مینو کو قرار دیتے ہوئے انہوں نے اسے اذیت بھری موت دی تھی۔عطرت صدمے کی حالت میں تھی۔سیاسی سوچ کے چلتے انہوں نے ارتسام کا غم بھلا کر اپنی ساکھ کے بارے میں سوچا تھا۔ہاسپٹل کا پورا عملہ ارتسام کے جنازے میں آیا تھا۔انہوں نے کچھ سوچتے ہوئے عطرت اور مدثر کو جانے دیا تھا۔وہ الیکشن سے پہلے کوئی مزید مشکل نہیں چاہتے تھے۔ارتسام کی موت ان کے لئے سود مند ثابت ہوئی تھی مزید کسی کی موت ان کے سیاسی کریئر کی راہ میں رکاوٹ بن جاتی۔اشفاق صاحب نے سارا الزام ان لوگوں پر ڈال دیا تھا جنہیں مینو کو مارنے کا کہا گیا

تھے۔جہالت کے دور کے فرعون اور تھا۔وہ صاف دامن بچا گئے نمرود اس دنیا میں دنیا کے لئے اپنوں کو نگل گئے تھے مگر کب تک؟ خدا کے وجود سے انکار کیا جا سکتا ہے مگر اس کے اعتاب سے بچا نہیں جا سکتا ۔جب عذاب نازل ہوتا ہے تو منکر بھی خدا خدا پکارتا ہے۔

****

(حال)

"آپ سب جانتی تھیں، حویلی کے سب لوگ حقیقت جانتے تھے تو صمد بھی جانتا ہو گا؟"

اماں کے منہ سے مکمل سچ سن کر بنین نے سوال کیا۔

"وہ تو وعدے سے جڑا ہوا تھا، ہر چیز بھلائے اس نے بڑے مالک کا خیال رکھا۔ماں کی موت کے بعد تو اس نے حویلی آنا بھی چھوڑ دیا تھا۔ہم نوکر ذات ہیں کیسے اس کی آنکھوں کی رونق چھین لیتے۔ایک سہما ہوا بچہ جس

نے اپنے چاچا کی میت کو دیکھا، وہ پہچاننے کی کوشش کرتا رہا تھا مگر ظلم کہاں نشان باقی رہنے دیتا ہے۔ وہ ارتسام کا ہو بہو تھا جب ہی تو اسے بچانے کے لئے میں نے بھی اسے سچ نہ بتایا۔ اس کی ماں کو غسل دیا تھا میں نے۔ اس حویلی کے ہر گناہ کا بوجھ دل پر ہے میرے بیٹا!"

ان کی بوڑھی آنکھیں آنسوؤں سے بھری تھیں۔ ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ بنین نے ان کے دونوں ہاتھ پکڑے تھے۔ جیسے انہیں سہارا دینا چاہا ہو۔ وہ خود ٹوٹ پھوٹ کا شکار تھی مگر پھر بھی سہارا دینے کی کوشش کر رہی تھی۔ بنین نے ان کے ہاتھوں پر بوسہ دیا تو اماں روتے روتے مسکرائیں۔

"میرے ارتسام کی گڑیا!"

ان کے منہ سے اپنی پہچان سن کر بنین نے ان کی جانب دیکھا۔

"آپ پہچانتی ہیں مجھے؟"

اس نے حیرت سے پوچھا۔

"صمد نے بتایا تھا مجھے مگر اب جیسے مہر لگ گئی ہو۔"

ان کے دل کو راحت ملی تھی ارتسام کی اولاد کو زندہ دیکھ کر۔

"صمد کی اماں کیا ہوا تھا اماں؟"

اس نے بات کی کڑی وہیں سے جوڑی تھی۔

حاملہ تھی بخت! بڑھتی عمر میں اللہ نے دوبارہ خوشی دی تھی مگر بیٹی"

"ہے جان کر ظالموں نے اسے مار ڈالا۔

صمد کی وجہ سے وہ اتنے سال زندہ رہی، ظلم برداشت کرتی رہی مگر اس کی موت کو بھی خودکشی بنا دیا گیا۔ میں نے ہی تو گواہی دی تھی کہ بخت

"نے زہر کھا لیا۔

سب یاد آتے ہی وہ ایک بار پھر رونے لگیں تو بنین نے انہیں گلے لگایا۔

آپ کا کوئی قصور نہیں ہے اماں! ظالم کی رسی اللہ نے دراز کر رکھی"
"ہے۔

وہ انہیں حوصلہ دے رہی تھی۔اس چھوٹے سے صحن میں جہاں ان دونوں کی آوازیں گونجتی سنائی دے رہی تھیں۔آسمان پر چمکتا سورج سوا نیزے پر پہنچ چکا تھا۔ناشتہ ویسے ہی پڑا تھا،دکھ بانٹ لیے گئے تھے۔

"صمد مجھے یہاں کیوں لایا ہے اماں؟"

کافی دیر دل ہلکا کرنے کے بعد اس نے پوچھا تھا۔

"!سچ جان گیا ہے میرا بچہ"

اماں کہہ کر اٹھ کر چلی گئی تھیں بنین وہیں بیٹھی تھی۔ذہن میں صمد کا بی ہیور گھوم گیا تھا۔اپنی ماں کی موت کی وجہ جان کر جس طرح وہ ٹوٹا بکھرا تھا،یاد کرتے ہی بنین کو بے ساختہ اسکی فکر ہوئی تھی۔

****

اندھیرے کمرے کا منظر جہاں دیوار کے ایک سوراخ سے آتی روشنی کی کرن سیدھا کرسی سے بندھے اس شخص کی آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔ایسا لگ رہا تھا جیسے جان بوجھ کر اس کو اس سمت بیٹھایا گیا تھا۔آس پاس سے آتی بدبو نے اس شخص کے حواس بحال کئے تھے۔مکھیوں کی بھنبھناہٹ،اندھیرے میں بھی اس شخص کو سنائی دے گئی تھی۔ہوش میں آتا وہ خود کو آزاد کروانے کی کوشش کرنے لگا تو اپنے بے جان ہاتھوں اور پاؤں نے اسے خوفزدہ کیا تھا۔

"کوئی ہے؟مجھے نکالو یہاں سے۔"

وہ خوفزدہ ہوتا چلایا تھا۔آہستہ آہستہ ٹانگوں کی سن پن ختم ہونا شروع ہوا تو درد کی لہر جسم میں اٹھنے لگی۔وہ درد سے رونے لگا تھا۔اسے صاف محسوس ہو رہا تھا کہ اپنی پنڈلیوں کا نوچا جانا۔وہ درد سے مسلسل چلاتا دوبارہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

اتنی آسان موت نہیں آئے گی تمہاری اشفاق ملک تراب علی! گزرتا"

"ہر لمحہ تمہاری اذیت کو بڑھائے گا۔

سپیکر سے ابھرتی اشفاق صاحب کی چیخیں سن کر بابر نے نفرت سے کہا تھا۔آنکھیں سرخ انگارہ بنی ہوئی تھیں کسی بھی لہو ٹپکانے کو تیار۔چہرہ خطرناک حد تک سفاک تھا۔وہ قبرستان میں موجود تھا۔ایک قبر کے سامنے دراز نو بیٹھا،اپنے موبائل سے اشفاق ملک درد سے بلبلاتی آوازیں،اس کا بھیک مانگنا کسی کو سنا رہا تھا۔

"سن رہی ہیں آپ مما! یہ شخص تڑپ رہا ہے، چلا رہا ہے، مدد مانگ رہا ہے۔لیکن کوئی اس کی مدد نہیں کرے گا جیسے کسی نے ہماری مدد نہیں کی تھی!"۔آپ کے بیٹے نے بہادر بننے میں بہت وقت لگا دیا مما

قبر کی مٹی دونوں ہاتھوں میں لئے وہ رویا تھا۔

اس نے آپ کو زندہ قبر میں ڈالا تھا مما! میں نے اس کمرے کو اس کی "
"!قبر بنادیا ہے مما

وہ اپنی ماں کو پکار رہا تھا، انہیں بتا رہا تھا اس پر ظلم کرنے والا آج اس کے رحم و کرم ہے۔ وقت نے ایک مظلوم کو ظالم بنادیا تھا۔

****

"دادی! آپ کے کرایے دار آ گئے؟"

کچن سے آتی عروسہ کی آواز سن کر سیڑھیاں اترتے مراد کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ وہ تیسرا چکر نیچے کا لگا رہا تھا اس بار جا کر اس کی کوشش کامیاب ہوئی تھی عروسہ سے ملنے کی۔ وہ تیزی سے دروازہ کھول کر کچن کی جانب بڑھ گیا تھا مگر اندر جا کر جو منظر اس نے دیکھا تھا اس نے اس کو ورطہِ حیرت میں ڈال دیا تھا۔ چولہے پر بھنتا بریانی کا

مصالحہ آس پاس بکھرے برتن اور مصالحے اور چمچہ ہاتھ میں لئے کھڑی عروسہ جو مصروف انداز میں کسی ماہر کک کی طرح مصالحہ کو چیک کر رہی تھی۔

"میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا تھا؟"

مراد کی خود کلامی پر عروسہ نے چونک کر بائیں جانب دیکھا تھا جہاں منہ کھولے کھڑا مراد اس کو حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

عروسہ نے آنکھیں سکوڑتے ہوئے پوچھا تو مراد نے آگے بڑھ کر اس کے بازو پر چٹکی کاٹی۔ری ایکشن کے طور پر عروسہ فوراہی چمچہ اس کی بازو پر جڑ چکی تھی۔

"کیا مسئلہ ہے؟"

دونوں ایک ساتھ چیخنے کے ساتھ ساتھ سوال بھی کر گئے تھے۔

"تم نے مجھے چٹکی کاٹی۔"

"تم نے بھی تو چمچہ مارا ہے۔"

عروسہ نے غصے سے پوچھا تو مراد نے بھی اس کی حرکت یاد دلائی۔

"تم نے چٹکی کاٹی پہلے۔"

وہ چمچہ لیکر اس کی جانب کرتی بولی وہ ڈر کر پیچھے ہوا۔

میں تو چیک کر رہا تھا کہ میں خواب تو نہیں دیکھ رہا اور تم نے"

"دیکھو میری شرٹ خراب کر دی۔

اس نے بازو پر لگے مصالحے کے دھبے کو دیکھتے ہوئے افسوس بھرے لہجے میں کہا تو عروسہ نے دونوں ہاتھ کمر پر ٹکائے۔اس کے خونخوار تیور دیکھ کر مراد نے فوراً چہرے پر مسکینیت طاری کی تھی۔

مجھے تو تمہارے بنائے کھائے کی اشتہا انگیز خوشبو کھینچ لائی تھی، آج تو"
تم نے مجھے حیران کر دیا، یار واقعی خوشبو سے لگ رہا ہے بہت زبردست
"مٹن بنا رہی ہو۔

جذباتی ہوتا وہ تعریفوں کے پل باندھنے کے چکر میں یہ چیز بھی بھول گیا تھا کہ چولہے پر چکن بریانی بن رہی تھی مٹن نہیں۔

تمہاری ناک تو ہائی لیول کی حس رکھتی ہے مراد! دیکھو نہ میں چکن بنا"
"رہی ہوں اور تمہیں مٹن کی خوشبو آ رہی ہے۔

عروسہ نے چمچے کو اس کی ناک کے پاس لا کر دائیں بائیں حرکت دی تھی۔ مراد نے کھسیانا ہوتا اس کے چمچے سے بچتا دوسری جانب آیا تھا۔

میں سوچ رہا تھا ہم نے کافی وقت ہو گیا مل کر کوکنگ نہیں کی، میں"
تھوڑی مدد کروا دیتا ہوں۔ دیکھو کتنا پھیلا ہوا ہے کچن میں سمیٹ دیتا
"ہوں۔

وہ برتن اٹھا کر سنک میں ڈال رہا تھا ساتھ ساتھ نارمل ہو کر اس سے بات کر رہا تھا۔ عروسہ نے اسے غور سے دیکھا تھا پھر واپس سے بریانی کی جانب متوجہ ہو گئی۔ مراد کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی، عروسہ نے اس بار اسے جانے کا نہیں کہا تھا۔ وہ خوش ہوتا برتن دھونے لگا۔ عروسہ نے اس پر نظر ڈالی تو اسے مسکراتے دیکھ کر اسے ہادی کی لکھی چٹ یاد آئی۔

"امیدیں نہیں توڑنی چاہیئے، آنی کہتی تھی ان کی دوست بہت سمجھدار ہے، آج اس کی سمجھداری کا امتحان ہے۔"

وہ جان بوجھ کر چٹ پر لکھ کر گیا تھا۔ عروسہ نے سر جھٹکا تھا۔

"ہادی کہاں گیا ہے؟'

کڑاہی چولہے سے اتار کر رکھتے ہوئے اس نے مراد سے پوچھا تو برتن دھوتے مراد کے ہاتھ رکے۔

کہہ رہا تھا کام ہے اسے، میں نے پوچھا کیا کام ہے تو مجھے لمٹس میں"

"رہنے کا بول کر چلا گیا۔

مراد نے منہ بگاڑتے آدھی ادھوری بات اسے بتائی تو عروسہ نے سمجھتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا۔

"نوشی کیسی ہے؟"

عروسہ کے سوال پر مراد کو کھانسی کا دورہ پڑا تھا۔ عروسہ نے آگے بڑھ کر اس کی کمر پر دھموکا جڑا تو مراد سیدھا ہوا۔

"اتنے اچھے وقت پر اس چڑیل کو یاد کرنا ضروری ہے۔"

مراد نے چڑتے ہوئے کہا ساتھ ساتھ کمر بھی سہلائی تھی۔

اسی چڑیل کے ساتھ رات کے گیارہ بجے تک تمہارا وجود پایا جاتا"

"ہے۔

چاول ابلنے رکھتے ہوئے اس نے طنزیہ کہا تو مراد یک دم اس کی جانب مڑا۔

"میں کیوں اس چڑیل کے پاس جاؤں گا اتنی رات کو؟"

اس نے صدمے سے پوچھا تو عروسہ نے آئی برو اچکائی۔ چہرے کے تاثرات ایسے تھے مانوں پوچھ رہی ہو کہ اس جھوٹ کی وجہ۔

"میں سچ بول رہا ہوں عروسہ! ایک دو بار سانول کی موجودگی میں ہم لوگ آؤٹنگ کے لئے گئے تھے۔ لیکن میں کبھی اکیلا نہیں رہا اس کے ساتھ۔ ویسے بھی بہت پہلے میں نے اس سے جان چھڑالی تھی۔ عجیب پھپھے کٹنی عورت تھی۔"

مراد نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا جبکہ اس کے انداز اور جملے پر عروسہ بے ساختہ ہنسی تھی۔ اس کی ہنسی مراد کو مسکرانے پر مجبور کر گئی

تھی۔اس کی دوست اسے واپس مل رہی تھی۔وہ دل سے ہادی کا شکر گزار ہوا تھا۔

****

کیا سوچا تھا تو نے؟تو اسے سچ بتادے گی تو وہ میرا کچھ بگاڑ لے گی؟تو"

"نے کیا بگاڑ لیا میرا اب تک؟

اندھیری رات میں قبرستان کے سناٹے کو اس کی شخص کی غرور و تکبر بھری آواز نے توڑا تھا۔

"!مما"

بابر نے چلا کر ماں کو پکارا تھا کو مار کھا کھا کر اب نیم مردہ ہو چکی تھی۔

"ڈالو اسے گڑھے میں۔"

آخری ٹھوکر ماہ جبین کے وجود پر مار کر وہ پیچھے ہوا تھا۔بابر مسلسل خود کو چھڑوا رہا تھا۔

"جانتا ہے میں تجھے یہاں کیوں لایا ہوں؟"

اس کے آدمی اس کے حکم کی تعمیل شروع کر چکے تھے۔وہ الٹے قدم لیتا بابر کے پاس آیا تھا جس کو اس کے آدمیوں نے زبردستی پکڑا ہوا تھا۔

دنیا میں جانتا ہے سب زیادہ طاقتور کون ہوتا ہے؟(اس نے سوال کیا"

مگر بابر کی نظریں اپنے ماں پر تھیں جس کے وجود کو گڑھے میں ڈالا

"چکا تھا۔) کیا پوچھ رہا ہوں میں؟ کون ہوتا ہے طاقتور؟

اس کے جبڑے کو دبوچ کر اشفاق نے غصے سے پوچھا تھا۔

"!م۔۔۔مما"

بابر نے بے بسی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔اس کی حالت پر وہ ہنستا چلا گیا۔

اس کا مرنا ضروری ہے۔اسکا خوف ختم ہو گیا ہے اور مجھے بہادری"

"عورتیں زندہ اچھی نہیں لگتیں۔انہیں داستانوں کا حصہ رہنا چاہیئے۔

اشفاق نے مصنوعی افسوس سے کہا۔

"یہاں دیکھو میری طرف۔"

اس نے بابر کا چہرہ ایک بار پھر اپنی جانب کیا تھا۔

جب تک مٹی کا آخری ذرہ تیری ماں کے وجود کو ڈھانپ دے وہاں" سے نظر مت ہٹانا۔ دنیا میں رہنا ہے تو لوگوں میں پیدا کرنا ہو گا۔ تم میرے بیٹے ہو اور میرا بیٹا بھی میری طرح ہونا چاہیئے، ظالم ،سفاک۔ ان ہاتھوں نے اپنے بھائی کی جان لی ہے، تمہیں بھی ایسا بننا ہو گا۔"

اشفاق صاحب اس کو جھنجھوڑتے ہوئے بول رہے تھے اس وقت وہ کوئی ذہنی مریض لگ رہے تھے۔ وہ زبردستی اس کا چہرہ پکڑے اسے اپنی ماں کو زندہ دفن ہوتے دیکھا رہے تھے۔ وہ چلا نہ سکے اس کے لئے اس کا منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

"!!مما"

ہاتھ ہٹتے ہی وہ چلایا تھا۔

آنکھ کھلنے پر اس نے خود کو ماں کی قبر پر پایا تھا۔وہ ماں کی آغوش میں ہی نیند میں چلا گیا تھا۔آج پھر سے سب تازہ ہو گیا تھا۔وہ کھڑا ہوا تو چہرے سپاٹ تھا۔وہ قدم پیچھے لیتا قبر سے دور ہو رہا تھا۔

"!انجام ادھورا ہے مما"

اس نے خود کو یاد دلایا تھا۔پھر قبرستان سے نکلتا چلا گیا۔آدھے گھنٹے بعد وہ بالکل فریش سا ایک سنسان سڑک پر کار میں موجود تھا۔میسج ملتے ہی اس نے جواب بھیج کر کار کا دروازہ ان لاک کیا تھا۔کچھ دیر بعد دروازہ کھول کر ہادی اندر بیٹھا تھا۔

مجھے بنین نے بتایا تھا کہ تم صمد کے بھائی ہو۔اس کا کہنا تھا تم اشفاق"

"-----ملک کے خلاف ہماری مدد کر سکتے ہو

" بھلا ایک بیٹا باپ کے خلاف کیوں جائے گا؟"

بابر نے اس کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا تو ہادی جو سامنے دیکھ کر بات کر رہا تھا اس نے بابر کی جانب دیکھا جس کے چہرے پر مذاق کی کوئی رمق نہ تھی۔

" تو تم مجھ سے ملنے کو کیوں تیار ہوئے تھے؟"

ہادی نے ضبط کرتے پوچھا تو بابر نے کار اسٹارٹ کی۔

" تم حور کے بھائی ہو اور حور---(وہ ایک پل کو رکا تھا جبکہ اپنی بہن کے ذکر پر ہادی کے چہرے پر سختی آئی تھی۔) حور وعدہ ہے میری مما کا۔"

بابر کی بات پر ہادی کے تاثرات تبدیل ہوتے نا سمجھی میں ڈھلے تھے۔

"!ماہ جبین میری مما"

بابر کے انکشاف پر ہادی کے چہرے پر بے یقینی آئی تھی۔

"___لیکن وہ تو"

"مر چکی ہیں۔ "

بابر نے نارمل لہجے میں کہا جیسے کوئی عام بات ہو۔ہادی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو بابر مسکرایا۔

"حور کی شادی کر دو۔"

بابر کے جملے پر ہادی کے چہرے کے تاثرات پھر سے بدلے تھے۔

موقع ہے تمہارے پاس ہادی! اپنی بہن کو مجھ جیسے ظالم سے بچا"

لو۔میں ذات اس قابل نہیں رہی کہ وعدہ وفا کر سکے اور میرا دل دغا

"دے گیا تو تم حور کو چاہ کر مجھ سے الگ نہیں کر پاؤ گے۔

اس کے الفاظ جتنے سخت تھے انداز اتنا ہی نڈر اور بے باک تھا۔ہادی اس کے چہرے کو ہی دیکھ رہا تھا جو اس طرح بات کر رہا تھا گویا کوئی معمولی بات ہو۔

اپنی بہن کی حفاظت کے لئے میں زندہ ہوں بابر اشفاق ملک ! کار"

"روکو۔

ہادی نے سپاٹ انداز میں کہا تھا۔ بابر نے فوراہی اس کی بات پر عمل کیا تھا۔ کار رکتے ہی وہ باہر نکلا تھا۔

"امید ہے دوبارہ کبھی تم سے ملاقات نہیں ہو گی۔"

ہادی نے سنجیدگی سے کہہ کر قدم پیچھے لے لئے تھے۔ بابر مسکرایا تھا، طنزیہ مسکراہٹ۔

"آئیندہ اس غلیظ انسان کا نام مجھ سے مت جوڑنا۔ "

وہ وارن کرتا کار آگے بڑھا لے گیا تھا۔ ہادی وہیں کھڑا اس کی کار کو دور جاتا دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے اپنا فون نکال کر حوریہ کو کال ملائی تھی۔

****

تم نے کہا تھا اسے ہوش آگیا ہے تو ملنے کیوں نہیں دے رہے ہو اس"
"سے مجھے؟

وہ دو گھنٹے سے کمرے سے باہر تھیں، مدثر صاحب انہیں شان کے پاس جانے نہیں دے رہے تھے۔ان کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا تو غصے سے مدثر صاحب کے سامنے کھڑی ہو گئی تھیں۔

وہ ابھی ٹھیک نہیں ہے عطرت! دماغ کی چوٹ بہت گہری ہے۔اگر"
"اس نے سٹریس لیا تو اس کی حالت بگڑ جائے گی۔

مدثر صاحب نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

'ماں کو دیکھنے سے بھی اس کی طبیعت خراب ہو جائے گی؟"

انہوں نے بے یقینی سے پوچھا تو مدثر صاحب نے ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے ساتھ وہاں رکھی کرسی پر بیٹھایا۔

"وہ بنین کا پوچھے گا عطرت! تمہارے پاس جواب ہو گا اسے دینے کے لئے؟"

"---وہ ہادی کے ساتھ ہے مدثر! ہم بتائیں گے اسے کہ وہ ہادی کے ساتھ نہیں ہے، وہ صمد کے ساتھ تھی۔ صمد نے اس سے زبردستی نکاح کیا تھا، اب نا جانے اسے کہاں لے گیا ہے۔"

مدثر صاحب نے مزید ان سے چھپانا مناسب نہ سمجھا تھا۔ عطرت کے ہاتھ اس کے پہلو میں گرے تھے۔

"!!بنین"

انہوں نے اس کا نام لیا تھا۔ مدثر صاحب نے انہیں اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"!وہ مل جائے گی عطرت! خود کو سنبھالو پلیز"

وہ چاہ کر بھی سب ٹھیک نہیں کر پا رہے تھے۔ شان نے ہوش میں آتے ہی بنین کا پوچھا تھا وہ اسے بھی تسلی دے چکے تھے مگر کب تک وہ

جھوٹ کا سہارا لے سکتے تھے۔ان کا فون رنگ ہوا تو انہوں نے انجانے نمبر سے کال آتی دیکھ کر کال اٹھائی۔

کراچی آنے کی سوچیئے گا بھی نہیں مدثر صاحب! بیٹے کو ہوش آچکا ہے"

"تو اسے زندہ ہی رہنے دیں۔

وہ آواز پہچان چکے تھے۔انہوں نے آہستگی سے عطرت کو خود سے الگ کیا تھا۔پھر اٹھ کر ایک جانب آئے۔

"بنین کہاں ہے؟"

انہوں نے سختی سے پوچھا۔

وہ جہاں بھی ہے محفوظ ہے۔ مگر کب تک رہے گی یہ آپ پر ڈپینڈ کرتا"
ہے۔ جتنا اس سے دور رہیں گے اور اپنے بیٹے کو رکھیں اتنا ہی اس کے
"لئے اور آپ سب کے لئے بہتر ہو گا۔

فون کٹ ہو گیا تھا۔ مدثر صاحب نے غصے سے دیوار پر مکا مارا تھا۔

دوسری جانب فون کان سے ہٹا کر صمد نے شیشے سے پار نظر آتے ملک تراب علی کو دیکھا تھا۔جو اسے دیکھ کر مسکرائے تھے۔صمد نے بھی مسکرا کر ان کی جانب قدم بڑھا دیئے تھے۔

****

وہ لمظ کو لے کر باسط کے فلیٹ پر آیا تھا۔لمظ کے چہرے سے مسکراہٹ جدا نہیں ہو رہی تھی جبکہ وہ چاہ کر بھی مسکرا نہیں پا رہا تھا۔جو ہو چکا تھا وہ سب اس کے لئے ایک جھٹکا تھا جس نے اس کی زندگی کو پلٹ کر رکھ دیا تھا۔اپنی غلطی کا احساس ہو کر وہ پلٹ تو پہلے ہی گیا تھا مگر پھر بھی دیر ہو گئی تھی اس کے پلٹنے میں وہ محبت کا اعتبار کھو بیٹھا تھا، لیکن مطمئن ضرور تھا کہ محبت کھو جانا اس سے کہیں زیادہ تکلیف دہ تھا۔

"یہاں کیوں کھڑے ہو اندر چلو۔"

باسط کی آواز پر اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔وہ ہلکا سا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔پہلی بار اس نے نوٹ کیا تھا باسط کا انداز ہمیشہ اس سے ایسا ہی ہوتا تھا۔ذہن میں لمظ کی بات گونجی تو اس نے غور سے باسط کا چہرہ دیکھا۔

"مجھ سے کچھ چھپایا ہے تم نے باسط؟"

وہ پہلی بار اسے خود سے مخاطب کر رہا تھا باسط کو اچنبا ہوا تھا پھر اس کے سوال پر اسکو حیرت ہوئی۔خود کو سنبھالتے اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"لمظ کو دیکھ رہے ہو شارق!(اس نے بات بدلنے کی خاطر اس کا دھیان لمظ کی جانب کیا)چہرے کی مسکراہٹ سچی ہو یا جھوٹی چند سکینڈ میں معلوم ہو جاتا ہے۔میں نے اپنی بہن تمہیں دی ہے تم پر بھروسہ کر کر ،میں یہی چاہوں گا کہ پچھلی زنجشیں بھلا کر تم اس نئے رشتے کو سمجھو۔اسے دوبارہ اپنی نادانی کی نظر مت کرنا۔"

وہ اسے سمجھا رہا تھا، شارق اس کا چہرہ دیکھ رہا تھا، پہلی بار تھا جوان کی لمبی بات چیت ہو رہی تھی یا وہ باسط کی بات سن رہا تھا۔

"!میرے لئے یہ رشتہ بہت معنی رکھتا ہے باسط"

شارق کے جواب پر باسط نے مسکرا کر اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔

"مجھے یقین ہے تم پر۔"

ایک بھائی بن کر جس طرح کا بھروسہ باسط نے اس وقت شارق پر دیکھایا تھا شارق کے لئے سوچ کے نئے در کھول گیا تھا۔دل کی کدروت گرد بن کر چھٹنے لگی تھی۔

اس یقین کی وجہ جان سکتا ہوں؟ کیونکہ مجھے نہیں یاد ہمارا رشتہ ایسا" ہے جس میں ایک دوسرے پر یقین اور اعتماد جیسے جذبات شامل "ہوں۔

وہ اس کے ساتھ چلتا ہوا بولا تو باسط نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔

میری خالہ کی تربیت پر مجھے بھروسہ ہے شارق، دوسرا لمظ کا فیصلہ ! یہ "
دولوگ جو تمہاری زندگی سے جڑے ہیں یہی میرے زندگی کا اہم حصہ
بھی ہیں۔ اگر انہیں تم پر بھروسہ ہے تو باسط انصاری تمہارے ساتھ
" کھڑا ہے۔

باسط کہہ کر اس کا کندھا تھپک کر جمال صاحب کی جانب بڑھ گیا تھا جو
فون پکڑے کھڑے کسی سے بات کر رہے تھے ساتھ ساتھ اسے
اشارے سے بلایا بھی تھا۔ شارق وہیں کھڑا تھا۔ فلیٹ چھوٹا تھا مگر وہاں
سب کی موجودگی اس وقت اس بات کا ثبوت تھی کہ باسط کی زندگی میں
رشتے کتنی اہمیت رکھتے تھے۔ کچھ دیر بعد اسے بھی وہیں بلا لیا گیا تھا۔ وہ
دل سے اس بار ان کے ساتھ شامل ہوا تھا۔ باسط کے کمرے کی سجاوٹ
کرنے والوں کے ساتھ شارق بھی شامل ہو گیا تھا۔ اسٹور کے طور پر
استعمال ہونے والا کمرہ اس وقت خواتین کا ڈھیرہ تھا۔ پھولوں کا ٹوکرا

پکڑے شارق مصروف انداز میں کمرے سے نکلا تو کمرے میں جانے کے ارادے سے تیز تیز چلتی لمظ اس سے ٹکرائی تھی۔ تصادم اتنا اچانک ہوا تھا شارق پیچھے ہوتا دیوار سے ٹکرایا تھا۔ لمظ نے بوکھلاتے ہوئے ٹوکرا سنبھالا تھا۔

"تم ٹھیک ہو؟"

سیدھا ہوتے اس نے لمظ سے پوچھا تو لمظ نے ہاں میں سر ہلایا۔ پھر ٹوکرا اس کے ہاتھ پر رکھتی سنجیدگی سے کمرے کے اندر چلی گئی تھی۔ اس کے جاتے ہی شارق نے ایک ہاتھ سے کمر مسلی تھی۔

رخصتی کے فنکشن سادہ سا تھا اس لئے ابیہا کے پارلر سے آتے ہی لمظ کے اسرار پر چند رسمیں کی گئی تھیں۔

"باسط بھائی! اس سے امید مت رکھیں آپ ہی کھلا دیں اس کو۔"

کھیر کا باؤل درمیان میں موجود تھا جس پر خاص سجاوٹ لمظ نے کی تھی۔ باسط نے ابیہا کو کھیر کھلادی تھی مگر ابیہا تو نظر تک نہیں اٹھا رہی تھی۔ باسط نے مسکرا کر ابیہا کو دوبارہ کھلادی تھی جس نے بنا اعتراض کئے پھر سے کھیر کھالی تھی مگر لمظ کے ماتھا پیٹنے پر اس نے باسط کی شرٹ کے کف کو پکڑا تھا۔

"! مت تنگ کرو لمظ"

مصنوعی ڈانٹ پلاتا باسط جہاں ابیہا کے چہرے پر مسکراہٹ لایا وہیں لمظ کا باؤل لے کر خود کھیر کھانا شارق کو مسکرانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"سنبھالیں اپنی پھیکی سی دلہن! جب سالوں بعد یاد کرو گی ناں میری شادی میں کون کون سی رسم ہوئی تھی یہی یاد کرنا۔"

اس نے باسط کو شکایت لگانے کی طرف اشارہ کیا تھا۔ شارق کا پورا دھیان ہی اس پر تھا۔ کبھی خواہش تھی کہ وہ اسے بولتا ہوا سننے کی۔ ایک

بار پھر جیسے اپنی کوتاہی اور غلطی نے اسے شرمندہ کر دیا تھا۔اس سے پہلے وہ اٹھ کر جاتا لمظ نے کھیر کا باؤل اس کے سامنے کیا۔اس نے نا سمجھی سے لمظ کی جانب دیکھا پھر یک دم مسکرا کر اس نے کھیر کا چمچ لمظ کی جانب بڑھایا۔

"دیواروں سے ٹکرانے والوں کو انر جی چاہیئے، میں فل چارج ہوں۔"

چمچ پیچھے کرتی وہ اس پر طنز کرتی اٹھ کر شاہینہ بیگم پاس چلی گئی تھی۔شارق ہونکوں کی طرح اسے دیکھ رہا تھا جو اسے کمزور ہونے کا طعنہ مار گئی تھی۔

****

"بابر کو جانتی ہو؟"

ہادی کا سوال سوال نہیں تھا۔اس نے کبھی نہیں سوچا تھا جب اس سے یہ سوال پوچھا جائے گا تو وہ کیا کہے گی۔رونے کے علاوہ اسے کوئی جواب نہ

سوجھا تھا۔فون کے دوسری جانب موجود ہادی نے ضبط نے آنکھیں بند کی تھیں۔جواب اسے مل گیا تھا لیکن وہ اپنی بہن کے لئے کچھ نہیں کر سکتا تھا۔

عظمت انکل نے مجھ سے بات کی تھی وہ زمان اور تمہاری شادی کرنا"

"چاہتے ہیں، میں انہیں ہاں کر رہا ہوں۔

اس نے لہجے کو نارمل رکھتے اس کے سر پر بم پھوڑا تھا۔

"!!بھ---ائی"

حوریہ کو اپنی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔گلے میں کانٹے چبھنے لگے تھے۔سانس لینا مشکل ہوا تھا۔

تمہارا بھائی تمہارا برا کبھی نہیں چاہے گا حوریہ !اپنے بھائی کا مان مت"

"توڑنا۔کل میں تمہیں لینے آرہا ہوں۔

ہادی نے کہہ کر فون کٹ کر دیا تھا۔لاڈلی بہن کے آنسو وہ برداشت نہیں کر سکتا تھا اور جو وہ چاہتی تھی وہ اس کا نصیب نہیں بن سکتا تھا۔اس نے بے بسی سے اپنے بال نوچے تھے۔

دوسری جانب حوریہ نے روتے ہوئے بابر کو کال ملائی تھی۔کال پک اپ ہوتے ہی اسے بابر کی سنجیدہ آواز سنائی دی تھی۔

"بھائی! میری شادی کر رہے ہیں۔"

وہ روتے روتے بولی تھی۔

"تو--؟"

بابر کے سوال نے جیسے اس کی ساری امیدیں ہی ختم کر دی تھیں۔

"-کچھ نہیں"

دل پر جبر کرتی وہ بولی تو اس بار لہجہ ہارا ہوا تھا۔بابر نے آنکھیں موندیں تھیں۔

کون ہو تم لوگ؟"

حوریہ کی ڈری سہمی آواز پر بابر نے فوراً آنکھیں کھولی تھیں۔

"حور کون ہے وہاں؟"

وہ سخت بے چین ہوا تھا۔

"!!انکل! آنٹی"

حوریہ کا چلانا، بابر کے حواس سلب کر رہا تھا۔ وہ جو پہلے ہی ڈرائیور نگ سیٹ سنبھالے بیٹھا تھا۔ تیزی سے کار ڈرائیور کرنے لگا۔

"حور! میری بات کا جواب دو۔ کون ہے وہاں؟"

وہ مسلسل چلا کر پوچھ رہا تھا جب فون کٹ ہوا تھا۔ حوریہ کے دلخراش چیخ نے بابر کو ساکت کر دیا تھا۔

"!!!حور"

سامنے سے آتے ٹرک کو دیکھ کر اس نے فوراً کار کو سنبھالا تھا۔دل میں
حوریہ کو کھو دینے کا خوف اتنا بڑھا تھا کہ وہ فوراً اس کے پاس جانے کے
لئے ائیر پورٹ کا رخ کر گیا تھا۔

میں جو مہکا تو میری شاخ جلا دی اس نے
سبز موسم میں مجھے زرد ہوا دی اس نے
پہلے ایک لمحے کی زنجیر میں باندھا مجھ کو
اور پھر وقت کی رفتار بڑھا دی اس نے
میری ناکام محبت مجھے واپس کر دی
یوں میرے ہاتھ، میری لاش تھما دی اس نے
وہ جانتا تھا مجھے موت سکون بخشے گی
وہ ستمگر تھا سو جینے کی دعا دی اس نے
اس کے ہونے سے تھی سانسیں میری دگنی محسن

وہ جو بچھڑا تو میری عمر گھٹا دی اس نے۔

****

پورا دن گزر گیا تھا بنین کو صمد کا انتظار کرتے کرتے مگر وہ نہیں آیا تھا۔رات کی بڑھتی تاریکی میں وہ کمرے میں بیٹھی تھی۔اماں کچھ دیر پہلے ہی اٹھ کر کمرے سے نکلی تھیں۔وہ اپنی سوچوں کے گرداب میں پھنسی تھی۔ایک جانب صمد کی فکر تھی تو دوسری جانب اپنے گھر والوں کی حفاظت کی دعا۔باہر کھٹکے کی آواز پر وہ چارپائی پر سے اتری تھی۔وہ دروازے تک آئی تھی جب ہی اس کے کانوں میں کچھ لوگوں کی آوازیں پڑیں۔

چھوٹے مالک نے کہا تھا وہ یہیں ہیں۔تو اس بڑھیا کو ٹھکانے لگا، میں "

"لڑکی کو لاتا ہوں۔

اس آدمی کی بات پر بنین کے چہرے کا رنگ بدلا تھا۔

"!اماں"

بے ساختہ ہی اسے ان کی فکر ہوئی تھی۔وہ یوار سے لگ کر کھڑی ہو گئی تھی۔آس پاس مدد طلب چیز ڈھونڈنے لگی مگر کچھ نہ ملا تو اس نے بے بسی سے اللہ کا پکارا تھا۔دھڑام سے دروازہ کھلا تو تین لوگ اندر داخل ہوئے۔بنین کے چہرے پر خوف آیا تھا ان کے خون سے رنگے ہاتھ دیکھ کر۔

"پکڑو اسے۔"

ہلچل محسوس کرتا ایک آدمی پیچھے مڑا تھا۔بنین کو دیکھ کر اس نے باقی دونوں کو آرڈر دیا تھا۔

"چھوڑو مجھے۔"

بنین خود کو چھڑانے کی کوشش کر رہی تھی جب وہ لوگ اسے زبردستی لا کر صحن میں پھینک چکے تھے۔اماں کی لاش کو دیکھ کر بنین کی آنکھیں تحیر سے پھیلی تھیں۔

"!مار ڈالا۔اماں اٹھیں"

بنین نے انہیں ہلا کر اٹھانا چاہا، وہ لوگ اس کی بے بسی پر ہنسے تھے۔

"لے کر چلو اسے، یاد رہے کوئی کھروچ نہ اسے۔صمد سر نے کہا تھا اس کی موت قدرتی لگنی چاہیئے۔یہ بڑھیا اسے زہر کھلا کر ہمارا آدھا کام تو کر چکی ہے بس صبح تک اسے بندر کھنا ہے۔"

ان لوگوں کی باتیں ہتھوڑے کی طرح اس کے دماغ میں برس رہی تھیں۔بھروسہ پل بھر میں ٹوٹا تھا۔وہ لوگ زبردستی اسے اپنے ساتھ لے آئے تھے۔بنین نے کوئی مزاحمت نہ کی تھی۔اس میں طاقت ہی نہ بچی تھی یہ سننے کے بعد کہ وہ لوگ اس کے مما پاپا کو بھی مار چکے تھے۔

****

بابر فلائٹ لیتا جتنا جلدی ہو سکے وہاں پہنچا تھا۔ گن لوڈ کرتا وہ گھر میں داخل ہوا تھا جہاں کا نقشہ بگڑا ہوا تھا۔

"!!حور"

اس نے چلا کر اس کا نام پکارا تھا۔ مزید دو تین بار اس نے حور کا نام لیا تھا۔ اس کے لہجے کا خوف اور ڈر اسے کئی سال پہلے کا بابر بنا رہا تھا۔ تبھی صوفے کے پیچھے سے سرک کر حور اس کے سامنے آئی تھی۔ ماتھے اور ہونٹ کے کنارے سے نکلتا خون دیکھ رک وہ اس کی جانب بھاگا تھا۔

"!حور! دیکھو میں آگیا ہوں کچھ نہیں ہو گا"

اس نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھاما تھا۔ حوریہ نے اس کے ہاتھوں پر ہاتھ رکھے تھے۔ خون سے بھرے ہاتھ دیکھ کر بابر کا دل سہا

تھا۔حوریہ کا پھوٹ پھوٹ کر رونا اسے کچھ غلط ہونے کا اندشہ ہو رہا تھا۔

"وہ----مر—گیا۔"

وہ اٹک اٹک کر بولی تھی۔بابر نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔

"!کون آیا تھا یہاں حور "

وہ سخت لہجے میں پوچھ تھا۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا ان لوگوں کو ختم کر دے جنہوں نے حوریہ کو ہاتھ لگایا تھا۔

وہ-انکل—آنٹی کو—"جملہ ادھورا چھوڑتی وہ بے ہوش کر اس کی" باہوں میں جھول گئی تھی۔قدموں کی چاپ پر بابر نے اسے خود میں چھپایا تھا۔

معاف کر دیں سر! وہ لوگ آپ کے دادا نے بھیجے تھے، آپ کا نام"
لے کر آئے تھے اس لئے ہم سمجھ نہیں سکے ان کی نیت۔ مگر وہ لوگ
"ہماری قید میں ہیں۔

وہ اسکا اپنا گارڈ تھا جو اس نے حوریہ کی حفاظت کے لئے پوری ٹیم کے
ہمراہ وہاں بھیجا تھا۔ ملک تراب علی کے نام پر اس کے چہرے پر نفرت
آئی تھی۔

"باقی لوگ کہاں ہیں؟"

اس نے پوچھا تو اس بار لہجہ اتنا سخت تھا گویا ملک تراب علی کو بنا مہلت
دیئے ختم کر دے گا۔

وہ لوگ گھر پر نہیں تھے۔ کچھ دیر تک آ جائیں گے۔ یہاں جو ہوا وہ کچھ "
"!! نہیں جانتے۔ اور سر

وہ جھجک کر رکا تھا۔

"اور کیا؟"

اس نے حوریہ کے بالوں میں ہاتھ چلاتے پوچھا۔

"—— میم نے ان میں سے ایک کو مار دیا"

اپنے آدمی کے بتانے پر وہ مسکرایا تھا۔

"کار نکالو۔"

واپس سنجیدہ ہوتا وہ حوریہ کو گود میں اٹھائے باہر کی جانب بڑھا تھا۔

میں نے کہا تھا میرا دل دغا دے گیا تو تم حور کو مجھ سے الگ نہیں کر پاؤ"

"گے۔

وہ ہادی سے مخاطب تھا جب کہ نظریں حوریہ کے چہرے پر تھیں۔ وہ جانتا تھا کسی کی جان لینا کتنا اذیت ناک ہوتا ہے۔ حوریہ کی ذہنی کیفیت وہ سمجھ رہا تھا۔ لیکن فلحال اسے دوسرے کام پر دھیان دینا تھا۔

****

صمد صبح کا اجالا پھیلتے ہی وہاں پہنچا تھا مگر گھر کے کھلے دروازے اور لوگوں کی بھیڑ دیکھ کر اسے فکر ہوئی تھی۔وہ تیزی سے لوگوں کے بیچ سے گزرتا اندر داخل ہوا تھا۔صحن کے بیچ چارپائی پر چادر ڈالے وجود کو دیکھ کر وہ تھما تھا۔

"کچھ لوگ رات کو گھر میں گھس کر مار کر چلے گئے۔"

ایک آدمی کی آواز پر اس نے لڑکھڑاتے قدم چارپائی کی جانب بڑھائے تھے۔اماں کے پر سکون چہرے کو دیکھ کر وہ فورا کمرے کی جانب بھاگا تھا۔بنین کا وہاں نا ہونا اس کے حواس معطل کر رہا تھا۔اس نے چہرے پر ہاتھ پھیر کر خود کو نارمل کرنا چاہا۔اسے بنین کو ڈھونڈنا تھا مگر وہ اماں کو یوں چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتا تھا،اس نے کچھ نوٹ نکال کر وہاں کھڑے ایک آدمی کو دیئے تھے۔اسے کفن دفن کا کہہ کر وہ باہر بھاگا تھا۔

" آپ نے اچھا نہیں کیا بابا! کیوں اتنی نفرت ہے آپ کو؟ کیوں؟"

وہ اسٹرینگ پر ہاتھ مارتا ملک تراب سے سوال کر رہا تھا۔ ملک تراب علی کے خلاف کوئی ثبوت نہیں تھا یہ وجہ تھی وہ اپنے باپ کو ڈھونڈ رہا تھا تاکہ ان کے ذریعے وہ اپنے چچا کو انصاف دلا سکے۔ مگر اس کا ہر پلین بگڑ چکا تھا۔ اس نے بابر کو فون کیا تھا۔ جو اٹھایا نہیں گیا تھا۔ تھک کر اس نے ہادی کو فون ملایا تھا۔

*

/

*

وہ اسے واپس لے کر جا رہا تھا۔ لمظ نے بھی رکنے کی ضد نہیں کی تھی ۔ابیہا کو باسط میں کمرے میں چھوڑ کر وہ سب سے مل کر شارق

کے ساتھ بائیک پر بیٹھ گئی تھی۔شارق نے اسے بنا سہارا لئے بیٹھا محسوس کیا تو اسے مخاطب کیا مگر یہاں وہ بھی غلطی کر گیا تھا۔

"!کندھے پر ہاتھ رکھ لو بیا"

وہ تو بائیک اسٹارٹ کر چکا تھا مگر بیا نام لے کر وہ لمظ کا موڈ پھر سے خراب کر چکا تھا۔اسے اسٹینڈ پر گرفت بنالی تھی مگر شارق سے فاصلے پر ہی بیٹھی تھی۔

"تم نے ولیمے کے لئے منع کیوں کیا؟"

اسے لمظ کا رسموں میں انٹرسٹ لینا یاد آیا تو اس نے پوچھا۔لمظ نے اس کے نارمل لہجے کو نوٹ کیا تو پہلو بدلا۔

ولیمے کے فنکشن میں طلاق دینا چاہتے ہو؟پہلے بتا دیتے میں آج ہی" رکھوا لیتی۔"

لمظ نے طنزیہ کہا تو شارق پل میں سنجیدہ ہوا تھا۔

میں نے تمہیں بتایا ہے بیا! میں تمہیں چھوڑنے کا ارادہ ترک کر چکا"
"تھا۔پورے دل سے میں نے تمہیں اپنایا ہے۔

وہ بائیک کی سپیڈ آہستہ کرتا بولا لہجہ ایسا تھا کہ گویا کسی طرح لمظ کو یقین آجائے۔

میرے پیپرز ہیں نیکسٹ ویک۔میں امی ابو کے ساتھ واپس جا رہی"
"ہوں کل۔

لمظ نے اس کے لہجے کو اگنور کرتے اس کے سر پر بم پھوڑا تھا۔

"کب تک ہوں گے پیپرز؟"

شارق خود کو سنبھالتا گویا ہوا تو اس کے پست لہجے پر لمظ نے طنزیہ سر جھٹکا۔

تم اتنا کنسرن مت شو کرو شارق حیدر! ہمارے رشتے کی کل آخری"
ڈیٹ ہے۔میرے جانے کے بعد تم آزاد ہو۔جس طرح چاہے بدلا لینا

۔آرام سے پیپرز بھجوادینا یا پھر عدالت میں رسوا کر کر طلاق دینا چاہو تو وہ کر لینا۔تم نے بیا سے محبت کا دم بھرا تھا اسی بات کے صدقے تمہیں "اس فعل کی اجازت دیتی ہوں۔افف تک نہیں کروں گی۔

لمظ کے لفظ چابک کی طرح اس کے وجود کو زخمی کر رہے تھے۔

"!بیا"

اس نے اسکا نام لیا تو اس کا ٹوٹا لہجہ لمظ کو بھی محسوس ہوا تھا مگر اس نے فور اہی اپنا دھیان آس پاس چلتے مناظر میں لگا لیا تھا۔شارق خود کو انتہائی بے بس محسوس کر رہا تھا۔

اب جواد اس طبیعت ہے رونا کیسا
پہلے بھی میری کوئی شام سہانی کب تھی
ہم نے جینے کی تمنا ہی چھوڑ دی ورنہ
زندگی ہم سے اے دوست بے گانی کب تھی

اب تیرے ہجر کو تہہِ دل تسلیم کروں
پہلے بھی قرب میں تیرے آسانی کب تھی

****

لمظ اور شارق کے جانے کے بعد باسط نے باقی سب گھر والوں کو دیکھا تھا جو تھک کر آرام کی غرض سے بستر سنبھال چکے تھے۔ باسط نے جیسے ہی اپنے کمرے کی جانب قدم بڑھائے تھے، وہ کنفیوز ہوتا رکا تھا۔ اس نے باقی گھر والوں پر نظر ڈالی جو منہ تک چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے۔ وہ گہری سانس خارج کرتا کچن کا رخ کر گیا۔ چائے بنا کر وہ کچن سے باہر آیا ایک نظر پھر سب ڈالی تھی پھر مطمئن ہوتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ کمرے کا دروازہ بند ہوتے ہی عظمت صاحب اور جمال صاحب قہقہہ لگا کر ہنسے تھے۔

"بس کر دیں آپ دونوں۔ سو جائیں صبح ہمیں واپس بھی جانا ہے۔"

جازبہ بیگم کے ڈپٹنے پر عظمت صاحب نے جمال صاحب کو چپ ہونے کا اشارہ کیا تھا پھر کروٹ کے بل لیٹ گئے۔البتہ باسط کی کنفیوزن یاد کر کر ہنسی وہ اب بھی دبا رہے تھے۔

باسط چائے کا کپ لے کر کمرے میں آیا تو بیڈ کے بیچ و بیچ ابیہا آلتی پالتی مارے اپنا سر پکڑے بیٹھی تھی۔

"یہ لو چائے پی لو۔"

اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے اس نے ابیہا کو مخاطب کیا تو چائے کے نام پر ابیہا نے فوراً سر اٹھایا۔اس کے ہاتھ سے چائے لے کر ابیہا نے پہلا گھونٹ بھرتے خود میں سکون اترتے محسوس کیا تھا۔شہادت کی انگلی کو انگوٹھے سے ملا کر اس نے باسط کی بنائی چائے تعریف کی تو باسط اس کی حرکت پر مسکرایا۔اس نے سر کو خم دے کر تعریف کو قبول کیا تھا۔جتنے دیر تک وہ چائے پیتی رہی تھی باسط پورے حق سے اسے

نہارنے میں مصروف تھا۔چائے ختم کر کرابیہانے ایک لمبی سانس لی پھر ہنس تھیں۔اس کی ہنسی سے باسط کو مسرت اور سکون اپنے اندر اترتا محسوس ہوا تھا۔

"اب تو درد نہیں ہے سر میں؟"

چائے کا کپ اس سے لے کر رکھتے ہوئے باسط نے پوچھا تو ابیہانے زبان دانتوں تلے دبائے نفی میں سر ہلایا تھا۔باسط نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے تھے۔

"آج تم میری بن کر میرے سامنے بیٹھی ہو ابیہا! کیا تمہیں میری محبت قبول ہے؟ میں باسط انصاری آج پورے حق سے اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر تمہیں اپنی زندگی کا حاصل مانتا ہوں۔میں تمہارے ساتھ مل کر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہتا ہوں کیونکہ اللہ نے مجھے اس سے نوازہ ہے جس پر میری پہلی نظر ہی اسے مجھ سے جوڑ گئی تھی۔جانتی ہو

تمہاری آواز سننے کی خواہش کبھی اس دل میں نہیں جاگی کیونکہ یہ دل تم سے دل کے ذریعے ہی ہم کلام ہونا چاہتا ہے۔ابیہا باسط کی زندگی کا نور ہے" ایسا نور جسے اللہ نے میرے دل میں ڈالا۔

وہ مزید بولتا مگر ابیہا کی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھ کر اس نے اس نے بے ساختہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھاما تھا۔

"ارے! ارے رو کیوں رہی ہو؟"

نرمی سے اس کے آنسو صاف کرتا وہ محبت سے لبریز لہجے میں بولا تو ابیہا اس کے ہاتھ ہٹاتی آگے بڑھ کر اسکے سینے پر سر ٹکا گئی۔

"!میری شرٹ خراب ہو جائے گی ابیہا"

اس زور و شور سے روتے دیکھ کر باسط نے بے بسی سے کہا تو ابیہا نے مکا کر بنا کر اسے سینے پر مارا تھا۔وہ مصنوعی درد سے کراہا تو اس کے کراہنے پر ابیہا نے ایک مکا اور اسے مارا تھا۔

میں اب بھی وہی باسط ہوں مسز! جس سے ڈر کر تم کانپنے لگ جاتی"
" تھی۔

باسط نے اس کے تشدد کو بڑھتے دیکھ کر اس کے گرد گھیرا بناتے اسے چھیڑا تو ابیہا نے اچھی طرح اس کی شرٹ پر اپنا چہرہ رگڑ ڈالا تھا۔

"!!!!ابیہاااا"

اپنی شرٹ پر میک اپ کے نشان دیکھ کر وہ چڑتے ہوئے بولا تو ابیہا ہنسنے لگی۔اس کے ہنسنے پر وہ بھی مسکرا دیا تھا۔

تم حقیقت نہیں ہو حسرت ہو

جو ملے خواب میں وہ دولت ہو

میں تمہارے ہی دم سے زندہ ہوں

مر ہی جاؤں جو تم سے فرصت ہو

کس لئے دیکھتی ہو آئینہ

تم تو خود سے بھی خوبصورت ہو

داستان ختم ہونے والی ہے

تم میری آخری محبت ہو

****

رات سے صبح ہو گئی تھی، ہادی اور صمد کو بنین کو ڈھونڈتے ہوئے مگر وہ اسے ڈھونڈ نہیں پائے تھے۔

"تم اپنے دادا سے پوچھو جا کر صمد! ہم مزید وقت برباد نہیں کر سکتے۔"

ہادی کی بات پر صمد نے مکا بنا کر اسٹیرنگ پر مارا تھا۔

غصہ حل نہیں ہے صمد! ہم جتنی دیر کریں گے اتنا ہی بنین کو خطرہ"

"ہو گا۔

ہادی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔ہادی کا فون بجا تو اس نے اپنے انکل کا نمبر دیکھ کر کال اٹھائی۔

"!السلام علیکم انکل"

اس نے خود کو نارمل رکھتے ہوئے کہا مگر اگلی جانب سے ہونے والے سوال پر وہ سیٹ چھوڑ کر آگے ہوا تھا۔

انکل! یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟ میں تو کراچی میں ہوں، انفیکٹ میں "آج آنے والا تھا حوریہ کو لینے۔"

وہ پریشانی سے بولا تو صمد نے بھی اس کی جانب دیکھا۔

میں کیسے اسے چپ چاپ لے کر جا سکتا ہوں انکل! آپ گارڈ سے " پوچھیں، میں نکل رہا ہوں یہاں سے۔"

وہ عجلت میں فون بند کرتا کار سے نکلنے لگا تو صمد نے اسے روکا۔

"کوئی پریشانی ہے؟"

اس کے اڑے رنگ دیکھ کر صمد نے پوچھا۔

کوئی میری بہن کو ساتھ لے گیا ہے اور گارڈ کہہ رہے ہیں وہ میرے "
ساتھ گئی ہے۔مجھے اپنے بہن کو ڈھونڈنا ہو گا۔تم پلیز اپنے دادا سے بات
"کرو جا کر، مجھے یقین ہے بنین انہی کے پاس ہے۔
ہادی بری طرح گھبرایا ہوا تھا۔ایک جانب بنین کی گمشدگی تھی دوسری
جانب حوریہ کا غائب ہو جانا وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا کیا کرے۔صمد کے فون
پر میسج آیا تو اس نے میسج چیک کیا۔
"بنین حویلی میں ہے۔"
کار سے باہر نکلتا ہادی یک دم مڑا تھا۔صمد نے اس کے سامنے اپنے
موبائل کی سکرین کی جس پر بستر پر لیٹی بنین کی تصویر شو ہو رہی تھی
نیچے میسج لکھا ہوا تھا۔ہادی کی نظر میسج بھیجنے والے کے نام پر پڑی تو اس
کے دماغ میں کلک ہوا۔
"بابر!---بابر جانتا ہے حوریہ کہاں ہے۔"

اس نے خود کلامی کی اور بابر کو فون ملایا جو پہلی بیل پر اٹھالیا گیا تھا۔

تم نے یقیناً اپنی دوسری بہن کی خیریت جاننے کے لیے فون کیا۔ حور" میرے پاس ہے کیونکہ تم نے غیروں پر بھروسہ کر کر اس کو ایسی چوٹ پہنچائی ہے جس سے میں اسے بچانا چاہتا تھا۔ ہاسپٹل کا نام بھیج رہا ہوں ،اسے دیکھنے آجانا، یاد رہے صرف دیکھنے۔"

کرخت لہجے میں بولتا وہ فون کٹ کر گیا تھا، ہادی نے ضبط سے مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"تم دونوں بھائیوں کی زندگی میں سکون نہیں ہے۔"

وہ صمد پر چلایا تھا۔ صمد کے لئے اس کا انداز نیا تھا۔ پچھلی دونوں ملاقاتوں میں اس نے اسے تحمل مزاج پایا تھا۔

"نکلو تم باہر! اپنی فرسٹریشن جا کر اسی پر نکالو جو اس کی وجہ ہے۔"

صمد نے بنا لگی لپٹے کہا تو ہادی کار سے باہر نکلا البتہ دروازے بند کرتے ہوئے اپنا غصہ نکال گیا تھا۔ صمد اسے وہیں چھوڑ کر کار آگے بڑھا لے گیا تھا۔

آدھے گھنٹے بعد وہ حویلی پہنچا تھا۔ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتا وہ اپنے کمرے میں آیا تھا۔ دروازہ کھول کر وہ اندر داخل ہوا تو اپنے بیڈ پر سوئی بنین کو دیکھ کر اس نے تشکر بھری سانس لی تھی۔ وہ آہستگی سے اس کیجانب بڑھا تھا۔ اس کے پاس جگہ بنا کر بیٹھ کر اس نے ہاتھ اس کے چہرے کی جانب بڑھایا تھا۔ اس کے گال سے انگلیاں ٹچ ہوتے ہی صمد کو اپنے دل کی گہرائیوں میں سکون اترتا محسوس ہوا تھا۔ تبھی قدموں کی چاپ پر وہ کھڑا ہوتا مڑا تھا۔ اندر آنے والی شخصیت کو وہ پہچان چکا تھا۔

"آپ اسے یہاں لائے ہیں بابا؟"

اس نے سنجیدگی سے پوچھا جبکہ اس کے بدلے انداز پر ملک تراب علی نے دل ہی دل میں اپنی اولاد کو کوسا تھا۔

" ! یہ اس کا اصل گھر ہے اسے یہیں آنا تھا صمد "

انہوں نے جتاتے لہجے میں کہا۔

"وہ آپ پر بھروسہ نہیں کرتی۔"

صمد نے دو قدم آگے بڑھاتے ہوئے کہا۔

"بھروسہ بھی ہو جائے گا جب وہ بھی سچ جانے گی۔"

انہوں نے کہہ کر اپنا موبائل اس کیجانب بڑھایا۔اس نے ایک ویڈیو رکی ہوئی تھی۔ صمد نے جیسے ہی وہ ویڈیو آن کی اس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔آنکھوں میں غصہ وحشت، ناراضگی، نفرت غرض ہر شدت بھرا جذبہ ابھرا تھا۔ملک تراب روتے ہوئے اسکے گلے لگے تھے۔ صمد مٹھیاں بھینچے کھڑا تھا۔

****

"کیاہواہے حوریہ کو؟اور تم اسے یہاں کیوں لائے؟"

ہاسپٹل پہنچ کر مطلوبہ کمرے میں جاکر وہ صوفے پر بیٹھے بابر سے بازپرس کررہاتھا۔ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا بابر اسکے غصے سے بولنے پر اپناکان کھجاتا کھڑاہوا پھر یک دم اسے سنبھلنے کا موقع دیئے بنا ایک مکا اسکے چہرے پر جڑ چکا تھا۔ہادی نے سیدھے ہوتے اس کا گریبان پکڑا تھا۔بابر نے اس کے ہاتھوں پر ایک تیکھی نظر ڈالی تھی پھر یک دم اسے دور دھکیلا تھا۔ہادی ذراسا پیچھے سرکا تھا،البتہ گریبان چھوٹ گیا تھا اسکے ہاتھ سے۔

"!!بھائی"

وہ جو دوبارہ اس کی جانب بڑھنے لگا تھا حوریہ کی آواز پر مڑا تھا۔سپاٹ چہرہ لیے اسے دیکھتی حوریہ ہادی کو مزید بے چین کر گئی تھی۔

"!میری گڑیا"

وہ اس کیجانب لپکا تھا۔بابر نے اپنا گریبان جھٹکے ہوئے کوٹ کو صحیح کیا تھا۔اور سامنے چلتے منظر کو آنکھیں سکوڑ کر دیکھا تھا۔جہاں ہادی کے گلے لگے حوریہ زور و شور سے رونے کا شغل فرما رہی تھی۔

*

*

*

"حوریہ !کیا ہوا ہے ؟اس نے کچھ کیا ہے ؟یہ تمہیں یہاں لایا ہے ؟"

وہ اس کو نرمی سے خود سے الگ کرتا پوچھنے لگا۔لہجے میں جھلکتی بابر کے لیے بے اعتباری محسوس کر کر حوریہ نے نفی میں سر ہلایا جب کہ بابر نے سر تاسف سے ہلایا تھا۔

"بھائی ! ! وہ وہاں پر۔۔۔۔۔وہ لوگ۔۔۔۔۔"

حوریہ نے اسے بتانا شروع کیا تو پیچھے کھڑے بابر نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں تھی۔

****

(ایک دن پہلے)

"بھائی! میری شادی کر رہے ہیں۔

وہ روتے روتے بولی تھی۔

"تو--؟"

بابر کے سوال نے جیسے اس کی ساری امیدیں ہی ختم کر دی تھیں۔

"-کچھ نہیں"

دل پر جبر کرتی وہ بولی تو اس بار لہجہ ہارا ہوا تھا۔ بابر نے آنکھیں موندیں تھیں۔

وہ مزید شکوے شکایت کرتی اس سے پہلے ہی گھر کا دروازہ یک دم کھلا تھا۔وہ اکیلی تھی گھر پر ایسے میں انجان لوگوں کا گھر میں گھس آنا اس کے ذہن میں خطرے کی گھنٹی بجا گیا تھا۔

"کون ہو تم لوگ؟"

وہ سہم کر پیچھے ہوتی بولی تھی۔دوسری جانب فون پر موجود بابر نے باقاعدہ اس کے ڈر کو محسوس کیا تھا۔

"!!انکل!آنٹی"

ان لوگوں کو اپنی جانب بڑھتا دیکھ کر وہ چیخنے لگی تو ان میں سے آدمی نے نزدیک آتے اسے بالوں جکڑ کر فرش پر پھینکا تھا۔وہ بری طرح چلائی تھی کیونکہ اس کے گرنے کے ساتھ ہی ٹیبل پر رکھا واز بھی گرا تھا جس کی کرچیاں کے ہاتھوں میں چبھ گئی تھیں۔فون زمین پر گرتے ہی اس

شخص نے اپنے جوتے کو اس پر مارنا شروع کیا تھا۔ وہ زور زور سے چلا رہی تھی جبکہ باقی سب کھڑے ہنس رہے تھے۔

" اس ڈاکٹر اور نرس کو لاؤ یہاں۔"

فون کی حالت بگاڑنے کے بعد اس نے سب کو چپ ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ دو آدمی اس کا آرڈر سنتے ہی بھاگتے ہوئے پورے گھر کی تلاشی لینے لگے۔ مگر مدثر اور عطرت کو نہ پا کر وہ واپس باہر آئے تھے۔ ڈو اور خوف کی وجہ سے حوریہ کھسک کر دیوار سے لگ گئی تھی۔ ہتھیلیوں سے خون رس رہا تھا۔ وہ سسکیاں دباتی کسی کے آنے کی دعا کر رہی تھی۔

"کہاں ہیں وہ دونوں میاں بیوی؟"

وہی شخص حوریہ پر جھکتا اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑتا سختی سے پوچھ رہا تھا۔ وہ نفی میں سر ہلاتی اپنی لاعلمی کا اظہار کر رہی تھی جب اچانک اس شخص نے اسے زبردستی اپنے مقابل کھڑا کیا تھا۔

"وہ دونوں تو مریں گے لیکن تمہیں بھی تو چھوڑ نہیں سکتے۔"

خباثت سے مسکراتا وہ اس کے بازو پر گرفت مضبوط کرنے لگا۔ حوریہ نے پوری جان لگا کر اسے پیچھے دھکیلا تھا۔ وہ اس حملے کے لیے تیار نہ جبھی اوندھے منہ پیچھے گرا تھا۔ واز کے ٹوٹے ٹکڑے اس کے جسم میں پیوست ہوئے تھے۔ وہ درد سے چلاتا کھڑا ہوا تھا پھر اس کی جانب لپکا تھا حوریہ پیچھے قدم لیتی کچن میں گھس گئی تھی۔ اس کی پہلی نظر تیز چھری پر پڑی تھی۔ چھری اٹھا کر اس نے پیچھے آنے والے پر وار کیا تھا۔ چھری کی دھار تیز تھی پل میں اس شخص کی گردن سے خون کا فوارہ پھوٹا تھا۔ تماشے کو انجوائے کرتے باقی لوگ بھی وہاں بھاگے آئے

تھے مگر آگے کا منظر دیکھ کر ان کی آنکھیں حیرت سے کھل گئ تھیں۔ان کی کسی بھی پیش قدمی سے پہلے بابر کے گارڈز گھر میں داخل ہو چکے تھے۔کچھ ہی دیر میں وہ لوگ ان سب کو لے جا چکے تھے مگر وہ شخص نس کٹنے کی وجہ سے کافی بری حالت میں تھا جسے انہوں نے مرنے دیا تھا مگر حوریہ کے لیے یہ سب قابل برداشت نہ تھا۔وہ کچن سے نکل کر صوفے کے پیچھے چھپ گئ تھی۔ڈر اتنا حاوی تھا کہ وہ سانس بھی گھٹ گھٹ کر لے رہی تھی۔بابر کی نیچر سے واقف اس کے گارڈز باہر جا چکے تھے مگر اس بار پوری طرح الرٹ تھے۔

****

وہ سن بیٹھا تھا۔یہ حقیقت ہی برداشت کرنا مشکل تھی کہ اس کی بہن کے ساتھ کچھ بھی ہو سکتا تھا اس پر یہ انکشاف کہ اس کے ہاتھوں کسی کا قتل ہو گیا تھا۔حوریہ کو بلک کر روتے دیکھ اس نے اسے ساتھ لگایا تھا۔

ششش ! گڑیا بھائی ہیں ناں۔ کچھ نہیں ہو گا۔ میرے ہوتے ہوئے "

"میری بہن کو کوئی ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔

وہ بمشکل خود کو سنبھال پا رہا تھا۔ جبکہ اس کی باتیں سن کر بابر سر جھٹکتا کمرے سے نکل گیا تھا۔

"بھائی ! میں نے اسے نہیں مارا۔۔۔۔۔ وہ میرے پیچھے۔۔۔۔"

حوریہ کی ذہنی حالت بگڑ رہی تھی۔ ہادی نے بے بسی سے سامنے دیکھا تھا۔ تبھی نرس اندر آئی تھی اور ہادی کو اشارے سے حوریہ کو لیٹانے کا کہہ کر انجیکشن تیار کرنے لگی۔ سکون آور انجیکشن لگتے ہی حوریہ پر سکون ہوتی نیند کی آغوش میں چلی گئی۔ ہادی کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر اٹھ کر باہر آیا۔

"تھینک یو !"

بابر کا رخ دوسری جانب تھا. ہادی کے لٹھ مار انداز پر وہ اس کی جانب گھوما تھا۔

"تم نے کچھ کہا؟"

اس نے انجان بنتے پوچھا تو ہادی نے سر جھٹکا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا کہ بنین ملک تراب علی کے پاس ہے؟"

حوریہ کے بجائے اس نے بنین کا پوچھا تھا۔ حوریہ کے حوالے سے وہ مطمئن ہو گیا تھا کہ بابر سے اسے کوئی خطرہ نہیں ہے۔

"!دشمنوں پر گہری نظر رکھی جاتی ہے ہادی"

وہ جتاتے انداز میں بولا تو ہادی نے آج کے دن دوسری بار اپنے غصے کو بڑھتا محسوس کیا تھا۔

تم ڈبل گیم کھیل ہو رہے بابر! اپنے دادا کے خلاف جا کر تمہیں کیا ملنے"

"والا ہے؟

ہادی نے اپنے ذہن میں اڈتا سوال پوچھا۔لہجہ چبھتا ہوا تھا۔جبکہ اس کے سوال پر بابر قہقہ لگا کر ہنسا تھا۔

"!دادا۔۔۔بہت اچھا مذاق کر لیتے ہو ہادی"

وہ یک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

میرا نام بابر جہانزیب علی ہے۔نہ ملک تراب میرا دادا ہے اور نہ"

"اشفاق ملک میرا باپ۔۔۔

ہادی بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا جس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی اور لہجہ اس کی سچائی پر مہر لگا رہا تھا۔

****

شان کو روم میں شفٹ کر دیا تھا۔اس کی حالت میں کافی حد سدھار آچکا تھا۔کل سے عطرت بیگم اور مدثر اس کے پاس تھے مگر اس کے سامنے جانے سے کترا رہے تھے۔اب بھی اسے آنکھیں موندے دیکھ

کر وہ اندر آئے تھے مگر قدموں کی چاپ سن کر اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

"بنین؟"

اس کا سوال سن کر مدثر صاحب بے بس ہوئے تھے جبکہ عطرت بیگم کی آنکھوں میں آنسو آئے تھے۔

"آپ لوگ۔۔۔کچھ۔۔۔چھپا رہے ہیں؟"

وہ نقاہت بھرے لہجے میں بولا تو عطرت بیگم آنسو صاف کرتی کمرے سے نکل گئیں۔

"پاپا۔۔۔۔۔۔ماما۔۔کو کیا۔۔۔ہوا ہے؟"

اسے مشکل ہو رہی تھی بولنے میں ایکسیڈینٹ میں گلا کی وینز بھی متاثر ہوئی تھی۔

"سب ٹھیک ہے شان! بنین ہادی کے ساتھ ہے۔"

مدثر صاحب نے جھوٹ کا سہارا لیتے اسے مطمئن کرنا چاہا۔

اور تمہاری ماما! جانتے تو ہو تم کتنی ایموشنل ہے۔ تمہیں اس حالت "

"میں دیکھ کر۔۔۔۔

شان کے چہرے پر اپنے جھوٹ کے باوجود بھی پریشانی دیکھ کر انہوں نے بات ادھوری چھوڑ کر گہری سانس لی۔

تم ٹھیک ہو جاؤ اس کے بعد ہم سب چلے جائیں گے یہاں "

" سے۔۔۔۔۔ہمیشہ کے لیے کبھی نہ لوٹنے کے لیے۔

وہ اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے فیصلہ کن لہجے میں بولے تھے۔ شان سمجھ رہا تھا سب مگر فلحال وہ کچھ کرنے کی پوزیشن میں نہ تھا۔ اس لیے مزید مدثر صاحب کو کسی پریشانی میں ڈالے آنکھیں موند گیا تھا۔ البتہ فیصلہ وہ کر چکا تھا سچ جاننے کا جو اس سے چھپایا جا رہا تھا۔

****

ویڈیو دیکھنے کے بعد وہ خود بھی شاک ہوا تھا مگر اس ویڈیو نے جیسے سنی سنائی بات پر سچ کی مہر لگائی تھی۔اس نے ملک تراب علی کو خود سے الگ گیا تھا اور ایک قدم پیچھے ہوا تھا۔اگر وہ کھیل رہے تھے تو صمد بھی ان کا ہی پوتا تھا۔اس نے فوراً خود کو سنبھالا تھا۔

"آپ جانتے ہیں آپ نے کیا کیا ہے؟آپ کیسے کسی کا قتل کروا سکتے ہیں بابا؟وجہ چاہے کچھ بھی ہو کسی کی جان لینے کا حق آپ کے پاس نہیں ہے۔"

صمد تن کر ان کے سامنے کھڑا تھا۔ملک تراب علی صوفے پر گرنے کے سے انداز میں بیٹھے تھے۔

"میری اپنی اولاد ہی سب ختم کرنا چاہتی تھی صمد!میں نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ۔میرے اپنے بیٹے نے ہی میرے دوسرے بیٹے کی جان لی ہو گی؟"

وہ سر تھام کر بیٹھے تھے۔لہجے میں نمی تھی۔آنکھیں کسی بھی پل بہنے کو تیار تھیں۔صمد نے گہری سانس لے کر قدم ان کی جانب بڑھائے۔

"اماں کا کیا قصور تھا؟"

اس کا سوال اور انداز ملک تراب علی کو چونکا گیا تھا۔

"وہ میری پوتی کو زہر دے رہی تھی۔ تمہیں کیا لگتا ہے میں سب جاننے کے بعد اسے زندہ رہنے دیتا۔میں تمہارے باپ کا بھی پتا لگوا رہا ہوں۔اسے بھی سزا ملے گی۔"

وہ سخت لہجے میں کہتے کھڑے ہوئے تھے مگر صمد کے چہرے پر کہیں بھی ایسا تاثر نہیں تھا گویا اس نے ان کی بات پر یقین کیا تھا یا نہیں۔

"بنین یہاں نہیں رہے گی۔میں اسے لے کر جا رہا ہوں۔"

وہ کمرے سے جانے لگے تو صمد کے اٹل لہجے میں کہے جملے پر رکے۔

"اتنی بے اعتباری اپنے دادا پر؟"

وہ گہرے دکھ کو آنکھوں میں سموئے بولے تھے۔صمد نے رخ موڑ کر بنین کی جانب کر لیا تھا۔

میں اسے ملازموں کے حوالے نہیں کر سکتا۔یہ میرے ساتھ رہے"
"گی۔

وہ دوٹوک انداز میں اپنا فیصلہ سنا گیا تھا۔ملک تراب بنا کچھ کہے کمرے سے نکل گئے تھے۔البتہ چہرے پر اتنا غصہ تھا گویا سب جلا دینا چاہتے ہوں۔

ان کے جانے کے بعد صمد نے ایک بار پھر وہ ویڈیو دیکھی۔

کیا کچھ نہیں کیا میں نے اپنے باپ کو خوش کرنے کے لیے،اپنا آپ"
تک بدل ڈالا۔گناہوں کا بوجھ تک اپنے کندھوں پر ڈال لیا مگر انہیں
"صرف ارتسام نظر آتا تھا۔تو مار دیا اسے۔

اشفاق صاحب پاگلوں کی طرح ہنستے ہوئے اپنے غبار کو باہر نکال رہے تھے۔

"یہ ہاتھ دیکھو۔خون سے رنگے ہیں۔میں اتنا سفاک بن گیا ہوں کہ میری اپنی اولاد بھی میرے قہر سے بچ نہیں سکی۔"

وہ قہقہے لگاتا ہنس رہا تھا۔صمد نے فون بند کر کر ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔چہرہ زرد پڑ رہا تھا۔وہ بنین کے پاس بیٹھا۔

"میں اکیلا پڑ رہا ہوں بنین! میرا وجود کھوکھلا ہوتا جا رہا ہے۔"

بنین کو بے ہوشی میں بھی بے چین دیکھ کر وہ اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں دبا کر بولا تھا۔

"جانتی ہو وہ لوگ جن سے حد سے زیادہ محبت ہو،ان کا بھیانک روپ سامنے آئے تو جینے کی چاہ ختم ہو جاتی ہے۔"

وہ شدید کرب سے بول رہا تھا۔بنین کی پلکوں میں جنبش ہوئی تھی۔

اگر چاچو بابا اور اپنے بڑے بھائی کے اتنے سفاک روپ کو دیکھ لیتے تو" شاید اگلی سانس بھی نہ لے پاتے۔ یا شاید وہ سچ جان گئے تھے ورنہ کبھی "وہ اتنی آسانی سے ہم سے دور نہ ہوتے۔

بنین کے ہاتھ پر ماتھا ٹکائے وہ آنکھیں بند کیے ارتسام کی تکلیف سوچتا بول رہا تھا۔ اس کی آنکھیں نم ہو گئی تھیں۔ بنین کی آنکھ کھلی تو صمد کو اس طرح بیٹھے دیکھ کر اس نے غصے سے اپنا ہاتھ کھینچا تھا۔

"کوئی نیا کھیل کھیلنا چاہتے ہو مسٹر صمد؟ یا پھر۔۔۔۔"

وہ جو نفرت بھرے لہجے میں اس سے باز پرس کر رہی تھی۔ صمد کی بے تحاشہ سرخ آنکھیں دیکھ کر چپ ہوئی تھی۔

ہم بھی شکستہ دل ہیں، پریشان تُم بھی ہو

اندر سے ریزہ ریزہ میری جان تم بھی ہو

ہم بھی ہیں ایک اجڑے ہوئے شہر کی طرح
آنکھیں بتا رہی ہیں کہ ویران تم بھی ہو

درپیش ہے ہمیں بھی کڑی دھوپ کا سفر
سائے کی آرزو میں پریشان تم بھی ہو

ہم بھی خزاں کی شام کا آنگن ہیں، بے چراغ
بیلیں ہیں جس کی زرد وہ دالان تم بھی ہو

جیسے کسی خیال کا سایہ ہیں دو وجود
ہم بھی اگر قیاس ہیں، امکان تم بھی ہو

مل جائیں ہم تو کیسا سہانا سفر کٹے

گھائل ہیں ہم بھی، سوختہ سامان تم بھی ہو

****

آج اسے دیر ہو گئی تھی، کار پارک کرتی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی اپارٹمنٹ کی جانب بڑھ رہی تھی۔ حور کو اس نے گود میں اٹھایا ہوا تھا۔ دروازہ کھلا دیکھ کر اسے اچنبا ہوا تھا۔ وہ نا سمجھی سے آگے بڑھی تھی۔ دروازے میں قدم رکھتے ہی اس کی سماعت سے ماہ جبین کی آواز ٹکرائی۔

" چلے جاؤ یہاں سے۔"

شدتِ غم سے چلاتی وہ چہرے پر ہاتھ رکھے ہوئے تھی۔ ناجیہ مزید آگے بڑھی تو اسے کچن کارنر کے نزدیک ماہ جبین کھڑی دیکھائی دی اس

کے سامنے خباثت سے ہنستا اشفاق ملک۔آنکھوں میں فورا نفرت کا جزبہ ابھرا تھا۔

" تم اتنا ڈر کیوں رہی ہو؟ کچھ نہیں کر رہا میں۔"

وہ مصنوعی فکر سے بولا تو ماہ جبین نے پیچھے ہوتے ہوئے سلیب پر پڑی چھری اٹھالی تھی۔

" تم یہاں سے جا رہے ہو یا نہیں؟"

وہ حلق کے بل چلائی تھی۔اشفاق صاحب نے انہیں نظر انداز کرتے کمرے کی جانب قدم بڑھائے تھے جسے ماہ جبین نے لاک کیا تھا۔

" میرا بیٹا میرے ساتھ جائے گا۔"

وہ دروازہ کھولنے کی کوشش کرتا بولا۔

"وہ میرا بیٹا ہے۔۔۔"

ماہ جبین بھاگ کر اسے راستے سے ہٹاتی دروازے کے سامنے آڑ بن گئی تھی۔

"اچھا! تم شاید بھول رہی ہو اس کا باپ میں ہوں۔"

اشفاق صاحب نے اس کو بازو سے دبوچتے ہوئے کہا۔ چہرے پر طنز اور تمسخر کیا کچھ نہ تھا۔ ماہ جبین ساکت ہوئی تھی۔

"میڈیا تک یہ ویڈیو پہنچ جائے گی۔ بس میرے ایک کلک کی دوری پر ہے۔"

جیسے ہی اشفاق صاحب نے دروازہ کے ہنڈل پر ہاتھ رکھا تھا ناجیہ ان کے سامنے آئی تھی۔ اشفاق صاحب نے ناجیہ کے دھمکی دینے پر غصے سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ پھر دوسری نظر ماہ جبین پر ڈالی تھی۔

ابھی کے لیے جارہاہوں روشانے مگر بہت جلد اسے لینے آؤں گا۔اور"
تم۔۔۔تم نے بہت دن جی لیا۔۔۔۔۔۔۔یہ تمہارے بھائی کی بیٹی ہے
"ناں؟

پہلی بات ماہ جبین سے کہتے انہوں نے ناجیہ کو دھمکی دی تھی۔وہ لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا تھا جب کہ اس کے جاتے ہی ماہ جبین فرش پر بیٹھتی چلی گئی۔ناجیہ نے حوریہ کو نیچے اتارا تھا اور ماہ جبین کے پاس بیٹھی۔حوریہ ماہ جبین کو روتے دیکھ کر رونے لگی تھی۔بابر نے دروازہ کھول کر حوریہ کو اندر کھینچ لیا تھا۔

"ماہ جبین! یہ آدمی کیا کہہ رہا تھا؟ بابر اس کا۔۔"

"!وہ صرف میرا بیٹا ہے ناجیہ"

ماہ جبین نے اپنے بال نوچے تھے۔ناجیہ نے فوراً اس کو سنبھالا تھا۔

"ہم پولیس سے مدد لیں گے تم فکر مت کرو۔"

ناجیہ نے اسے پر سکون کرنے کے کہا مگر ماہ جبین یک دم اس سے الگ ہوئی تھی۔

"!نہیں! پولیس۔۔ نہیں۔۔۔۔وہ چھین لے گا میرا بیٹا"

اس کی آنکھوں میں خوف ہچکولے لے رہا تھا۔

"وہ کیسے چھین سکتا ہے؟ ماہ جبین۔۔۔۔"

"روشانے!!۔۔۔۔۔میرا نام روشانے ہے۔وہی روشانے جسے اس درندے نے اغوا کروایا، عصمت کو تار تار کیا اور مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔جہانزیب نے مجھے سنبھالا تھا۔اس کے گناہ کو اپنا نام دیا۔۔۔مجھے بابر سے محبت کرنا سکھایا۔۔۔۔اور اب وہ پھر آگیا ہے۔۔۔وہ سب برباد کرنے آگیا ہے۔۔۔"

وہ ہچکیاں لیتی رو رہی تھی جبکہ ناجیہ سن بیٹھی تھی۔

میری بات سنو ماہ جبین! میں کیس فائل کروا رہی ہوں۔ تم بابر کو بچانا" چاہتی ہو تو تمہیں میرا ساتھ دینا ہو گا۔ تمہاری گواہی سے ہم اسے جیل "میں ڈلوا سکتے ہیں۔

ناجیہ مزید کچھ کہتی اس سے پہلے ہی کچھ لوگ اپارٹمنٹ میں داخل ہوئے اور ناجیہ کو بالوں سے پکڑ کر گھسیٹ کر ایک کونے میں لے جا کر باندھ چکے تھے۔ منہ پر لگی ٹیپ کی وجہ سے وہ بولنے سے قاصر تھی۔

وہ لوگ اب ماہ جبین کی جانب بڑھے جو چھری اٹھاتی انہیں قریب آنے سے روک رہے تھی۔ کچھ دیر کی مزاحمت کے بعد وہ لوگ زبردستی بابر اور ماہ جبین کو وہاں سے لے جا چکے تھے۔ ناجیہ بے بسی سے سب ہوتا دیکھ رہی تھی جب حوریہ روتے روتے دروازے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ وہ مزاحمت کرتی۔ حوریہ کو روکنا چاہتی تھی جب اشفاق صاحب

اندر آتے حوریہ کو گود میں اٹھا چکے تھے۔ناجیہ کے سامنے بیٹھ کر انہوں نے ترحم بھری نظر سے اسے دیکھا۔

"کہا تھا ناں۔۔اشفاق ملک پر ہاتھ ڈالنا آسان نہیں ہے۔"

حوریہ کے کندھے پر انگلی پھیرتا وہ ناجیہ سے مخاطب تھا۔ناجیہ پھڑ پھڑائی تھی۔

جو میرا تھا وہ میں لے جا رہا ہوں اور رہی بات اس کی۔۔۔۔ایک " آخری موقع دے رہا ہوں تمہیں۔ویسے بھی اسے بھی تو جوان ہونا "ہے۔

ناجیہ کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔اس کی بے بسی پر ہنستا وہ اس کے ہاتھ کھول کر حوریہ کو چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا تھا۔ناجیہ حوریہ کو خود سے لگائے شدت سے رو دی تھی۔

مزید کچھ سال گزرے تھے۔بابر بخت بیگم کے پاس تھا،اسے دیکھ کر صمد نے حویلی آنا کم کر دیا تھا۔

"مجھے ماما سے ملنا ہے۔"

اشفاق صاحب بستر پر لیٹے تھے جب کہ بخت بیگم ان کے پاؤں دبا رہی تھی جب بابر اندر آتا سپاٹ لہجے میں بولا تھا۔اشفاق صاحب نے اشارے سے اسے پاس بلایا تھا۔جیسے ہی وہ ان کے پاس آیا انہوں نے اس کے پیٹ میں لات ماری تھی۔بابر کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ ملا تھا وہ سر کے بل پیچھے گرا تھا۔بخت نے فوراً دونوں ہاتھ منہ پر رکھے تھے۔

"تیری کوئی ماں نہیں ہے سمجھا!اور اگر یہ بات دماغ میں نہیں بیٹھ رہی تو جلد بیٹھا لے۔"

انہوں نے لیمپ اٹھا کر بابر کی جانب پھینکا تھا جو اس کی ٹانگ پر لگا تھا۔وہ درد سے چلایا تھا۔پھر بمشکل کھڑا ہوتا وہاں سے چلا گیا۔ماں کو یاد کر کر

رونا،اشفاق ملک کی مار کھانا۔چند سال اس نے اسی طرح گزارے تھے

جب ملک تراب علی نے اس پر دھیان دینا شروع کیا۔

کیا ضرورت تھی اس عورت کو مارنے کی۔اور اگر اتنا ضروری ہی تھا تو"

"خود کیوں گئے وہاں؟

ملک تراب علی غصے سے اس پر گرج رہے تھے جب کہ بابر گم سم ایک جانب بیٹھا۔

وہ عورت کئی سالوں سے ناک میں دم کئے ہوئے تھی۔اس کی ماں کا"

"کیس کھلوانا چاہ رہی اور اس کے اس شوہر کا۔۔۔۔

وہ نفرت سے بولے تو بابر چونکا مگر اس نے سر نہیں اٹھایا تھا۔

بنا کسی ثبوت کہ وہ کیا کر لیتی اور ثبوت کے ساتھ بھی وہ کچھ نہیں کر"

سکتی تھی۔تم نے ایک نئی پریشانی میرے سر ڈال دی ہے نامراد کہیں

"کے۔

ملک تراب علی نے فائلز اٹھا کر اسے دے ماری تھی۔اشفاق ملک اپنی بے عزتی پر ضبط سے مٹھیاں بھینچ گئے تھے۔غصہ نکالنا ضروری تھا ان کا رخ تہہ خانے کی جانب تھا جہاں ماہ جبین قید تھی۔سارا غصہ ماہ جبین کے وجود پر نکال کر وہ تھوکتے ہوئے کمرے میں بند ہو گئے تھے۔بخت نے سالوں بعد اس تہہ خانے کو کھلا دیکھا تھا۔رات کے کسی پہر وہ اشفاق صاحب کو سوتا دیکھ کر کمرے سے نکلی تھی۔تہہ خانے میں قدم رکھتے ہی اسے کسی وجود کی آہیں سنائی دی۔بابر کے نام کی پکار سن کر وہ آگے آئی تھیں۔

"میرا بابر۔۔۔"

کسی کے قدموں کی چاپ پر ماہ جبین نے امید بھری نظروں سے سامنے دیکھا مگر امید ٹوٹتے ہی وہ رونے لگی تھی۔بخت بیگم نے اس کی ابتر حالت پر بے ساختہ اپنے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔

"میرے۔۔۔بیٹے۔۔۔کولادو۔۔"

اس نے اپناوجود سرکاتے بخت کے پاؤں پکڑ کرالتجا کی تھی۔بخت اس سے پاؤں چھڑواکر پیچھے بھاگی تھی۔ماہ جبین اسے پکارتی رہ گئی تھی جب تھک گئی تورونے لگی۔قدموں چاپ پھرسنائی دی تھیں مگراس بارماہ جبین نے سر نہیں اٹھایا تھا۔

" !ماما"

بابر کی روتی آواز پرماہ جبین نے یک دم سر اٹھایا تھا۔بخت بیگم اپنے آنسو چھپاتی بابر کوآگے جانے کا کہہ رہی تھیں جہاں ماپ جبین بانہیں پھیلائے اس کی منتظر تھی۔وہ بھاگ کرماں کی آغوش میں چھپ گیا تھا۔وہ دونوں ہی۔رورہے تھے جب بخت بیگم نے اس کے سامنے بیٹھتے ہاتھ جوڑے تھے۔

"معاف کردو۔۔"

ان کے ہاتھ لرز رہے تھے۔ماہ جبین نے ایک ہاتھ سے ان کے ہاتھ تھامے تھے۔

" میری بیٹی کو بد عامت دینا۔"

وہ پھوٹ پھوٹ کر روئی تھیں۔جب پھر سے کمرے میں قدموں کی چاپ ابھری تھی۔اشفاق صاحب نے کروفر سے اندر آتے بخت بیگم کو بالوں سے پکڑ کر کھڑا کیا تھا۔ایک شیشی جیب سے نکال کر زبردستی بخت بیگم کو پلائی تھی۔وہ مزاحمت کر رہی تھیں مگر اشفاق صاحب کی پکڑ مضبوط تھی۔بخت کو ایک جانب پھینک کر وہ ماہ جبین کی جانب آئے جو بابر کو خود میں بھینچے خوفزدہ ہو کر انہیں دیکھ رہی تھی۔انہوں نے زبردستی بابر کو ان سے الگ کیا۔

کہا تھا ناں کوئی ماں نہیں تمہاری۔۔میری بات کی نفی کیسے کی تم نے؟"

"

پے در پے تھپڑ مارتے وہ غصے سے بول رہے تھے۔بخت بیگم گلا پکڑ کر کھانس رہی تھیں جبکہ ماہ جبین کھڑی ہوتی بابر کو چھڑوانے لگی۔انہوں نے اسے دھکا دے پیچھے گرایا تھا۔

آج تمہیں اچھے سے سمجھاؤں گا میری بات کی نفی کرنے کا کیا انجام"

" ہوتا ہے۔

وہ پراسرار سا بولتے اپنے موبائل نکال اس میں کیمرہ آن کر کر بابر کے ہاتھ میں تھما گئے۔

اگر ویڈیو صحیح نہ بنی تو جو اس عورت کا انجام ہو گا وہی تمہاری ماں کا"

" ہو گا۔

بابر خوفزدہ ہوتا پیچھے گرا تھا۔تہہ خانے میں موجود سامان کے پیچھے بیٹھ گیا تھا۔وہ کانپ رہا تھا جب اشفاق صاحب کی سخت آواز پر اس نے

ڈرتے ڈرتے کیمرہ دوسری جانب کیا تھا۔ جہاں وہ بخت بیگم کو گھیسٹ رہے تھے۔ ماہ جبین۔ چلا کر انہیں روک رہی تھی۔

"کچھ تو شرم کرو اشفاق! وہ بیوی ہے تمہاری۔

ماہ جبین کی آواز پر وہ اس کی جانب پلٹے تھے۔

بیوی تو تم بھی ہو، تمہارے معاملے میں کوئی شرم نہیں کی میں نے یہ"

"تو پھر ایک بوجھ ہے۔

اس نے غصے سے بخت کے پیٹ میں لات ماری تھی۔ وہ درد سے دہری ہوتی چلائی تھیں۔

ماہ جبین بھاگ کر اس کے پاس آئی تھی۔

"شیطان مت بنو! اللہ کے قہر سے ڈرو۔"

اشفاق صاحب نے اسے بالوں سے پکڑ کر ایک جانب پھینکا تھا، پھر پے در پے بخت کے پیٹ پر لاتیں مارنے لگا۔ فرش پر بکھرتا خون بخت کے نقصان کا اعلان کر چکا تھا۔

اسے زہر دیا ہے میں نے۔ یہ اسکی بغاوت کی سزا تھی۔ دوسرا یہ بیٹی"

"جننے جا رہی تھی۔ مجھے نفرت ہے بیٹیوں سے۔

وہ سفاکی سے ماہ جبین کے چہرے پر جھک کر بولے تھے جب وہ تنفر سے ان کے منہ پر تھوک چکی تھی۔ ان کے منہ ایک طوفان نکلا تھا گالیوں کا۔ چابک اٹھا کر وہ پے در پے وار کرتے اپنا سارا غصہ ان پر نکال رہے تھے جبکہ بخت نے اپنی آخری سانسوں میں اپنے خدا کو یاد کیا تھا اور زندگی سے منہ موڑ گئی تھیں۔ بابر وہیں ڈھے گیا تھا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے صمد کو دیکھا تھا جو غصے سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"تمہاری ماں کی وجہ سے میری اماں چلی گئیں۔"

اس نے بابر پر ہاتھ اٹھایا تھا۔ بابر سن بیٹھا تھا۔اشفاق ملک کی آواز سن کر اس کا سکتہ ٹوٹا تھا وہ صمد کو پیچھے کرتا اشفاق ملک کے سامنے آیا تھا۔ آنکھوں میں بغاوت تھی اشفاق ملک نے کھٹک کر اسے دیکھا پھر کچھ سوچ کر اسے ساتھ گھسیٹے ہوئے لے گئے۔ صمد نے نفرت سے انہیں دیکھا تھا پھر اپنی ماں کے کمرے میں چلا گیا۔

بابر کی بغاوت کو دبانے کے لیے اشفاق ملک نے ملک تراب علی کے کہنے پر ماہ جبین کو اسکی آنکھوں کے سامنے مارا تھا۔ بابر خاموش ہو گیا تھا۔اس نے احتجاج کرنا چھوڑ دیا تھا۔ ملک تراب علی اسے سفاک بنانا چاہتے تھے اور وہ بن رہا تھا۔ سالوں بعد حوریہ اس کے سامنے آئی تھی۔ وہ چاہ کر بھی اسے اگنور نہیں کر پایا تھا۔اس کی ماں کی ہمدرد تھی ناجیہ اور وہ اچھے سے جانتا تھا جو اس کے ہوا۔اشفاق ملک نشے کی حالت میں اپنے ہر جرم کا اعتراف کرتے تھے جو بابر کی نفرت کو مزید بڑھاتا تھا۔

بچپن میں حوریہ کو چوٹ لگنے پر ماں سے کیا اس کی حفاظت کا وعدہ اس کو مزید حوریہ کے قریب لے گیا تھا۔ حوریہ ہر حقیقت سے ناواقف تھی اس لیے وہ اسے سب سے دور رکھنا چاہتا تھا مگر ملک تراب علی کی وجہ سے حوریہ کو تکلیف پہنچی تھی جو بابر کا اشتعال بڑھا گئی تھی۔ وہ اپنی پلاننگ کے حساب سے چل رہا تھا جیسے اس کو مجبور کیا گیا تھا اب وہ ملک تراب کو مجبور کر رہا تھا۔

وظیفہ بتا کہ جِس سے لوٹ آئیں رونقیں
ایسی دعا دے گھر سے جو آفت نکال دے

از سرِ نو مصوّر صُورت میری بنا
پھر میری نَس نَس سے اذیت نکال دے

****

یوں تو لگنے کو۔۔۔۔کیا نہیں لگتا
تُو فقط۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بے وفا نہیں لگتا

آج دیکھا ہے۔۔۔۔۔پہلی بار تجھے
تُو مرے شہر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔کا نہیں لگتا

کوئی خامی ضرور ہے مجھ میں
میں کسی کو۔۔۔۔۔۔۔۔بُرا نہیں لگتا

چھوڑ دنیا کو۔۔۔۔تُو بتا مجھ کو
اچھا لگتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔یا نہیں لگتا

کون کس موڑ پر۔۔۔۔۔۔۔جدا ہو گا

آج کل کچھ۔۔۔۔۔۔۔۔۔پتا نہیں لگتا

خوبصورت ہیں سب مگر کوئی

میرے محبوب۔۔۔۔۔۔سا نہیں لگتا

رابطے ترک۔۔۔۔۔۔۔۔کر دیئے تم نے

فیصلہ یہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ترا نہیں لگتا

وہ آنکھیں موندے ہوئے تھی۔ٹرین کی رفتار نارمل تھی مگر لمحہ کے دل کی دھڑکن کی اسپیڈ معمول سے بڑھ چکی تھی۔وہ خود پر کنٹرول کیے

لیٹی تھی۔لاہور کی حدود سے ٹرین کے نکلتے ہی اس کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا۔

بہت زیادہ جلدی تھی تمہیں شارق حیدر! لمظ انصاری کو کھونے کا"

"پچھتاوا تک نہیں۔

اس نے آنسو پونچھ کر چادر مزید منہ تک تان لی تھی۔

ناجانے کتنا وقت گزرا تھا اسے معلوم نہ تھا مگر نیچے سے آوازیں آنا بند ہو گئی تھیں۔سب بے خوف و خطر سو رہے تھے۔ٹرین کے سفر کی عادت تھی تو کسی کو فکر نہ تھی۔لمظ کو پیاس محسوس ہوئی تو وہ اٹھ کر بیٹھی۔باہر چھائے اندھیرے نے اسے احساس دلایا کہ رات کا کوئی پہر تھا۔وہ سب کو سوتا پا کر نیچے اتری تھی۔پانی پی کر وہ واپس لیٹنے کے بجائے دروازے کی جانب آگئی تھی۔ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اس کے جسم سے ٹکرائے تو سرد لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔اس نے بے ساختہ

اپنے دونوں بازو سہلائے تھے۔ تبھی کسی نے اس پر چادر ڈالی تھی۔وہ چونک کر مڑی تھی مگر پیچھے کھڑے شارق کو مسکراتے دیکھ کر اس کی آنکھوں میں بے یقینی آئی تھی۔

"!ٹھنڈ لگ جائے گی لمظ"

چادر کو ڈھلکتے دیکھ کر شارق نے آگے ہو کر دوبارہ چادر کو صحیح کرتے ہوئے کہا۔اس کے ہاتھوں کا لمس کندھے پر محسوس کر کر لمظ کو شارق کی موجودگی کا یقین ہوا تھا۔حیرت اور بے یقینی پل میں ختم ہوئی تھی چہرے پر سنجیدگی چھا گئی تھی جسے دیکھ کر شارق کی مسکراہٹ بھی سمٹی تھی۔

"آپ کیا کر رہے ہیں یہاں؟"

لمظ نے درشتگی سے سوال کیا۔

تمہیں اکیلا کیسے جانے دیتا؟ مجھے لگا جیسے میری لمظ چاہتی ہو کہ میں اس"
"کے پاس رہوں۔

شارق کے چہرے کی چمک اور اس کی آنکھوں میں چھلکتی محبت نے لمظ کو یک دم ہی ہلکا پھلکا محسوس کروایا تھا۔ مگر پھر دماغ میں اس کی پرانی باتیں گونجی تھیں۔

باتیں بنانا بھی ہنر ہی ہے۔ شاید میرا دل پگھل جاتا اگر میں نے اپنے"
"ان کانوں سے تمہارا پھونکا گیا سور خود نہ سنا ہوتا۔

لمظ طنزیہ مسکراتے ہوئے آپ سے تم پر آئی تھی پھر چادر اتار کر شارق کے ہاتھ پر رکھ کر واپس پلٹی تھی۔

"!لمظ! میری بات سنو پلیز"

وہ ملتجی ہوتا اس کے پیچھے آیا تھا جب وہ رکی تھی۔

"!آج بیا نہیں پکاروگے مسٹر شارق حیدر"

وہ ایڑھی کے بل گھومتی اس کی آنکھوں میں دیکھتی طنزیہ بولی تھی۔اصل چبھن شاید اس نام کی تھی۔جو میری لمظ بولنے پر نئے سرے سے تکلیف دے گئی تھی۔شاید اتنی تکلیف میری بیاسن کر بھی اسے نہیں ہوئی تھی جتنی اس وقت وہ محسوس کر رہی تھی۔

"میں غلط تھا میں مانتا ہوں لمظ! مگر۔۔۔۔"

لمظ نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے سے روکا۔

"اگر اور مگر کا وقت گزر چکا ہے۔سب جل گیا تمہارے حسد کی آگ میں۔ہمارا دھوکے پر مبنی رشتہ بھی۔کچھ بھی تو باقی نہیں بچا۔۔۔۔پھر کیا لینے آئے ہو میرے پاس۔۔۔شاید معافی!۔۔۔"

وہ پر سوچ انداز میں بولتی ہنسی تھی۔اس کی ہنسی سے شارق کو اندازہ ہوا تھا وہ کیا کر چکا تھا۔وہ اس لڑکی کو وہاں چوٹ پہنچا چکا تھا جہاں کی تکلیف

شاید جاتے جاتے ہی جائے۔ لیکن اسے ہارنا نہیں تھا۔ وہ ہمت کرتا ایک بار پھر لمظ کو چادر اوڑھا چکا تھا۔

چوٹ میں پہنچائی ہے تو مرہم بھی میں ہی بنوں گا۔ میرا کیا معافی" کے قابل نہیں لیکن میں پھر بھی معافی مانگوں گا تب تک جب تک تم

"دل سے مجھے معاف نہیں کر دیتی اور میرا ساتھ قبول نہ کر لو۔

شارق یقین کے ساتھ بول رہا تھا جب لمظ کی آنکھوں میں نمی چمکی تھی۔ وہ فوراً پلٹ گئی تھی اور اپنی جگہ پر آ کر لیٹ گئی تھی۔ شارق کے چہرے پر بے بسی آئی تھی۔

تیری تلاش میں آئے ہیں تیرے در تک ہم

نظر بھی تو نا ملائے تو ہم کدھر جائیں

****

"کب تک.....ڈسچارج ملے۔۔۔۔۔۔گا مجھے؟"

مدثر صاحب شان کے پاس بیٹھے تو اس نے فوراً پوچھا۔

"تمہارے زخم مکمل طور بھرے نہیں ہیں شان! ابھی کچھ دن مزید تمہیں ہاسپٹل میں رہنا ہے۔"

مدثر صاحب نے اس کی رپورٹ اٹھا کر پڑھنا شروع کر دی تھیں۔ شان نوٹ کر رہا تھا جیسے وہ اس کے سوالوں سے بچنا چاہ رہے تھے۔ اس نے آنکھیں موند لیں تھیں۔ جب مدثر صاحب کو یقین ہو گیا کہ وہ سو گیا ہے تو انہوں نے محبت سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

"جلدی ٹھیک ہو جاؤ شان! تمہارا باپ اب کمزور ہو گیا ہے۔"

انہوں نے سرگوشی کی تھی۔ فون کی بیل پر وہ فون کی جانب متوجہ ہوئے۔ وہ کھڑے ہوتے فون کان پر لگا گئے تھے۔ شان نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا تھا۔

"شکر اللہ کا!۔۔۔ تم گئے تھے اسے دیکھنے؟ میری بیٹی ٹھیک ہے ناں؟"

وہ بے تابی سے پوچھ رہے تھے۔شان غور سے ان کی بات سن رہا تھا۔

اس میں بھی اس آدمی کی کوئی چال ہو گی۔تم اسے وہاں سے واپس لاؤ"

"ہادی! پولیس یا میڈیا کی مدد لے لو۔

ان کے لہجے سے پریشانی عیاں ہو رہی تھی۔

ٹھیک ہے!۔۔۔۔نہیں شان کو کچھ نہیں بتایا اس کی حالت ابھی"

"ٹھیک نہیں ہے۔

آخر میں وہ فکر مند ہوئے تھے۔فون بند کر کر وہ جیسے ہی مڑے تھے

شان آنکھیں موند گیا تھا۔وہ واپس اس کے پاس آکر بیٹھ گئے تھے۔

جبکہ شان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ جا کر ملک تراب کی جان لے

لے۔وہ خود پر ضبط کرتا آگے کا لائحہ عمل سوچنے لگا۔انہوں نے اپنا فون

بے دھیانی میں ٹیبل پر رکھ دیا تھا۔کافی دیر تک وہ پر سکون رہنے کی

کوشش کرتے رہے مگر جب دل کی بے چینی ختم نہ ہوئی تو اٹھ کر ڈاکٹر

سے بات کرنے چل دیئے۔وہ خود ڈاکٹر ہونے کے باوجود بھی شان کی صحت کے حوالے سے مطمئن نہیں ہو پا رہے تھے۔ان کے کمرے سے جاتے ہی شان نے ایک بار پھر آنکھیں کھولی تھیں۔ارد گرد دیکھنے پر اسے مدثر صاحب کا فون دیکھائی دیا۔اس نے ہاتھ بڑھا کر فون اٹھالیا تھا۔ٹانگوں میں فریکچر کی وجہ سے اس کی چلنے کی ورزش نہیں کروائی جاتی تھی مگر کوشش کر کر خود بیٹھ اور لیٹ سکتا تھا۔اس نے فون میں ہادی کا نمبر ملایا تھا۔جو دوسری بیل پر ریسیسو ہو گیا تھا۔

"!جی انکل"

دوسری جانب ہادی کی مؤدبانہ آواز گونجی تھی۔

"!تم وعدہ وفا نہیں کر سکے ہادی"

شان نے شکوہ کیا تو ہادی اسکے شکوہ پر شرمندہ ہو گیا تھا۔

"میں اپنی پوری کوشش کر رہا ہوں شان !بنین کو کچھ نہیں ہو گا۔"

ہادی نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی تھی۔

پیپرز ریڈی کروادو۔ میں درخواست دے کر آیا تھا۔ میری فیملی"

"میرے ساتھ جائے گی۔

شان نے سنجیدگی سے کہا تو ہادی کچھ بول نہ پایا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ صمد بنین کو جانے نہیں دے گا، وہ اس کو لے جا نہیں سکتا کیونکہ حق دار بدل گئے ہیں۔

"کیا سوچ رہے ہو؟"

اسے خاموش پا کر شان نے پوچھا۔

"کچھ نہیں! میں کرواتا ہوں پیپرز ریڈی۔"

وہ مسکرانے کی کوشش کرتا بولا تھا۔ تبھی دروازہ کھول کر مدثر صاحب اندر داخل ہوئے تھے۔ ان کے چہرے پر گہرا اضطراب تھا۔ شان کو

بیٹھے دیکھ کر وہ بنا کچھ نوٹس کئے اس کے پاس آئے تھے۔وہ اس کے گلے لگ گئے تھے۔

"اللہ انصاف کرنے والا ہے شان! بے شک وہ بہترین منصف ہے۔"

وہ شان کے گلے لگے بولے تھے جبکہ شان اور دوسری جانب موجود ہادی کے چہرے پر نا سمجھی آئی تھی۔

"میرے دوست کی جان لینے والا اپنے انجام کو پہنچ گیا شان! زمین کا بوجھ عبرت کا نشان بن کر آج ظالموں کے منہ پر تمانچے کی طرح پڑا ہے۔دوسروں پر ظلم ڈھانے والے میری بچی کو مارنے والے اس انسان کو قبر کی مٹی بھی نصیب نہیں ہوئی، فرعون بن جانے والے اسی عذاب کے مستحق ہوتے ہیں۔"

وہ اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر رہے تھے۔شان ان کے بہتے آنسو محسوس کر سکتا تھا۔

"!پاپا"

ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اس نے جیسے ہی انہیں پکارا وہ پیچھے ہوئے تھے۔

کسی نے اشفاق ملک کر مار دیا، اس کی لاش تک اس قابل نہیں کہ اسے "دیکھا جا سکے مگر پوری دنیا دیکھ رہی ہے اس ظالم کو۔"

انہوں نے آنسو صاف کر کر مسکراتے ہوئے کہا، چہرے پر کرب تھا مسکراہٹ دکھ بھرے تھی۔ہادی نے پوری بات سن کر فون کاٹا تھا ۔جبکہ شان خاموش تھا اس انصاف پر۔

****

"تم اپنی شکل گم کر رہے ہو یا نہیں؟"

عروسہ نے چنگاڑتے ہوئے کہا۔مراد نے سہم کر دل پر ہاتھ رکھا پھر پیچھے کی جانب گرا تھا۔اس کے اس طرح گرنے پر وہ یک دم پریشان ہوتی اس کے پاس آئی تھی۔

" !!مراد!۔۔۔مراد۔۔۔کیا ہوا؟اٹھو مراد"

مراد کے وجود میں کوئی ہلچل نہ دیکھ کر وہ رونے والی ہو گئی تھی۔اس نے جیسے ہی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا مراد نے یک دم اسے ڈرایا تھا۔عروسہ اچھل کر دور ہوئی تھی پھر اسے قہقہے لگاتے دیکھ کر خونخوار نظروں سے گھورنے لگی۔

"!کتنا فنی فیس بناتی ہو تم عروسہ ! یار پلیز ایک بار اور ایسے ہی ڈرنا پلیز" مزاق اڑاتے لہجے میں بولتا وہ عروسہ کا پارا مزید چڑھا گیا تھا۔وہ غصے سے اٹھ کر کچن میں آئی تھی جبکہ پیچھے وہ مسلسل ہنس رہا تھا۔یک دم پانی کی

بوچھاڑ پر اس کی ہنسی تھمی تھی۔اس نے پانی گرانے والے کو دیکھا تو

ہادی کو پیچھے کھڑا پا کر وہ سنجیدہ ہوتا کھڑا ہوا تھا۔

"کیا بدتمیزی ہے یہ؟"

اسے ہادی کا پانی پھینکنا ایک آنکھ نہ بھایا تھا۔

مجھے لگا تمہیں کوئی دورہ پڑا ہے شاید جو زمین پر پڑے ہنس رہے ہو وہ"

"بھی اکیلے تو بس تمہیں ہوش دلا رہا تھا۔

ہادی نے مسکراتے ہوئے اسے چڑایا تھا۔

"!ویری فنی"

دانت پیستا وہ اپنے بالوں سے پانی جھاڑنے لگا۔ تبھی عروسہ باہر آئی تھی

اور باہر آتے ہی بنا مراد کو سنبھلنے کا موقع دیئے اس پر گلاس الٹا چکی تھی۔

"وٹ دا۔۔۔۔"

ٹھنڈا پانی چہرے پر گرتے ہی وہ غصے سے چلایا تھا مگر عروسہ کو سپاٹ چہرہ لیے ہادی کو تکتے پا کر وہ رکا تھا۔اس کے دوسرے ہاتھ میں موجود گلاس کا پانی اگلے ہی پل ہادی کے چہرے پر تھا۔ہادی جھرجھری لے کر رہ گیا تھا جبکہ مراد قہقہہ لگاتا ہنس دیا تھا۔ہادی نے ایک خونخوار نظر اس پر ڈالی تھی پھر سپاٹ چہرے لیے کھڑی عروسہ کو دیکھا۔

"دادی! بہت سر چڑھا لیا ہے آپ نے کرایہ داروں کو،ایک ہر وقت نیچے پایا جاتا ہے تو دوسرا۔۔۔بنا بتائے دو دو دن غائب رہتا ہے۔"

دانت پیستی وہ غصے سے بول کر اپنے کمرے میں چلی گئی تھی جبکہ اس کے جملے پر ہادی مسکرایا تھا اور مراد کی مسکراہٹ تک چلی گئی تھی۔

"کیا میں جو سوچ رہا ہوں وہ۔۔۔۔۔۔"

مراد کے گلے میں گلٹی ڈوب کے ابھری تھی۔ہادی اس کا کندھا تھپکتا گردن اکڑاتا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا تھا۔مراد سست روی سے اس کے پیچھے چل دیا تھا۔

سمجھتا کیا ہے خود کو جب دیکھو نصیحتیں کرتا رہتا ہے۔اب دو دن بعد" "اپنی شکل دیکھا رہا ہے جیسے پتا نہیں کتنا بڑا احسان کر رہا ہو۔

بیڈ کی چادر مٹھیوں میں دبوچے وہ غصے سے بڑبڑا رہی تھی۔

الرجک ہے یہ چھو چھوندر! ٹھنڈا پانی اس کی طبیعت خراب کر دیتا" "ہے۔

ناجیہ کی آواز اس کے ذہن میں گونجی تو اس نے فورا اپنا ماتھا پیٹا۔تیزی سے اٹھ کر باہر آئی تھی۔خالی صحن دیکھ کر وہ دوسرے پورشن کی جانب بڑھ گئی تھی۔

تم کیا کرتے پھر رہے ہو؟جاب بھی چھوڑ دی؟اگر جاب نہیں ہو گی تو"
عروسہ کو پروٹیکٹ کیسے کرو گی اور تمہاری بہن ہاسپٹل میں کیوں
ہے؟"

مراد کی آواز سن کر وہ دروازے کے باہر ہی رک گئی تھی۔

بیوی کی طرح۔۔۔۔۔آن۔۔چھو۔۔۔۔۔۔ری ایکٹ کرنا بند"
کرو۔۔۔۔آن۔۔۔۔۔چھوں۔۔۔۔۔۔"

ہادی نے جھنجھلاتے ہوئے کہا۔

" کپڑے بدل لو پہلے ورنہ اوپر سدھار جاؤ گے۔"

مراد نے منہ بگاڑتے ہوئے کہا۔

عروسہ کو کچھ پتا نہیں۔۔۔۔آن۔۔۔چھوں۔۔۔۔۔چلنا چاہئیے"
مراد! ویسے بھی اب۔۔۔۔۔۔۔آآآ۔۔نچھوں۔۔سب ختم ہو چکا
ہے۔"

ہادی کہہ کر کپڑے لیتا واش روم میں بند ہو گیا تھا۔ باہر کھڑی عروسہ ناسمجھی سے سر جھکائے کھڑی تھی۔

حوریہ ہاسپٹل میں کیوں ہے؟ وہ تو اپنے انکل کے گھر گئی تھی۔ اور کیا"

"ختم ہو چکا ہے؟ مجھے کیا نہیں معلوم؟

وہ خود سے بات کرتی بڑبڑا رہی تھی۔ جب اس کے کانوں میں نیوز کاسٹر کی آواز گونجی۔ مراد اپنے فون پر نیوز آن کر چکا تھا یہ دھیان دیئے بنا کہ باہر کھڑی عروسہ نے لفظ بالفظ ساری خبر سنی تھی۔

"وہ مر گیا۔"

عروسہ کے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ اس نے سانس لینے کی کوشش کی تھی، مگر سب یاد آتے ہی اسے پینک اٹیک آیا تھا۔ وہ کھڑی نہیں رہ پا رہی تھی، جیسے ہی دیوار کا سہارا ہٹا وہ نیچے گری تھی۔ مراد کسی کے

گرنے کی آواز پر فون چھوڑ کر کمرے سے باہر آیا تھا، عروسہ کی بگڑتی حالت دیکھ کر وہ پریشانی سے اس کے پاس بیٹھا تھا۔

" عروسہ! کیا ہوا؟"

عروسہ کو پسینے میں نہائے دیکھ کر وہ مزید پریشان ہوا تھا۔

"---وہ----ناجیہ----مار دیا"

وہ بے ترتیب الفاظ بول رہی تھی۔ مراد کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔

"عروسہ! یار نہ کرو۔"

اس نے عروسہ کا پاتھ پکڑ کر سہلانا شروع کیا تھا۔ ہادی باہر آیا تو مراد کی آواز سن کر کمرے سے باہر نکلا۔ عروسہ کو دیکھ کر وہ ٹاول پھینک کر مراد سے عروسہ کا ہاتھ چھڑوا کر اسے دونوں کندھوں سے پکڑ کر اپنے مقابل لایا تھا۔

"کالم ڈاؤن عروسہ !کب تک یوں کمزور رہنا ہے ؟سنائی دے رہا ہے کیا"

"کہہ رہا ہوں میں ؟

وہ باقاعدہ اسے جھنجھوڑ گیا تھا۔ عروسہ نے سہم کر اسے دیکھا تھا۔ مراد نے اسے چھڑوانے کی کوشش کی تو ہادی نے اسے پیچھے دھکیلا تھا۔

"!سٹے آوے مراد"

وہ سختی سے بولا تھا پھر زبردستی عروسہ کو اپنے ساتھ کھڑا کیا۔

"پھوپھو بہادر تھی عروسہ !وہ اس گھٹیا انسان سے کبھی نہیں ڈریں اور تم----تم کیوں ؟-----کیا پھوپھو نے تمہیں بہادر نہیں بنایا تھا؟ کیا میں نے نہیں کہا تھا کہ میں ساتھ ہوں تمہارے ؟کیوں بھروسہ نہیں ہے تمہیں مجھ پر ؟بتاؤ ک ؟-----کیوں ہم سب کو اذیت دیتی ہو؟مت کرو عروسہ !اپنوں کے جانے کا ڈر سب کو ہوتا ہے مگر ظالم سے خوفزدہ ہونا اپنے ساتھ ظلم ہے۔"

وہ سختی سے بازپرس کرتا آخر میں ملتجی ہوا تو عروسہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

وہ بہت سفاک تھا ہادی! اس کو بالکل رحم نہیں آیا آنی پر۔اسے ایسے "ہی مرنا چاہیئے تھا۔وہ بدتر سزا کا حقدار تھا۔"

ہادی کے کندھے پر سر ٹکائے وہ دونوں ہاتھوں سے اس کا بازو پکڑے روتے ہوئے بول رہی تھی۔اسے نارمل ہوتے دیکھ کر ہادی نے گہری سانس لی تھی جبکہ مراد قدم پیچھے لیتا کمرے میں چلا گیا تھا۔

ساتھ میرے بیٹھا تھا پر قریب کسی اور کے کا تھا

وہ اپنا سا لگنے والا شخص نصیب کسی اور کا تھا

****

"!تمہیں نہیں لگتا تم بہت زیادہ سوتی ہو ابیہا"

وہ آفس جانے کے لئے تیار ہو رہا تھا جب اس نے آئینے میں سے اونگھتی ہوئی ابیہا کو دیکھا جس کا اب بھی اٹھنے کا کوئی ارادہ نہ تھا۔جب کہ اس کی بات پر ابیہا کے چہرے پر خفگی آئی تھی۔ باسط مسکرایا تھا۔

"ڈسٹرب روٹین کو سیٹ کرنا ہے۔ کل تمہیں یونی بھی جانا ہے تو سب تیاری کر لینا۔ کھانا مت بنانا ڈنر باہر کریں گے۔"

وہ تیار ہو چکا تھا اس لئے ابیہا کے مقابل بیٹھ کر نرمی سے بولا تھا۔اس کا ماتھے پر اپنا لمس چھوڑ کر وہ کھڑا ہوا تھا۔

"اپنا خیال رکھنا۔"

محبت سے بولتا وہ ابیہا کو شرمانے پر مجبور کر گیا تھا۔

"اٹھ جاؤ لڑکی! اتنی سستی اچھی نہیں ہوتی۔"

لمظ کی آواز پر وہ دونوں حیرت سے ارد گرد دیکھنے لگے جب ایک بار پھر یہی جملہ دہرایا گیا۔ابیہا نے تکیے کے نیچے سے اپنا موبائل نکالا تو الارم

ٹون پر لمظ کی آواز سیٹ دیکھ کر اس نے فون کی سکرین باسط کے سامنے کی تھی۔جو مسکراتے ہوئے کمرے سے نکل گیا تھا۔ایک بار پھر الارم بجنے پر ابیہا نے الارم بند کرتے ہوئے لمظ کو فون ملایا تھا۔

"گھر پہنچ کر کال کرتی ہوں،ابھی اسٹیشن پر ہیں ہم،تم اٹھ کر کوئی جسم کو حرکت دو۔پڑے پڑے بت نا جانا۔"

جلدی جلدی بولتی لمظ ابیہا کا منہ صدمے سے کھلوا چکی تھی۔فون بند ہونے پر وہ خفگی سے فون کو دیکھنے لگی۔پھر بستر سے اتر کر فریش ہونے چل دی۔کچھ دیر بعد وہ فریش ہو کر باہر آئی تھی۔بال سکھاتے ہوئے اس کے ذہن میں لمظ کی کہی بات گونجی تھی۔

"باسط بھائی پر کڑی نظر رکھنا،کبھی بھی ان کی طبیعت معمولی سی خراب لگے نظر انداز مت کرنا اور نہ ہونے دینا۔تمہاری اتنی جلدی رخصتی کا

شوشا ایسے ہی گھر میں نہیں اٹھایا گیا تھا ابیہا! باسط بھائی کو تمہاری

"ضرورت ہے یہ بات مت بھولنا۔

لمظ نے رخصتی سے پہلے اسے یہ الفاظ کہے تھے۔وہ نہیں سمجھی تھی اس کی بات کا پس منظر مگر پریشان ضرور ہو گئی تھی۔ گزرے دو دن باسط کی محبت بھری آغوش میں وہ لمظ کی باتیں بھول گئی تھی مگر اب سب یاد آتے ہی اسے پھر سے نئی پریشانی نے آن گھیرا تھا۔

"لمظ کیوں ایسی باتیں کر رہی تھی؟"

وہ دل ہی دل میں سوچ رہی تھی۔ پھر جلدی سے اپنے فون پر باسط کو میسج کیا تھا۔

"آپ ٹھیک ہیں؟"

آفس میں داخل ہوتے باسط نے ابیہا کے میسج دیکھ کر مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا تھا۔

میں بالکل ٹھیک ہوں ابیہا! ناشتہ کر لو اور بلاوجہ چائے کا اوور ڈوز مت"
"لینا۔

جوابی میسج کر کر وہ اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ باسط کے جواب پر وہ کچھ حد تک پر سکون ہو گئی تھی۔ مگر سوچ چکی تھی لمحے سے پوری بات جاننے کا۔

****

پھولی سانسوں کے باوجود بھی وہ مسلسل ڈور رہا تھا۔ ایک کے بعد ایک کمرہ چیک کرتا وہ مسلسل بنین کو پکار رہا تھا۔ پوری حویلی دیکھنے کے بعد بھی وہ اسے کہیں نہ ملی تو وہ حویلی کے پچھلے حصے کی جانب بڑھ گیا۔ جانوروں کو بند کرنے کے لئے ایک باڑہ بنایا گیا تھا جو کافی عرصہ سے بند تھا۔ وہ بھاگ کر اندر داخل ہوا تھا۔ دل یک دم گھبرا گیا تھا۔ قدم سست ہوئے تھے۔ کچھ غلط ہو جانے کا ڈر دل ہر حاوی ہوتا اس کی

سانسوں کی رفتار کو مدھم کر رہا تھا۔ باڑے میں بنے کمرے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے آنکھیں بند کر کر کھولی تھیں۔

"---وہ ٹھیک ہو گی-----وہ ٹھیک ہو گی"

وہ خود کو یقین دلا رہا تھا پھر آگے بڑھ کر دروازہ کو دھکا مارا تھا۔ لکڑی کا بوسیدہ دروازہ تھا جو صمد کے ایک بار ہی دھکا مارنے پر کھل گیا تھا۔ اندر رخ پھیرے بیٹھی بنین کو دیکھ کر اس کا سانس بحال ہوا تھا۔

"!!!بنین"

دروازہ کھلنے پر جب وہ نہ مڑی تو اس نے اس کا نام لیا تھا۔ وہ آہستگی سے کرسی پر ہاتھ رکھتی کھڑی ہوئی۔

پچھلے کچھ دنوں سے مجھے لگنے لگا تھا کہ تم شاید صحیح اور غلط کی پہچان" کر لینے بعد میری جانب بڑھے ہو۔

بنااس کی جانب دیکھے وہ بولی تو لہجے میں عجیب دکھ تھا۔صمد نے کچھ بولنا چاہا تبھی وہ دوبارہ گویاہوئی۔

"تم نے جب پہلی بار مجھ پر گولی چلائی تھی تو مجھے تمہاری آنکھوں میں اپنے لیے نفرت دیکھائی دی تھی۔۔۔۔"

وہ بول کر ہنسی تو صمد نے ایک قدم آگے بڑھایا۔

"دوسری گولی میرے جسم کے آر پار ہوئی تھی مگر تمہاری آنکھیں۔۔۔۔۔۔۔ان میں نفرت نہیں تھی۔۔جلن تھی۔۔۔لیکن آج تو میں نے محبت دیکھی تھی ان آنکھوں میں۔۔۔۔"

وہ دکھ سے بولتی جیسے ہی پلٹی تھی اس کے ناک اور منہ سے نکلتا خون دیکھ کر صمد کو اپنی پوری دنیا ختم ہوتی دیکھائی تھی۔

"""!!بنین

وہ تیزی سے آگے بڑھا تھا۔بنین لڑکھڑا کر پیچھے ہوئی تھی۔

"رنگ بدلنا تو گرگٹ کی فطرت ہے۔"

منہ سے نکلنے والے خون نے اسے مزید بولنے نہ دیا۔

"جو سزا دو گی قبول کر لوں گا تم سے لا پرواہی برتنے کی مگر ابھی چلو۔"

اسے گرنے سے بچا کر دونوں بازو سے پکڑتا وہ التجائی انداز میں بولا تھا۔

میری موت۔۔۔میری ماں کی موت کی طرح۔۔۔خودکشی نہیں"

کہلائے گی اور نہ میرے باپ۔۔۔۔۔کی موت کی

"طرح۔۔۔۔۔۔۔۔۔حادثہ۔۔۔

"بنین!!چپ کر جاؤ۔"

اسے خود میں بھینچے وہ زبردستی باہر لایا تھا۔بنین مزاحمت کر رہی تھی۔

تبھی فضا میں گولی کی آواز گونجی تھی۔صمد کی نظر بنین پر گئی تھی۔جس

کے چہرے پر اذیت بھری مسکراہٹ تھی۔

"!!بنین!----نہیں پلیز!!بنین"

وہ بنین کو پکار رہا تھا جب اسے اپنے ہاتھ خون سے رنگے محسوس ہوئے تھے۔بنین کا وجود اس کے زمین بوس ہوا تو اس نے پیچھے کھڑے ملک تراب علی کو دیکھا جو گن پکڑے مسکرا رہا تھا۔اس نے نظر دوبارہ بنین پر ڈالی تو بنین کو ساکت دیکھ کر اسے اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا۔وہ اسے پکارتا نیچے بیٹھا تھا۔وہ مسلسل اسے جھنجھوڑ کر پکار رہا تھا۔

"___بنین!!---بنین!ایسا نہ کرو میرے ساتھ---پلیز مت جاؤ"

پھولی سانسوں سے بے ربط جملے بولتا وہ تڑپ کر دائیں بائیں گردن مار رہا تھا۔جب بنین آنکھ کھلی۔اس نے کچھ فاصلے پر لیٹے صمد کی حالت دیکھی تو اٹھ بیٹھی اور ہاتھ بڑھا کر صمد کو جگایا۔

"صمد!!اٹھو-کیا بولے جا رہے ہو؟"

ماتھے پر چمکتے پسینے کو دیکھ کر بنین نے اسے پوری قوت سے ہلایا تو صمد کی آنکھ کھلی۔ سامنے بیٹھی بنین کا فکر مند چہرہ دیکھ کر اس کے چہرے پر بے یقینی آئی۔

"تم ٹھیک ہو؟"

اسے اسی طرح اپنی جانب تکتے پا کر بنین نے جھجھکتے ہوئے پوچھا۔

احساس محبت کا میری ذات پہ رکھ دو

تم ایسا کرو ہاتھ میرے ہاتھ پہ رکھ دو

ہر وقت تمہارے ہی تصور میں رہو میں

جادو سا کو یہ میرے خیالات پہ رکھ دو

صمد نے ہاتھ آگے بڑھا کر بنین کے چہرے پر رکھا تو بنین نے منہ بگاڑتے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔

" دور رہ کر بات کرو، اور یہ تم یہاں کیوں سو رہے تھے؟"

وہ بیڈ سے نیچے اترنے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھ رہی تھی، لہجے میں چبھن تھی۔ مگر صمد نے اس کی بات پر دھیان دیئے بنا اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا تھا۔ اگلے پل وہ اسے اپنی جانب کھینچ کر اس پر اپنی گرفت مضبوط کر گیا تھا۔ بنین مزاحمت کرنے لگی تھی۔

"---آئی ایم سوری!---آئی ایم سوری بنین! سوری فار ایوری تھنگ"

"

صمد کی سرگوشی میں بولے جملے پر اس کی مزاحمت رکی تھی۔ آنکھیں بڑی ہوتیں نا سمجھی کے تاثرات میں ڈھلی تھیں۔

"میں نے چاچو سے کیا وعدہ صحیح سے نہیں نبھایا۔ میں نے تم پر ہاتھ اٹھایا۔---تم پر چلایا---تمہارا دھیان نہیں رکھ پایا۔"

وہ شرمندگی سے بول رہا تھا مگر لہجے میں چھلکتی محبت اور فکر بنین کو سن کر گئی تھی۔

وعدہ کرتا ہوں آج اس پل کے بعد کوئی بھی تمہیں تکلیف نہیں پہنچا"

"سکے گا۔صمد ڈھال بن کر تمہارے سامنے رہے گا۔

وہ وعدہ کر رہا تھا جب کہ بنین ساکت تھی۔

"بس اس بار اعتبار کر لو۔"

اس کے ذہن میں خواب میں کہا بنین کا جملہ گونجا تو اس نے التجائی لہجے میں کہا۔بنین کے ساکت وجود میں ہلچل ہوئی تھی۔

"اعتبار کرنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

بنین کے جواب پر اسکے چہرے پر ایک سایہ لہرایا تھا۔

"لیکن میں ایک آخری موقع تمہیں دینا چاہتی ہوں۔"

بنین کے اگلے جملے نے اسے زندگی کی نوید سنائی تھی۔

"پہلے مجھے چھوڑو۔"

اس نے مزاحمت کرتے کہاتو صمد نے اسے چھوڑا۔وہ سیدھی ہو کر بیٹھتی

اسے گھورنا نہیں بھولی تھی۔

"لمٹس میں رہا کرو۔"

تنبیہ کرتی وہ صمد کو پہلی بار مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"اب ہنس کیوں رہے ہو؟"

اسکے مسکرانے پر وہ جھنجھلائی تھی۔

سوچ رہا تھا جس کو گود میں لینے کی خوشی میں پوری رات سو نہیں پایا"

"---تھا، آج اسے

"!شٹ اپ"

اس کی بات کاٹتی وہ رخ موڑ گئی تھی۔

شان نے جب اپنی گڑیا مجھے دینے سے انکار کیا تھا تو چاچو نے کہا تھا وہ "
میرے لیے اپنی گڑیا لائیں گے۔اس وقت میں نے سوچا تھا میں بھی
"اپنی گڑیا کو چھپا کر رکھوں گا کسی کو دیکھنے نہیں دوں گا۔

صمد کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہا تھا۔بنین کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اتنے دنوں سے وہ کسی اور صمد کے ساتھ تھی اور سامنے بیٹھا شخص کوئی اور تھا۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا صمد! تمہارا یہ بی ہیویر عجیب ہے۔وہاں اماں "
نے مجھے زہر دینے کی کوشش کی، وہ کہہ رہے تھے تمہارے کہنے پر
"___سب

وہ مزید کچھ بولتی اس سے پہلے سے ہی صمد نے اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لئے۔

اماں کی محبت پر شک مت کرنا بنین ! انہوں نے اپنی جان دے کر"
تمہاری حفاظت کی ہے۔وہ میرے مخلص رشتوں میں سے ایک رشتہ
"تھیں۔

صمد کے چہرے پر دکھ دیکھ کر بنین کو بھی دکھ ہوا تھا۔

"---ملک تراب"

میں اس شخص سے نفرت نہیں کر پا رہا بنین ! وہ شخص جس چیز"
کو حاصل مان رہا ہے وہ تو بس ایک سراب ہے۔اپنا قیمتی سرمایہ کھو کر
"!انہوں نے جو پایا ہے مجھے ان پر ترس آتا ہے بنین

وہ اپنے دل کی باتیں اس سے شیئر کر رہا تھا۔بنین یک ٹک اسے دیکھتی
اسے سن رہی تھی۔

کبھی کبھی لگتا ہے جیسے سب ایک دھوکا ہے،ہر رشتہ مذاق"
ہے،دنیا میں ہر چہرے پر نقاب ہے،محبت،فکر سب دکھاوا ہے،مگر پھر

جب اپنی اماں کا چہرہ سامنے آتا ہے تو یاد آتا ہے کہ محبت کا ایک روپ ممتا بھی ہوتی ہے جس میں دکھاوا نہیں ہوتا، پھر چاچو یاد آتے ہیں تو لگتا ہے فکر اور لگاؤ بناوٹی نہیں ہوتا یہ دل کا ایک تعلق ہوتا ہے۔ پھر تم یاد آتی ہو تو لگتا ہے---"

وہ بے خود سا بول رہا تھا جب اپنے ذکر پر بنین کی سانسیں تھمی تھیں۔

"تم یاد آتی ہو تو لگتا ہے کہ پوری زندگی تم پر وار دوں۔ "

بنین کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا۔ صمد نے نرمی سے اس کا آنسو صاف کیا تھا۔

"میں سب ٹھیک کر دوں گا بنین! بس تمہیں خود سے دور نہیں کر سکتا۔ میرے پاس تمہارے علاوہ کچھ نہیں ہے جسے اپنا کہہ سکوں، مجھ سے میرا واحد رشتہ مت چھیننا بنین!"

وہ التجا کر رہا تھا اور بنین کو لگ رہا تھا جیسے ایک سحر تھا جو اس پر پھونکا جا رہا تھا۔ وہ بے خود سی اسے دیکھ رہی تھی جب صمد نے آگے ہوتے اسے اپنے حصار میں لیا تھا۔

"میں محافظ ہوں تمہارا، امین ہوں تمہارا۔"

صمد یہ جملے آخری ثابت ہوئے تھے بنین اپنے ہاتھ اس کے گرد باندھتی پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔ صمد دھیما سا مسکرایا تھا اور دھیرے دھیرے اس کے بالوں میں ہاتھ چلاتا اسے پر سکون کرنے لگا۔

****

حوریہ کی آنکھ کھلی تو اس نے خود کو ہاسپٹل بیڈ پر پایا۔ کمرے میں نگاہ دوڑائی تو کسی کو نا پا کر وہ خوفزدہ ہوئی تھی۔ وہ اٹھنے کی کوشش کرنے لگی تو کمرے کا دروازہ کھلا۔ پرفیوم کی اٹھتی مہک نے اسے آنے والے کی خبر دے دی تھی۔ وہ واپس سیدھی ہوتی آنکھیں موند گئی تھی۔

"آپ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

بابر کی سنجیدہ دوٹوک آواز پر حوریہ نے ایک آنکھ کھول کر اس کی جانب دیکھا جو اس کی جانب پشت کئے فون پر محو گفتگو تھا۔

بار بار میرا باپ میرا باپ بول کر آپ صرف میرے غصے کو بڑھا رہے ہے"

"ہیں گرینڈ پا! وہ شخص کیسے مرا؟ کس نے مارا مجھے کچھ نہیں جاننا۔

بابر نے غصے سے فون کاٹا تھا پھر دوبارہ بیل آنے پر وہ پراسرار سا مسکرایا تھا۔ فون بند کر کر وہ مڑا تھا۔اس کے مڑتے ہی حوریہ آنکھیں بند کر گئی تھی۔وہ دھیرے سے چلتا اس کے بیڈ تک آیا تھا۔اس کی پلکوں کی لرزش سے وہ جان گیا تھا کہ حوریہ جاگ رہی ہے۔ مٹھی میں جکڑی بیڈ کی چادر کو دیکھ کر اسے اس کے خوفزدہ ہونے کا اندازہ ہوا تھا۔

محبت میں اعتبار نہ ہو تو محبت کا وجود بے معنی ہوتا ہے۔بلند و بانگ "

"دعوے اس اعتبار کی سیڑھی پر آکر دم توڑ جاتے ہیں۔

بابر کے طنز پر حوریہ کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا۔اس نے دھیرے سے آنکھیں کھولی تھیں پھر شکوہ کناں نگاہوں سے اسے دیکھا جو اسکے اس طرح دیکھنے پر کندھے اچکا گیا تھا۔

"آپ مجھے چھوڑ رہے تھے اور اب کیسے طعنے مار رہے ہیں جیسے سارا قصور میرا ہو۔"

وہ روتے روتے بولی تو اسکے سوں سوں کرنے پر وہ ہنسا تھا۔

"چھوڑ نہیں رہا تھا بلکہ ایک موقع دے رہا تھا تمہیں اور تمہارے بھائی کو۔لیکن تم نے موقع گنوا دیا اور تمہارے بھائی نے مجھے مایوس کیا۔اب تمہیں اور تمہارے بھائی دونوں کو مجھے قبول کرنا ہے میری ہر سچائی کے ساتھ۔"

وہ نارمل انداز میں بات کر رہا تھا حوریہ نے سہم کر اسے دیکھا تھا۔ہادی اور بابر کی کچھ باتیں وہ سن چکی تھی جس کے باعث وہ بابر سے ڈر رہی

تھی۔جبکہ بابر نفی میں سر ہلاتا ہنسنے لگا۔حوریہ اس کے ہنسنے پر نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔

"آج کی نیوز میں ایک خبر چلی ہے کہ میرا سوکالڈ باپ اشفاق ملک اس دنیا میں نہیں رہا،اور جانتی ہوں میں ہنس کیوں رہا ہوں؟"

حوریہ کی آنکھیں اس کے انکشاف پر بڑی ہوئی تھیں۔

"کیونکہ---آج میرے ماں باپ کو انصاف مل گیا۔آج مجھے انصاف مل گیا۔"

بابر!!!(اس نے سرگوشی میں اس کا نام لیا تھا،جو بامشکل ہی بابر سن پایا تھا)

"پینک مت ہو حور!دیکھو میں خوش ہوں تو تمہیں بھی خوش ہونا چاہیئے۔"

بابر اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولا تو حوریہ پیچھے ہوئی۔

"تم نے مارا اپنے ڈیڈ کو؟"

وہ خوف زدہ ہوتی بولی تو بابر کھڑا ہوتا ہاتھ پینٹ کی پاکٹ میں اڑیس گیا۔

" اگر کہوں ہاں تو کیا جواب ہو گا تمہارا؟"

وہ سپاٹ لہجے میں پوچھ رہا تھا۔ حوریہ اپنے ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو دی تھی۔ بابر ضبط سے اسے دیکھ رہا تھا جب اس کے لفظوں نے اس کے چہرے پر کرب زدہ مسکراہٹ کو آنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"چلے جائیں میری زندگی سے۔"

عشق بس ایک کرشمہ ہے، فسوں ہے، یوں ہے
یوں تو کہنے کو سبھی کہتے ہیں، یوں ہے، یوں ہے
تم محبت میں کہاں سود و زیاں لے آئے
عشق کا نام خِرد ہے نہ جنوں، یوں ہے

وہ قدم پیچھے لے رہا تھا دروازے تک پہنچتا وہ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا تھا۔اس کے چلے جانے پر وہ مزید تیزی سے رودی تھی۔

بابر باہر آیا تو سامنے کھڑی دو نرسوں کو سختی سے حوریہ کے پاس رہنے کی تاکید کر کر گارڈز کی جاب بڑھا تھا۔

"اس بار کوئی کوتاہی ہوئی تو اسے اپنی زندگی کی آخری غلطی سمجھنا۔" بنا کسی تاثر کے بولتا وہ وہاں سے چلا گیا تھا۔

****

تھکن سے چور جسم لئے وہ بستر پر لیٹ گئی تھی۔گھر کو بکھرا چھوڑ کر سب لاہور چلے گئے تھے۔واپس آتے ہی گھر کا حال دیکھ کر شاہینہ بیگم نے اسے صفائی پر لگا دیا تھا۔شارق کے سامنے عزت افزائی پر وہ کھول کر رہ گئی تھی۔پرسوں اس کا پہلا پیپر تھا،وہ کل کا دن تیاری پر موقوف کرنے کا سوچ کر آنکھیں موند گئی تھیں۔اسے سوئے کچھ ہی دیر ہوئی

تھی جب یک دم ہی کوئی اچانک اس کے بستر پر آ کر لیٹا تھا۔لمحہ نے فورا آنکھیں کھول کر دائیں جانب دیکھا تھا۔شارق کو کچھ فاصلے پر لیٹے دیکھ کر وہ اٹھ کر بیٹھی۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

وہ آنکھیں چھوٹی کئے بولی تو شارق نے کروٹ لے کر تکیہ اپنے کانوں پر رکھ لیا۔اپنی بات کے نظر انداز کیے جانے پر اس نے جھٹ سے تکیہ شارق کے ہاتھ سے چھینا تھا۔

"میرے کمرے میں کیا کر رہے ہو تم شارق حیدر؟"

وہ دبے دبے غصے سے بولی تھی۔

وہی کر رہا ہوں جو تم میرے کمرے میں کر رہی تھی مسسز شارق"

"!حیدر

وہ اسی کے انداز میں بولتا تکیہ اس سے چھین کر پھر سے کروٹ لے گیا تھا۔

"جا کر باسط بھائی کے روم میں سوؤ، یہ میری پرسنل سپیس ہے۔"

رات کے پہر اس نے چلانے سے گریز کیا تھا۔

"لمظ! پلیز ڈسٹرب مت کرو۔ آنٹی باہر کھڑی ہیں انہوں نے کہا ہے مجھے یہاں رہنا ہے۔ پلیز اب سونے دو۔"

وہ جھنجھلا کر بولتا لمظ کو بے سکون کر گیا تھا۔

"سارا دن مجھ سے کام کرواتے میری اماں حضور کو یاد نہیں تھا کہ بیٹی کو رخصت کر چکی ہیں اور اب میرے آرام کے وقت انہیں داماد بھی یاد آگیا ہے۔"

وہ چڑ کر کہتی چادر سر تک تان کر سونے کے لیے لیٹ گئی تھی۔لمظ کے اس کی بات آسانی سے مان لینے پر شارق مسکرا کر سر شاری آنکھیں ،موند گیا۔

آدھی رات کے قریب اس کی آنکھ موبائل کی رننگ سے کھلی تھی۔جب کہ نیند میں بڑبڑاتی لمظ ہاتھ ادھر ادھر مارتی اپنا فون تلاش کر رہی تھی۔شارق نے آگے ہو کر اس کا فون اٹھانا چاہا تو لمظ کا ڈھلیے کا ہاتھ تھپڑ اس کے چودیہ طبق روشن کر گیا تھا۔وہ منہ کھولے حیرت سے لمظ کو دیکھ کر رہا تھا جو نیند میں فون اٹھا کر کان سے لگا گئی تھی۔

"!بولو"

نیند سے بوجھل آواز شارق کو سمجھنے میں دیر نہ لگی تھی وہ اب بھی نیند میں تھی۔

"کرکٹ ٹیم کو لیڈ کر رہی ہوں۔"

اس کے عجیب سے جواب پر شارق نے اس کے ہاتھ سے فون لیکر سکرین کو دیکھا۔ جہاں ڈمب لکھا آرہا تھا۔اس نے فون کان سے لگایا۔

"مجھے پریشانی ہورہی تھی تمہاری اس لئے رہا نہیں گیا تم فون بھی تو نہیں اٹھاتی میرا۔"

کسی لڑکے کی آواز سن کر شارق نے غصے سے فون کو گھورا۔

"تم جو کوئی ہو مسٹر! میری وائف سے دور رہنا، ورنہ تمہاری ساری پریشانی میں خود ختم کروں گا۔"

وہ غصیلے لہجے میں کہا فون کاٹ گیا تھا ساتھ ساتھ اسے بلاک بھی کر چکا تھا۔اس نے لمظ کی جانب دیکھا جواب بھی کچھ بڑبڑا رہی تھی۔

"ساری مصیبتیں میری زندگی میں ہی ہیں، دی گریٹ لمظ انصاری۔"

شارق اس کے چہرے پر جھکا اسکی بڑبڑاہٹ سن رہا تھا پھر نفی میں سر ہلاتا اپنی جگہ پر لیٹ گیا۔

"تمہیں چھوڑوں گی نہیں میں شارق حیدر۔"

اس بار کی اس کی بڑبڑاہٹ شارق حیدر کو پلٹنے پر مجبور کر گئی تھی۔

"مت چھوڑنا، کبھی مت چھوڑنا۔"

اس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لیتا وہ سرشار سا بولا تھا۔ نظریں اس کے چہرے پر ٹکا دی تھیں۔ نیند تو اب شاید مشکل سے آنی تھی۔

محشرِ خواب و خیالات لیے بیٹھے ہیں
تم سے امیدِ ملاقات لیے بیٹھے ہیں
تم نہیں ہو تو عجب عالمِ تاریکی ہے
صبح ہوتی ہی نہیں رات لئے بیٹھے ہیں
ایسی کیا بات ہے دم بھر کے لیے آجاؤ
کب سے ہم چھوٹی سی اک بات لیے بیٹھے ہیں
آپ بے رنگی موسموں سے نہ گھبرائیں، کہ ہم

آپ کے واسطے، برسات لئے بیٹھے ہیں

اس کی ناک کی ٹپ پر انگلی سے ٹچ کرتا وہ مسکرا کر آنکھیں موند گیا تھا۔

****

"یہ کس چیز کی دوا لے رہے ہیں آپ؟"

باسط کو دوا کھاتے دیکھ کر وہ اس کے سامنے بیٹھ کر اشاروں میں پوچھنے لگی۔ باسط نے مسکرا کر اس کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیکر ٹیبل پر رکھا تھا پھر اسے اپنے ساتھ بیٹھایا۔

"سر درد کی ٹیبلٹ ہے پریشان مت ہو۔ یہ لو چائے لو اپنی۔"

اسے مطمئن کرنے کو کہتا وہ چائے کا کپ اٹھا کر اسے تھما گیا تھا۔ ابیہا کی نظریں اس کے چہرے پر ہی تھیں۔

"!کل کی چھٹی میں ہر گز کرنے نہیں دوں گا مسز"

گھڑی میں گیارہ کا ہندسہ عبور ہوتے دیکھ کر اس نے شرارتی انداز میں ابیہا سے کہا مگر وہ یک ٹک اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

بس کر دو اس طرح دیکھنا، مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے میں کوئی سولہ سترہ" "___لڑکی ہوں جسے

اس سے پہلے وہ اپنا جملہ مکمل کرتا ابیہا چائے ٹیبل پر رکھتی وہاں سے اٹھ کر چلی گئی تھی۔ باسط نے حیرانگی سے اسے جاتے دیکھا تھا۔ پھر چادر ہٹاتا وہ اسے پیچھے باہر آیا تھا جہاں صوفے پر بیٹھی وہ رونے کا شغل فرما رہی تھی۔

کیا ہو گیا ہے ابیہا! اگر کوئی پریشانی ہے تو شیئر کرو، اس طرح رو کر" "مجھے بھی پریشان کر رہی ہو۔

وہ نرمی سے اسے ساتھ لگائے بول رہا تھا۔ مگر اگلے پل اپنی شرٹ کی حالت پر اس کا دل رونے کا کیا تھا۔

"!میری شرٹ پھر خراب کر دی تم ابیہا"

وہ بے بسی سے بولا تھا۔ابیہا اس سے الگ ہوئی پھر کچھ اشارے کرنے لگی۔

"آپ مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں۔"

اس کے اتنے یقین پر باسط نے تاسف سے سر ہلایا۔

"میں کیوں کچھ چھپاؤں گا۔اب اندر چلو، صبح جلدی اٹھنا ہے۔"

وہ نرمی سے بولتا اسے ساتھ لئے اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔ابیہا نے مزید اس سے کچھ پوچھنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔وہ جانتی تھی باسط کچھ نہیں بتائے گا۔

ابیہا کے سونے کے بعد باسط نے نرمی سے اس کے چہرے پر آئے بال پیچھے کئے تھے۔

چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے باسط انصاری کے دل کے مکین کو پریشانی"
"ہو ایسا کبھی نہیں چاہوں گا میں۔

وہ اسے اپنے حصار میں لئے سوچتا ہوا آنکھیں موند گیا تھا۔یہ تو وقت ہی بتانے والا تھا کہ بات چھوٹی تھی یا بڑی۔

****

"یہ کیا کر رہے ہو شان؟"
مدثر صاحب کمرے میں آئے تو شان کو کمرے کے وسط میں کھڑا دیکھ کر اسے ڈانٹتے ہوئے آگے بڑھے تھے۔

بس کریں پاپا! میں بالکل ٹھیک ہوں۔میں نے ہادی سے بات کر لی"
ہے ہم ابھی کراچی کے لئے نکل رہے ہیں۔وہاں سے بنین کو لے کر ہم
"ہمیشہ کے لئے یہاں سے چلے جائیں گے۔

شان نے ان کو ساتھ لے کر آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"تم ابھی تک مکمل طور پر ٹھیک نہیں ہوئے ہو شان! دشمن ویسے میں تاک میں ہے میں نہیں چاہتا کہ تمہیں کچھ بھی ہو۔"

مدثر صاحب نے اسے روکتے ہوئے کہا۔

"اور بنین کا کیا پاپا؟ اسے ان ظالموں کے پاس چھوڑ دوں؟"

"وہ اپنے شوہر کے پاس ہے شان! اور بالکل محفوظ ہے۔"

مدثر صاحب کے انکشاف پر اس کی گرفت ان کے بازو پر کمزور ہوئی تھی۔

"۔شوـــــہر"

وہ اپنی ہی آواز بہت دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"ہاں شوہر! صمد نے نکاح کیا ہے بنین کے ساتھ اور وہ بہت جلد بنین کو ہمارے پاس لانے والا ہے۔"

کچھ دیر پہلے بنین سے بات کر کر وہ مطمئن ہو گئے تھے اس لئے شان کو بھی پر سکون کرنا چاہتے تھے مگر نہیں جانتے تھے ان کی بات نے کتنی بری طرح اس کا دل توڑا تھا۔

نکاح؟---وہ کیسے کر سکتا ہے بنین سے نکاح پاپا! آپ نے کیسے " ہونے دیا یہ؟---میں مر تو نہیں گیا تھا جو آپ نے بنین کے ساتھ یہ "زیادتی ہونے دی۔

غم و غصے کی کیفیت میں وہ چلایا تھا۔ مدثر صاحب نے حیرانی سے اسکے ری ایکشن کو دیکھا تھا۔

"شان! یہ کیسی باتیں کر رہے ہو تم؟"

مدثر صاحب نے اسے ٹوکا تو اس نے سرخ آنکھوں سے ان کی جانب دیکھا۔

"وہ اس انسان کے ساتھ نہیں رہی گی۔ میں رہنے نہیں دوں گا۔"

وہ حتمی فیصلہ سناتا بنا مدثر صاحب کے روکنے کی پرواہ کئے کمرے سے نکلتا چلا گیا تھا۔

"!شان بیٹا"

ماں کو دیکھ کر اسکے قدم رکے تھے۔وہ ممتا سے بھرپور لہجے میں اس کا نام لیتی اس کے گلے آ لگی تھیں۔

"کب سے ترس رہی ہیں یہ آنکھیں اپنی اولاد کے لئے۔میرا بیٹا ٹھیک ہے ناں؟"

وہ اس کے دونوں ہاتھ چوم کر اس کے ماتھے پر بوسہ دیتی بے تابی سے پوچھ رہی تھیں۔

"!آپ نے کہا تھا بنین میری بہن نہیں ہے ماما"

وہ غیر مرئی نقطے کو دیکھتا ہوا بولا تو عطرت بیگم نے پیچھے ہو کر اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔

آپ کے کہنے پر میں اپنے گھر سے دور رہا، اپنے سگے ماں باپ سے ایسے" ملتا تھا جیسے میں لے پالک ہوں، کیونکہ آپ نے کہا تھا آپ بنین کا اور "میرا مقدر جوڑیں گی۔ تو اب یہ ناانصافی کیوں؟

وہ ٹوٹے دل سے بول رہا تھا، لہجہ شکایتی تھا۔ عطرت بیگم نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا تھا۔ پیچھے سے آتے مدثر صاحب بھی اس کی باتیں سن کر حیرت زدہ رہ گئے تھے۔

وہ تمہیں بھائی مانتی ہے شان! اپنے اور اس کے رشتے کو اس موڑ پر آکر" "----

"میں نے اسے کبھی بہن نہیں مانا، انہوں نے ماننے ہی نہیں دیا تھا۔"

اس ے عطرت کی طرف دیکھتے ہوئے مدثر صاحب کی بات کاٹی تو عطرت بیگم نے اپنی سسکی روکی تھی۔

"---شان! سمجھنے کی کوشش کرو اس کا نکاح"

"کیا بنین کی مرضی شامل تھی اس نکاح میں؟"

شان کا چہرہ سپاٹ ہوا تھا۔ مدثر صاحب خاموش ہو گئے تھے اسے کیا جواب دیتے مگر شان کو اس کا جواب مل گیا تھا۔

"فیصلہ ہو گیا ہے پاپا! میں کراچی جا رہا ہوں بنین کو لینے۔"

وہ بنا ان کی سنے آگے بڑھ گیا تھا۔ عطرت بیگم فرش پر بیٹھ گئی تھیں جنہیں سنبھالنے کے لئے مدثر صاحب بھی ان کے پاس بیٹھ گئے تھے۔ دور جاتے شان کو دیکھ کر انہوں نے کرب سے آنکھیں بند کر کر کھولی تھیں۔

****

"یہ مینو آنٹی کی بیٹی ہے؟"

عطرت کی گود میں چند ماہ کی بنین کو دیکھ کر شان نے سوال کیا تو عطرت نے نفی میں سر ہلایا۔

" ! یہ میری گڑیا ہے شان"

"لیکن ہماری گڑیا تو مر گئی ہے۔"

شان کے معصومیت بھرے سوال پر عطرت نے اپنے آنسوؤں کو بہنے "

سے روکا تھا۔

"! اللہ نے ہمیں گڑیا کے بدلے یہ گڑیا دی ہے شان"

عطرت نے بھرائی آواز میں کہا تو شان نے جھک کر بنین کا چہرہ دیکھا۔

یہ پیاری ہے ماما! اب یہ ہمارے ساتھ رہے گی نا؟ وہ گندے انکل"

"اسے نہیں ماریں گے ناں؟

وہ سختی سے بنین کا ہاتھ تھامے پوچھ رہا تھا جب بنین کے رونے پر

عطرت نے اس سے اس کا ہاتھ چھڑوایا۔

میں اسے کچھ نہیں ہونے دوں گی، بڑے ہو کر تمہیں اس کی حفاظت "

کرنی ہے شان! میں اسے بیٹی بنا کر پالوں گی کبھی اسے پتا نہیں چلنے دوں

گی کہ اس کی پہچان کیا تھی، یہ ہمیشہ میرے پاس رہے گی۔اپنی ماما سے وعدہ کرو ماما جو کہے گی وہی کرو گے ؟"

وہ شان سے بات کر رہی تھیں جسے ان کی بات زیادہ تو سمجھ نہیں آئی تھی مگر وہ حامی بھر چکا تھا۔

"بچپن کی باتیں کچے ذہن پر پکے نقش چھوڑتی ہیں جس کے نتائج کا اندازہ کوئی بھی نہیں لگا سکتا عطرت !کاش تم مجھ سے ایک بار یہ سب شیئر کر لیتی۔ ہم بہت پہلے اس معاملے کو نبٹا لیتے۔میرا بیٹا ساری زندگی امتحان دیتا آیا ہے اور اب بھی خالی ہاتھ رہ جائے گا تو کیسے برداشت کرے گا۔"

ماضی میں لیا ایک وعدہ عطرت بیگم کو آج پچھتاوے میں ڈال گیا تھا۔مدثر صاحب بھی بے بس تھے۔

چلو اب ہمیں شان کو بھی سنبھالنا ہے۔وہ کچھ الٹا سیدھا نہ "

"کر دے۔پھر وہ ملک تراب جیسا سانپ ابھی تک زندہ ہے۔

مدثر صاحب نے نفرت سے ملک تراب کا ذکر کیا تھا۔عطرت بیگم خود کو سنبھالتی ان کے ساتھ کھڑی ہوئی تھیں۔انہیں سب نہ سہی کچھ تو ٹھیک کرنا تھا۔

****

"ایک بات پوچھوں تم سے؟"

ہادی کام کا کہتا گھر سے نکلا تو مراد سیدھا عروسہ کے پاس آیا تھا۔

"پوچھو۔"

کپڑوں کی تہہ لگاتی عروسہ نے مصروف انداز میں کہا تو مراد اس کے ہاتھ سے کپڑے لے کر ایک جانب رکھ کر اس کے سامنے بیٹھ گیا۔

"تم ہادی کو پسند کرتی ہو؟"

اس کے اتنے ڈائریکٹ سوال پر عروسہ سٹپٹائی تھی۔

"یہ کیسا سوال ہے؟ ہٹو سامنے سے مجھے کام کرنا ہے۔"

وہ نظریں چراتی اس کے پاس سے گزر کپڑے اٹھانے لگی تو مراد نے اسے روکا۔

"ہم دوست ہیں عروسہ! دوست ہونے کے ناطے تم مجھے اپنی دل کی بات بتا سکتی ہو۔"

مراد نے نرمی سے پوچھا جبکہ عروسہ بے چینی سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی۔

"وہ نہیں ہے یہاں عروسہ!"

مراد نے اس کی مشکل آسان کی تھی۔

"مراد---وہ---"

عروسہ نے کچھ کہنے کی کوشش کی مگر وہ الفاظ نہیں اکھٹے کر پا رہی تھی۔

"یہاں بیٹھو تم۔ بالکل ریلیکس ہو کر بتاؤ۔"

" ! مجھے وہ بالکل اچھا نہیں لگتا مراد"

گہری سانس لے کر اس نے یک دم ہی ایک جملہ ادا کیا تھا جسے سن کر مراد کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔

****

ہادی بائیک اسٹارٹ کر رہا تھا جب جمال صاحب جو کچھ سامان لے کر واپس آ رہے تھے ان کی نظر ہادی پر پڑی۔

"کیسے ہو بیٹا! اور حوریہ کیسی ہے؟"

انہوں نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھتے ہوئے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے انکل! شادی ٹھیک سے ہو گئی؟"

وہ موؤدب ہوتا ان سے بات کر رہا تھا۔

اللہ کا شکر ہے سب اچھے سے ہو گیا۔ تم چلو میرے ساتھ، شارق بھی"
"آیا ہوا ہے اس سے مل لینا۔

وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ گھر کے اندر لے آئے تھے۔ وہ چاہ کر بھی انہیں نہیں بتا سکتا تھا کہ وہ حوریہ کے پاس ہاسپٹل جا رہا تھا۔

"ابا! آپ کو اماں حضور کچن میں بلا رہی ہیں۔ "

دانت برش کرتی لمظ نے جمال صاحب سے کہا تو انہوں نے ہاتھ میں موجود سامان کو دیکھا اور ہاں میں سر ہلایا۔

لمظ بچے ہادی کو شارق سے ملوا کر لاؤ، میں تمہاری ماں کو ناشتے کا بولتا"
"ہوں۔

جمال صاحب کہہ کر کچن کی جانب بڑھ گئے تھے جب لمظ نے تیزی سے منہ صاف کیا تھا۔ ہادی جو جمال صاحب کے کچن میں جاتے ہی جانے کے مڑ گیا تھا لمظ بھاگ کر اس کے سامنے آئی تھی۔

کہاں کی سواری پکڑ رہے ہیں آپ؟میرے شوہر نامدار کے دیدار تو"
"کرتے جائیں۔

لمظ نے شرارتی انداز میں کہا تو ہادی نے جبرا مسکراتے ہوئے نفی میں
سر ہلایا۔

"میں پھر کبھی مل لوں گا ابھی مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔"

ہادی نے موبائل کی بیپ پر دھیان دیتے ہوئے کہا۔

آپ غالبا اسی کام سے آئے تھے اور یوں بنا ملے چلے گئے تو میں ابا کو کیا"
کہوں گی؟میرے پاس تفتیش بھگتنے کا وقت نہیں ہے اسلئے چلیں
"میرے ساتھ۔

وہ اس کی شرٹ کا بازو کھینچتی ہوئی ساتھ لے جانے لگی تو ہادی نے اس
کے سر پر چپت لگائی۔

"کیوں بلاوجہ ضد کر رہی ہو۔میں کہہ رہا ہوں نا ضروری کام ہے۔"

ہادی نے اسے ڈپٹا تو لمظ نے شاکی نظروں سے اسے دیکھا، تبھی اس کی نظر سیڑھیاں کے بیچ و بیچ کھڑے شارق پر پڑی جو ہادی کو گھور کر دیکھ رہا تھا۔ لمظ نے اس کے تاثرات کو خود سے نام دیتے ہوئے ہادی کی جانب دھیان دیا۔

"آپ کو نہیں لگتا آپ کچھ زیادہ ایٹی ٹیوڈ دیکھا رہے ہیں؟"

آئی بروا چکاتے اس نے دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے پوچھا۔ ہادی نے اکتا کر گہری سانس لی تھی پھر جبرا مسکرا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"دیکھو لمظ! اس وقت میں بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں پلیز مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ ہر وقت سر پر سوار مت ہو جایا کرو۔ میرا جانا ضروری ہے اور اس کام سے تو بہت ضروری ہے۔ میں تمہارے ساتھ فضول میں بحث کر کر وقت برباد نہیں کر سکتا۔"

لہجے میں چاشنی سموئے اس نے بات شروع کی تھی جب آخر تک وہ کوفت سے اس کے سامنے ہاتھ جوڑ چکا تھا۔لمظ نے فوراہی رونے والا چہرہ بنایا تھا۔چہرہ جھکا کر سوں سوں کی آواز نکال کر اپنے رونے کا ثبوت دیا تھا۔

"!!ارے! میں مذاق کر رہا تھا۔سوری"

لمظ کا یہ ری ایکشن متوقع نہیں تھا وہ اس کے رونے پر ہی بوکھلا گیا تھا۔اس نے فوراکان پکڑے تھے مگر اس کے سر نہ اٹھانے پر ہاتھ آگے بڑھایا تھا اس سے پہلے وہ اس کا ہاتھ لمظ کے کندھے تک پہنچتا شارق نے آگے آتے ہوئے لمظ کا رخ اپنی جانب کیا تھا۔

"تم رو کیوں رہی ہو؟"

شارق نے پریشانی سے پوچھا تو لمظ نے ہلکا سا چہرہ اٹھایا اور دانت پیستے اسے گھورا تھا۔شارق اپنی غلطی سوچ کر رہ گیا تھا۔

"لمظ! یہ کون ہے؟"

ہادی نے تفتیشی انداز میں پوچھا۔وجہ صرف لمظ کا موڈ بحال کرنا تھا ورنہ وہ جان گیا تھا کہ یہی شارق ہو گا۔

پتا نہیں!۔۔۔سارا موڈ خراب کر دیا۔ابھی تو آپ سے ہاتھ جوڑ کر """ "اصل والی معافی منگوانی تھی۔

وہ افسوس سے کہتی پلٹ گئی تھی۔شارق کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا جبکہ ہادی نے کڑی نظروں سے شارق کو دیکھا تھا۔

تم شاید اس کے شوہر ہو۔میری بہن کو کوئی تکلیف مت دینا ورنہ" "۔۔۔آگے تم بہتر جانتے ہو۔

ہادی اس کا کندھا تھپتھپا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔شارق نے تاسف سے سر ہلایا تھا۔

"ایک اور بھائی۔۔۔"

شارق نے پریشانی سے اپنا ماتھا سہلایا تھا۔پھر لمظ کے پیچھے آیا۔

"لمظ! رکو۔۔"

وہ تیزی سے بھاگتا اس کے آگے آیا تھا۔

"وجہ؟"

لمظ نے سختی سے پوچھا۔

"میں نے اب تو کچھ نہیں کیا لمظ! پھر یہ تلخی؟"

شارق کے دکھی لہجے پر لمظ نے اسے گھورا۔

"!ابھی کچھ دیر پہلے آپ مجھ پر شک کر رہے تھے مسٹر شارق حیدر"

لمظ نے غصے سے کہا تو شارق نے نفی میں سر ہلایا۔

شک نہیں کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔وہ۔۔۔۔۔(وہ ہچکچایا"

"تو لمظ نے کوفت سے دیکھا) جیلس ہو رہا تھا۔

اس نے معصومیت سے اپنی بات پوری کی تو لمظ کی آنکھیں بڑی ہوئی تھیں۔شارق اس کے حیران ہونے پر مسکرایا۔لمظ اسے مسکراتے دیکھ کر مسکرائی مگر اگلے ہی پل سنبھل کر سنجیدہ ہوتی اسکے پاس سے گزر گئی تھی۔شارق.اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا تھا۔

ابھی وہ کچن کے قریب ہی گئی تھی جب اس کے ابا ایک سرسری نظر اس پر ڈال کر اسکے پاس سے گزر گئے تھے۔ان کے پیچھے ہی شاہینہ بیگم بھی باہر آئی تھیں۔جو اس کے پیچھے آتے شارق کو دیکھے بنا اس کا کان پکڑ چکی تھیں۔

"کیا ہے اماں! صبح صبح اتنا پیار کیوں جاگ رہا ہے؟"

لمظ نے کان چھڑوانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا جب کہ شارق تو اس سچویشن میں بوکھلا ہی گیا تھا۔

شرم نہیں آتی تجھے آدھی رات کو شوہر کو فون کر کر پڑھائی میں مدد" کے لئے بلاتے ہوئے، وہ بے چارہ سارا دن کا تھکا ہوا تھا تو نے اسے آرام "بھی نہیں کرنے دیا۔

شاہینہ بیگم اسے لتاڑ رہی تھیں جبکہ شارق اپنی پول کھلنے پر الٹے قدم لے چکا تھا مگر قسمت شاید آج دونوں کے مخالف تھی جو شاہینہ بیگم نے اسے دیکھ لیا تھا۔ وہ لمظ کا کان چھوڑ کر مسکراتے ہوئے اسے پکار بیٹھیں۔

"شارق بچے! آجاؤ میں ناشتہ لگواتی ہوں۔"

وہ لمظ کو گھورتی شارق کو زبردستی اپنے کچن میں لے آئی تھیں۔

"وہاں کیا کھڑی ہے ناشتہ لگا اپنا بھی اور شارق کا بھی۔"

وہ پھر سے اسے ڈپٹ کر بولتی شارق کے سر پر محبت سے ہاتھ رکھ کر کچن سے نکل گئی تھیں۔ کچن میں رکھی چھوٹی سی ٹیبل جس کے آس پاس دو کرسیاں رکھی تھیں جن میں سے ایک پر شارق بیٹھ چکا تھا۔ لمظ

خاموشی سے ناشتہ لگا کر اسکے سامنے بیٹھی تو لمظ کے چہرے پر سنجیدگی دیکھ کر شارق نے مسکرانے کی کوشش کی۔اچانک لمظ اس کی جانب جھکی تو شارق پیچھے ہونے لگا مگر لمظ اس کے شرٹ پکڑ چکی تھی۔اس نے اس کی شرٹ گردن سے نیچے کی تو شارق نے اسکا ہاتھ پکڑا۔

"!ک۔۔۔ک۔کیا۔۔۔کر رہی۔ہو۔۔لمظ"

ٹوٹ پھوٹ کر لفظ ادا کرتا وہ اس وقت لمظ کافی سہما ہوا لگا تھا۔

تمہارا دل دیکھ رہی ہوں،جتنے تم جھوٹ بولتے ہو اب تک تو کالا سیاہ"

"ہو چکا ہو گا۔

وہ ٹھنڈے لہجے میں طنز کرتی اس کی شرٹ چھوڑ کر پیچھے ہوئی تھی۔شارق اس کا طنز سن کر شرمندہ ہو گیا تھا۔

بیوی کے پاس رہنے کے لئے جھوٹ بولا جائے تو وہ بھی جھوٹ میں"

"کاؤنٹ ہوتا ہے۔

شارق نے معصومیت سے پوچھا تو لمظ نے بریڈ کا ٹکڑا اس کے منہ میں ڈال دیا۔

"میں مزید بحث کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

وہ دوٹوک کہتی ناشتہ کرنے لگی تھی جبکہ شارق تو اسکے بریڈ کھلانے پر خوشی سے پھیل کر بیٹھ گیا تھا۔ وہ اسکے ساتھ بیٹھی تھی اس کے لئے اس وقت یہی بہت تھا۔

****

ایک منٹ ذرا! تمہارا جملہ تمہارے چہرے کے تاثرات سے میل" نہیں کھا رہا۔ تم کہہ رہی ہو تمہیں وہ اچھا نہیں لگتا لیکن وہ یہاں نا ہو تو "تمہارا دل بھی نہیں لگتا۔

مراد نے تفتیشی انداز میں پوچھا جب ہادی واپس گھر میں داخل ہوا تھا۔ وہ والٹ بھول گیا تھا جو یاد آتے ہی وہ واپس گھر آیا تھا۔

"! مجھے تنگ نہ کرو مراد"

عروسہ نے مزید چڑتے ہوئے کہا۔

"میں کہاں تنگ کر رہا ہوں، سیدھا سا سوال پوچھا ہے اگر ہادی پسند ہے بتاؤ تاکہ میں ایک دوست ہونے کے ناطے اسے پرکھ سکوں تمہارے لیے۔"

کیا پرکھنا ہے تمہیں؟ دیکھائی تو دیتا ہے جیسا وہ ہے۔ چھچھوندر ہے"

"ایک نمبر کا۔

اپنی تعریف پر جہاں ہادی نے آئی برو اچکائی تھی وہیں مراد پیٹ پکڑ کر ہنستا چلا گیا۔

مجھے نہیں معلوم تھا تم اسے اتنے اچھے سے جانتی ہو۔ کافی اچھی"

"آبزرویشن ہے تمہاری۔

مراد نے ہنستے ہوئے اسے داد دیتے ہوئے کہا تو عروسہ نے اسے گھورا۔

"تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس پر ہنسنے کی۔"

وہ آگے بڑھ کر اس کے بال نوچ چکی تھی۔ مراد مدد کے لئے چلانے لگا تھا۔

عزت کیا کرو اس کی، سمجھے بہت خاص دوست ہے وہ میرا بلکہ دشمن"

"ہے پکے والا۔

وہ اس کے نوچتی وارننگ دے رہی تھی ہادی کے چہرے پر مسکراہٹ آئی تھی۔ اس نے آگے بڑھ کر عروسہ سے مراد کے بال چھڑوائے تھے تھے پھر انہیں حیران چھوڑ کر اپنے پورشن کی جانب بڑھ گیا تھا البتہ چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"اس نے سب سن لیا۔"

عروسہ کے ہاتھ پہلو میں گرے تھے۔

"دیکھ بھی لیا۔"

مراد نے منہ بسورا تھا پھر اپنے بال صحیح کرنے لگا۔

"سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔"

مراد کے کمر میں مکا مار کر وہ واک آؤٹ کر گئی تھی۔ مراد اپنی پیٹھ سہلاتا درد سے کراہ کر رہ گیا تھا۔

"تم کیا سوچتے ہو عروسہ کو لیکر؟"

ہادی بائیک کی کی چین انگلی میں گھماتا آیا تو مراد نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یہی کہ وہ یہاں ہمیشہ کے لئے آئی ہے۔"

ہادی اترا کر کہتا دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔ اس کے جاتے ہی مراد نے گہری سانس لی تھی۔

"اچھے دوست ہونے کا ثبوت دے مراد! اب عروسہ کی زندگی میں صرف خوشیاں آنی چاہیئے۔"

مراد نے تہیہ کرتے ہوئے کہا اور اوپر کی جانب چل دیا۔

****

لمظ ناشتے کے بعد کمرے میں آئی تو اس کا فون بج رہا تھا۔ابیہا کا فون دیکھ کر اس نے کال اٹھائی۔

"کیا بات ہے محترمہ کیوں کل سے وبالِ جان بنی ہوئی ہو۔صرف یہی تو کہا ہے باسط بھائی کا خیال رکھنا بس۔۔اس میں اتنی تفتیش کی کیا ضرورت ہے؟"

لمظ نے اکتاتے ہوئے کہا،دوسری جانب اسے سسکیاں سنائی دیں اس نے اچنبے سے فون کو دیکھا۔

"رو کیوں رہی ہو سب ٹھیک ہے ناں اور باسط بھائی؟"

لمظ پریشانی سے پوچھنے لگی مگر کال کٹ ہو گئی تھی۔دوبارہ کال کرے پر ابیہا نے فون نہ اٹھایا تو مزید پریشان ہو گئی تھی۔بار بار کوشش کے باوجود جب کال پک نہ ہوئی تو اس نے باسط کو فون ملایا مگر اس کا نمبر بند

جارہا تھا۔وہ حواس باختہ ہو چکی تھی۔اس سے پہلے وہ کمرے سے نکلتی اس کے ذہن میں نوریہ بیگم کا خیال آیا اس نے اگلا نمبر ان کا ملایا تھا۔

"امی! آپ پلیز جا کر ابیہا اور باسط بھائی کو دیکھیں، وہ میرا فون نہیں اٹھا رہے۔پلیز انہیں دیکھیں وہ ٹھیک ہیں ناں؟"

لمظ کا لہجہ بتا رہا تھا وہ کسی بھی پل رو دے گی۔

"لمظ بیٹا! پریشان مت ہو، میں چلی جاتی ہوں ان کی طرف۔ہو سکتا ہے بزی ہوں اس لئے فون کیجانب دھیان نہ گیا ہو۔"

نوریہ بیگم نے اسے ریلیکس کرنے کی خاطر کہا تو لمظ نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں امی! ابیہا کل سے باسط بھائی کی طبیعت خرابی کا پوچھ رہی تھی۔اب بھی وہ رو رہی تھی، میں کب سے کال کر رہی ہوں مگر وہ اٹھا ہی نہیں رہی۔آپ جانتی ہیں ناں وہ کتنی پاگل ہے، پلیز دیکھیں باسط

بھائی ٹھیک ہیں ناں، وہ کچھ نہیں جانتی ان کی سرجری کے بارے

"میں۔

لمظ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا جو بار بار بہہ رہے تھے۔

میں جا رہی ہوں بچے! تم رونا بند کرو۔ میں جا کر تمہاری بات کرواتی"

"ہوں۔

نوریہ بیگم پریشان ہوتی اسے تسلی دے کر فون بند کر چکی تھیں۔ لمظ نے اپنا سر پکڑا تھا جب شارق نے اسے پکارا تھا۔ وہ جھٹکے سے مڑی تھی۔

****

وہ ملک تراب سے ملنے کے لئے آیا تھا۔ گارڈ نے اس کے لئے دروازہ کھولا تو وہ اندر داخل ہوا۔ سامنے ہی اس کی نظر ملک تراب علی پر پڑی جو ایل ای ڈی سکرین پر چلتے منظر کو دیکھ رہے تھے۔ اسکے چہرے پر تمسخر

بھری مسکراہٹ آئی۔وہ ایک صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا سگریٹ سلگا گیا تھا۔

"کہیے گرینڈ پا! کیوں یاد کیا اس ناچیز کو؟"

اس کا لہجہ مذاق اڑاتا محسوس ہوا تھا۔ملک تراب نے ایک خونخوار نظر اس پر ڈالی تو قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔

کم آن گرینڈ پا! اب اتنا بھی کیا روگ لگانا۔ایک معمولی انسان ہی تھے"

"کب تک زندہ رہتے؟

سگریٹ کا دھواں ہوا میں اڑاتے ہوئے بابر نے کبھی انہیں کا کہا جملہ ان کے سامنے دہرایا تو ملک تراب نے ٹیبل سے کانچ کی بوتل اٹھا کر بابر کے قدموں میں پھینکی۔بابر نے ہاتھ میں پکڑی سگریٹ نیچے پھینکی تو یک دم آگ ابل پڑی تھی۔ملک تراب علی کا چہرہ متحیر ہوا تھا جبکہ بابر کی آنکھیں سرخ ہوتی اس کے غصے کا پتا دے رہی تھیں۔

بابر نے اب ڈرنا چھوڑ دیا ہے گرینڈ پا! اب سب کو بابر سے ڈرنا"

"ہے۔

آگ کی شعلوں کے درمیان نظر آتا بابر کا چہرہ ملک تراب علی کو ایک پل کے لئے خوفزدہ کر گیا تھا۔ تبھی دو نوکر کمرے میں داخل ہوئے تھے انہوں نے آگ کو بجھا کر فورا سے پہلے ساری جگہ صاف کی تھی جبکہ بابر ریلیکس انداز میں بیٹھا سامنے چلتی ویڈیو دیکھ رہا تھا جس میں ملک اشفاق کی بھیانک موت کا منظر چل رہا تھا۔

آپ کو نہیں لگتا آپ کے بیٹے کی موت آسان تھی؟ مطلب دیکھیں"

"ناں چہرہ تو بالکل صحیح سلامت ہے۔

بابر نے افسوس بھرے لہجے میں کہا تو ملک تراب نے مٹھیاں بھینچیں۔

"وہ باپ تھا تمہارا، تمہیں ذرا بھی افسوس نہیں ہے؟"

افسوس؟---وہ بھی ایک درندے کے لئے؟کیسی باتیں کرتے ہیں"
آپ، خیر میں یہاں یہ سب باتیں کرنے نہیں آیا۔جس کام سے بلایا
"ہے وہ بتائیں۔

بابر کا انداز بے زاری لئے ہوئے تھا۔

وہ لڑکی حویلی میں ہے، میں صمد کو بلوا رہا ہوں یہاں، وہ لڑکی زندہ نہیں"
بچنی چاہیئے۔اس لڑکی کی منحوسیت کی وجہ سے میرا نقصان پر نقصان
"ہو رہا تھا۔

ملک تراب علی کروفر سے بولے تو بابر نے سمجھنے والے انداز میں سر
ہلایا۔

"---- کام ہو جائے گا مگر"

اس سے پہلے وہ اپنا جملہ مکمل کرتا ملک تراب نے ایک فائل اس کے"
سامنے ٹیبل پر پھینکی۔

"وہ حویلی تمہاری ہوئی۔"

حویلی کے کاغذات دیکھ کر بابر ہنستا ہوا انہیں لئے وہاں سے چلا گیا۔اپنی کار میں بیٹھ کر بابر نے ان کاغذات کو دیکھا تھا۔اپنی ماں پر ہوا ہر ظلم اسے ان کاغذات میں نظر آرہا تھا۔وہ ڈیش بورڈ پر فائل پھینکتا اپنے فون سے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

"حویلی پر حملہ کر دو۔نام و نشان باقی نہیں رہنا چاہیئے۔"

وہ نفرت بھرے لہجے میں بولا تھا پھر فون بند کر کر اپنی کار چلا کر آگے بڑھ گیا۔

****

بنین فریش ہو کر واشروم سے باہر آئی تو کمرے کو خالی پایا۔وہ آئینے کے سامنے کھڑی خود کو دیکھ رہی تھی۔صمد کی باتیں ذہن میں گونج رہی تھیں۔وہ اس کی مدثر صاحب سے بھی بات کروا چکا تھا۔صمد کو لے کر

جو تلخی اس کے اندر تھی وہ ختم ہو چکی تھی۔ صمد کا اظہار کرنا بنین کے چہرے پر مسکراہٹ لے آیا تھا۔ تبھی صمد کمرے میں آیا تھا۔ اسے اس طرح مسکراتے دیکھ وہ شعر پڑھتا اس کے بالکل پیچھے آکر رکا تھا۔

شہرِ بے رنگ میں کب تجھ سا نرالا کوئی ہے
تجھ کو دیکھوں تو لگے عالمِ بالا ہے کوئی
کبھی گل ہے، کبھی خوشبو، کبھی سورج، کبھی چاند
حسنِ جاناں! ترا اپنا بھی حوالہ کوئی ہے؟

اشعار سن کر بنین چونک کر مڑی، پھر صمد کو مسکراتے دیکھ کر اس نے آئی برو اچکائی۔

"کچھ کہا تم نے؟"

اس نے انجان بنتے ہوئے پوچھا تو صمد نے نفی میں سر ہلایا۔ انداز شرارتی تھا۔ بنین خفگی سے رخ موڑ گئی تھی۔

"کبھی سوچا نہیں تھا تمہارے لئے ایسے فلینگ بھی پیدا ہو جائیں گی۔"

اس نے بنین کے کندھوں ہر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا تو بنین نے آئینے میں سے اسے گھورا۔

"زبردستی تو نہیں کسی نے تمہارے ساتھ۔"

تڑک کر جواب دیتی وہ بھرپور ناراضگی کا اظہار کر چکی تھی۔ صمد نے اس کا رخ اپنی جانب کر کر اسے ڈریسنگ ٹیبل پر بیٹھایا۔ اپنی پاکٹ سے کنگن نکال کر اس نے بنین کے ہاتھ میں ڈالے۔

"زبردستی ہی تو اس دل میں آئی ہو تم۔"

اس نے اسکا ہاتھ اپنے دل پر رکھا تو بنین اس کے دھڑکتے دل کی دھڑکن محسوس کرتی ساکت ہوئی تھی۔

"صمد!---"

اس نے دھیرے سے اسکا نام لیا تھا۔

"!ہمم"

سرگوشی میں جواب دیتا آگے ہوا تھا۔

میرا دل گھبرا رہا ہے۔اچانک سے سب اچھا ہو جانا---مجھے سمجھ نہیں"

"آرہا کیا کہوں مگر ایسا لگ رہا جیسے کچھ برا ہونے والا ہے۔

اس کے دل پر رکھے ہاتھ سے وہ اس کی شرٹ جکڑتی ہوئی بولی تھی۔صمد نے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"ابھی تو سب ٹھیک ہونا شروع ہوا ہے اب کچھ برا نہیں ہو گا۔"

وہ اسے تسلی دے رہا تھا جب اسے گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی۔بنین نے سہم کر اس کا چہرہ دیکھا تھا۔صمد جانے لگا تو بنین نے اسے روکا۔

"مت جاؤ۔"

وہ رونے کے قریب تھی۔صمد نے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ تھاما تھا۔

"!میں یہی ہوں بنین"

وہ نرمی سے بول رہا تھا مگر باہر سے آتی مسلسل آوازیں اس کی تسلی کو ضائع کر رہی تھیں۔ تبھی اس کا سیل رنگ ہوا۔ وائس ریکارڈنگ اسے بھیجی گئی تھی۔ صمد نے ریکارڈنگ پلے کی تھی۔

"وہ لڑکی حویلی میں ہے، میں صمد کو بلوا رہا ہوں یہاں، وہ لڑکی زندہ نہیں بچنی چاہیئے۔ اس لڑکی کی منحوسیت کی وجہ سے میرا نقصان پر نقصان ہو رہا تھا۔"

اپنے دادا کی آواز سن کر اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں تھیں جبکہ بنین نے بے یقین نظروں سے صمد کو دیکھا تھا جو اب فون کال ملا رہا تھا۔

"پولیس کو اطلاع کرو، حویلی پہنچو جتنا جلدی ہو سکے۔"

بنین کا ہاتھ پکڑے وہ دوسرے ہاتھ سے اگلا فون ملا رہا تھا۔

"اگر بنین کو کھروچ بھی آئی تو میں تمہارا نام و نشان مٹا دوں گا۔"

وہ غصے سے بولا رہا تھا جب دوسری جانب بابر ہنسا تھا۔

"پہلے خود کو بچاؤ، اس کے بعد دھمکیاں دینا۔"

بابر نے تمسخر اڑاتے ہوئے کہا اور فون کاٹ دیا۔ صمد بنین کو چادر سے کور کر کر اپنے ساتھ دروازے تک لایا تھا۔ اس نے ذرا سا دروازہ کھول کر باہر جھانکا تو اس کی آنکھوں میں حیرت ابھری۔ نقاب پوش اسلحے سے لیس لوگ مسلسل فائرنگ کر رہے تھے مگر ساتھ ساتھ ملازموں کو بھی باہر جانے دے رہے تھے سوائے چند کے جنہیں پلر سے باندھا جا رہا تھا۔ صمد نے غور کیا تو یہ وہی ملازم تھے جو تہہ خانے کے پہرے دار تھے۔ اس نے دروازہ بند کر کر دوبارہ بابر کو فون ملایا تھا۔

"یہاں کیا ہو رہا ہے بابر؟"

بابر کے فون اٹھاتے ہی صمد نے سوال کیا۔ جب کہ سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھے بابر نے سگریٹ کا ایک لمبا کش لیا تھا۔

کچھ لوگ اور کچھ جگہیں عبرت کا نشان بنی چاہیئے تاکہ ان کا ظلم اور"
"ان کا انجام آنے والی نسلوں تک یاد رہے۔

بابر کی کھوئی ہوئی آواز ائیر پیس میں گونجی تھی۔صمد کی آنکھ سے آنسو نکلا تھا جسے اس نے حیرت سے دیکھا تھا۔

"! صمد"

بنین نے اسے سٹل کھڑے دیکھ کر جھنجھوڑا تو اس نے فون کی جانب دیکھا جو ایک بار پھر کٹ ہو گیا تھا۔

"چلو۔"

وہ آنسو صاف کرتا بنین کو ساتھ لئے کمرے سے باہر نکلا تھا۔کسی نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔وہ بنین کے ساتھ حویلی سے باہر آ گیا تھا۔وہ کار میں اسے بیٹھا کر حویلی سے دور لے جا رہا تھا پیچھے حویلی کو آگ لگائی جا رہی تھی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے صمد؟"

بنین نے پریشان ہوتے ہوئے پوچھا۔

نفرت کا کھیل ہے بنین! ہم نے اسے ایسا بنا دیا اور اب میں پچھتا رہا" ہوں۔ کاش میں نے اس کے لئے آواز اٹھائی ہوتی، کاش میں نفرت

"بھول کر ایک بھائی بن جاتا۔

کار روکتا وہ سٹرینگ پر سر رکھے رو دیا تھا۔ بنین منہ پر ہاتھ رکھے اسے روتا دیکھ رہی تھی۔

****

ہادی حوریہ کو گھر لے آیا تھا۔ وہ بالکل خاموش تھی۔ عروسہ کو ہادی نے پوری بات نہیں بتائی تھی بس اس کی طبیعت خرابی کا بتایا تھا۔ وہ اس کا حال پوچھنے کے لئے اس سے ملنے آئی تھی مگر اس نے زیادہ بات نہیں کی تھی۔

"!بات سنو چھوچھوندر "

ہادی حوریہ کے سوپ لے جانے لگا تو عروسہ نے اسے روکا۔

"!بولو چڑیل"

اسی کے انداز میں بولتا وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔

"بدتمیز!---(وہ زیرِلب بڑبڑائی تھی۔)حوریہ کو کیا ہوا ہے؟ بخار کی وجہ سے کوئی بولنا تو نہیں چھوڑتا۔مجھے وہ ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

عروسہ کے لہجے میں حوریہ کے لئے فکر تھی۔

"انکل کے گھر کچھ ڈاکو آ گئے تھے،بس اسی واقعے سے سہمی ہوئی ہے۔تم فکر نہ کرو جلد صحیح ہو جائے گی۔"

آدھی بات بتا کر اس نے عروسہ کو مطمئن کر دیا تھا۔

"میں اس کی پسند کی بریانی بنواتی ہوں دادی سے۔وہ خوش ہو جائے گی۔"

اس کے بنائے سوپ پر ایک طنزیہ نظر ڈالی وہ پر جوش ہو کر بولتی سیڑھیوں کی جانب بڑھی تھی جب ہادی نے اسے روکا۔

"تم بھی خوش رہا کرو۔"

ہادی نے مسکراتے ہوئے کہا عروسہ نے اسکے بدلے انداز پر سٹپٹا کر ادھر ادھر دیکھا۔

"!چالاک چڑیل"

ہادی نے اس کے شرمانے، گھبرانے پر چوٹ کرتے ہوئے اسے چھیڑا تھا۔

"!بدتمیز!لومڑ"

وہ پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔دروازے کی جانب دیکھتی حوریہ ان دونوں کو دیکھ کر بہت کچھ سمجھ گئی تھی۔اس نے کرب سے آنکھیں بند کی تھیں۔

"بھائی! کوئی اور بھی رہتا ہے یہاں؟"

حوریہ نے خود کو بہتر دیکھانے کے لئے سوال پوچھا تھا۔

ہاں! اس چڑیل کا دوست ہے۔اب نہیں رہے گا میں نے اسے جانے"

"کا کہا ہے۔

وہ نرمی سے بول رہا تھا۔ سوپ کا باؤل اس کے ہاتھ میں رکھا تھا۔

"اسے ختم کرو میں ایک فون کر کر آتا ہوں۔"

وہ مسکرا کر کہتا اپنا فون ٹیبل سے اٹھا کر کمرے سے باہر نکل آیا

تھا۔ حوریہ نے اپنے فون کی جانب دیکھا۔وہ یک ٹک اپنے فون کو دیکھ

رہی تھی جب اندھا دھند مراد کمرے میں داخل ہوا تھا۔

سب پاگل ہے یہاں۔اتنے دن سے میں اجنبی نہیں تھا مگر اچانک"

"سے دورہ پڑ گیا ہے اجنبیوں سے فاصلے کا۔

وہ غصے سے بولتا اپنا بیگ اٹھا کر پلٹا تو بیڈ پر بیٹھی حوریہ کو دیکھ ٹھٹھکا۔اس نے فورا دروازے کی جانب دوڑ لگادی تھی مگر سامنے سے آتے ہادی سے ٹکرا کر اتنی ہی بری طرح زمین بوس ہوا تھا۔اس کی حالت پر حوریہ کا قہقہہ بے ساختہ تھا جبکہ مراد اور ہادی ایک دوسرے کو خونخوار نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

****

"لمظ! کیا ہوا ہے باسط کو؟ کونسی سرجری کی بات کر رہی تھی تم؟" وہ لمظ سے پوچھ رہا تھا جب وہ اسے جواب دیئے بنا جانے لگی اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے سامنے کھڑا کیا۔

"میں کچھ پوچھ رہا ہوں لمظ؟ کونسی سرجری؟"

وہ اپنے الفاظ پر زور دیتا پوچھنے لگا۔اس کے دل میں ایک خدشہ ابھرا تھا کہ جو وہ سوچ رہا ہے وہ سچ نہ ہو۔اگر وہ سچ ہوا تو شارق حیدر اپنے غرور کے چلتے بہت بری طرح منہ کے بل گرے گا۔

پھوپھو کا کڈنی ٹرانسپلانٹ باسط بھائی کی بدولت ہوا تھا۔لیکن "ٹرانسپلاٹ کے بعد باسط بھائی کو ہلکی سی بھی بیماری بری طرح افیکٹ کرنے لگی ہے۔"

لمظ نے اپنے آنسو روکتے ہوئے اسے بتایا تو شارق کے ہاتھ سے اس کا ہاتھ چھوٹا۔وہ دو قدم پیچھے ہوا تھا۔

اس کے ذہن میں وہ دن گھوم گیا تھا جب وہ چار دن ماں سے ناراض رہ کر گھر واپس لوٹا تھا۔نوریہ بیگم کے ہاسپٹل میں ہونے کی اطلاع سن کر وہ بھاگا بھاگا ہاسپٹل پہنچا تھا جہاں اس نے باسط کو کاریڈور میں دیکھ کر نفرت سے اس کا گریبان پکڑا تھا۔

میری ماں کی ساری محبت تو چھین لی ہے تم اب میری ماں کو بھی چھیننا" چاہتے تھے تم؟ میری ماں ہاسپٹل میں ہے اور مجھے بتانا گوارہ نہیں کیا "گیا۔

وہ باسط جو پیچھے دھکیل نوریہ بیگم کے کمرے کی جانب بڑھا تھا جہاں کھڑے ڈاکٹر سے اس نے ساری بات پوچھی تھی۔دوسری جانب باسط لڑکھڑا کا سنبھلا تھا مگر زخم تازہ ہونے کی صورت میں اسے چہرے پر تکلیف کے آثار ابھر چکے تھے۔

"اچانک سے آپ کو کڈنی کا مسئلہ کیسے ہو گیا امی؟"

نوریہ بیگم کو ہوش آیا تو اس نے ان کے دونوں ہاتھوں کو چومتے ہوئے پوچھا۔نوریہ بیگم نے اس سے ہاتھ چھڑا لئے۔

"بھائی! آپ باسط کو بلا دیں، مجھے دکھاوے کی محبت نہیں دیکھنی۔"

نوریہ بیگم نے بے رخی سے کہا تو شارق کے دل میں باسط کا نام سن کر چنگاری جلی تھی۔

"آپ ابھی بھی اسے ہی اچھا کہہ رہی ہیں امی! اس نے مجھے آپ کے متعلق بتانے کی زحمت تک نہیں، میں اپنی ماں کے پاس صرف اس کی وجہ سے نہیں تھا۔"

وہ غصے سے بپھر کر بولا تو جازبہ بیگم نے اس کو خاموش رہنے کا کہا۔ وہ منہ پھیر تا کمرے سے نکل گیا تھا۔

"خالہ کو ضرورت ہے تمہاری شارق! غصے سے نہیں عقل سے کام لو۔"

باسط نے اسے روکتے ہوئے کہا۔ شارق نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑوایا۔

"مبارک ہو تمہیں میری ماں کو میری محبت دکھاوا لگتی ہے اب۔ تم نے سب چھین لیا مجھ سے۔"

شارق ضبط کی انتہا پر تھا۔ باسط نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

ان کا ٹرانسپلانٹ ہوا ہے شارق! بہت مشکل سے وہ سروائیو کر پائی"
ہیں۔ ہم سب بہت پریشان تھے کڈنی ڈونر کی وجہ سے اس لئے تمہیں
ڈھونڈ نہیں سکے، تمہارا فون بند جا رہا تھا۔ بات سمجھنے کی کوشش کرو۔ وہ

"صرف ناراض ہیں تم۔۔

باسط اسے سمجھا رہا تھا۔

"کڈنی ڈونر کہاں سے ارینج ہوا؟"

شارق کے سوال پر باسط چپ ہوا۔

"ہاسپٹل انتظامیہ نے ارینج کیا تھا۔"

باسط کے نظر بچا کر کہنے پر شارق طنزیہ ہنسا۔

بیٹا بننے کی کوشش کرتے ہو اپنی کڈنی دیتے نا میری امی کو۔ سب"
"ڈھونگ ہے تمہارا۔

شارق نے تمسخرانہ انداز میں کہا تھا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ باسط کے چہرے پر دکھ کے سائے لہرائے جو وہ اس وقت نہیں دیکھ پایا تھا مگر اب جب حقیقت کھلی تھی تو لڑکھڑا کر بیڈ کے کنارے پر بیٹھا تھا۔اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیا تھا۔

"تمہاری پڑھائی ضروری تھی کیونکہ خالہ بہن اور بہنوئی سے مدد لینا نہیں چاہتی تھیں۔ باسط بھائی بیٹے بن کر اس لئے وہاں جاتے تھے کہ وہ باسط بھائی کو انکار نہیں کر پاتی تھیں۔وہ اپنی ضد منوا لیتے تھے۔مجھے نہیں معلوم تمہارے دماغ میں باسط بھائی کے خلاف بغض کب بنپنا شروع ہوا مگر وہ ہمیشہ سے تمہارے خیر خواہ تھے۔"

لمظ کا لہجہ ابھی بھی رنجیدہ تھا۔شارق نظر نہیں اٹھا پایا تھا۔لمظ کا فون بجا تو باسط کا نمبر دیکھ کر اس نے جلدی سے کال پک کی۔

"بھائی! آپ ٹھیک تو ہیں ناں؟ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

اس کے پے در پے سوال پر باسط کی ہنسی موبائل میں گونجی تھی جو شارق کو بھی سنائی دی تھی۔

بالکل ٹھیک ہوں میں، تمہاری بہن اور میری بیوی نے اپنا موبائل توڑ" دیا ہے---- ٹھیک ہے بابا!!--- غلطی سے موبائل کا ٹچ توڑ دیا ہے جس سے میڈم کوئی بھی کال نہیں اٹھا پا رہی اور نہ ہی کر پا رہی ہے۔اچھا "!!ایک منٹ

باسط کی آواز سے اس کے صحیح سلامت ہونے کا اندازہ ہو رہا تھا۔لمحے نے بے ساختہ اللہ کا شکر ادا کیا تھا۔دوسری جانب ابیہا کی چوڑیوں کی آواز سنائی دے رہی تھی شاید وہ کوئی اشارے کر رہی تھی۔

تو اپنی بہن کا پیغام سن لو۔وہ تم سے کچھ اگلوانا چاہ رہی تھی تو رونے کا" ڈرامہ کر رہی تھی مگر موبائل ہاتھ سے چھوٹ گیا اس کے۔تو پریشان

ہونا یہاں سب ٹھیک ہے۔اب فون بند کر رہا ہوں مجھے ذرا اپنی بیگم کی خبر لینے دو۔"

باسط نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔لمظ نے آسمان کی جانب دیکھ کر ایک بار پھر شکر ادا کیا تھا۔ تبھی شارق وہاں سے اٹھ کر کمرے سے نکل گیا تھا۔لمظ نے اسے جھکے سر کے ساتھ جاتے دیکھا تو اسے پیچھے آئی مگر تیزی سے گھر سے نکل گیا تھا۔

****

"کیا کرتی پھر رہی ہو تم؟ چائے گرالی خود پر۔"

باسط نے ابیہا کو ڈانٹے ہوئے اس کے پاؤں پر مرہم لگانی شروع کی تھی۔

"میں بیل کی آواز سے ڈر گئی تھی۔ "

اس نے اشارے سے بتایا تو باسط نے خفگی سے اسے دیکھا۔

"ڈور بیل ہٹوا دیتا ہوں پھر تم دروازے کی آواز سے بھی ڈر جاؤ گی۔"

باسط نے سنجیدگی سے کہا تو ابیہا نے اپنا پاؤں پیچھے کیا۔

"خبردار تو مجھے منہ بنا کر دیکھایا۔اگر تہمینہ آنٹی مجھے کال نہ کرتی تو یہ زخم بھی کھلا رہنے دینا تھا تم نے۔"

باسط نے غصے سے اسے ڈپٹا تھا، وہ لمحہ کے سامنے تو آدھی بات چھپا گیا۔لمحہ کے سامنے ڈرامہ کرتے ہوئے ابیہا ڈور بیل کی آواز سے ڈر کر ہاتھ میں پکڑا چائے کا کپ خود گرا چکی تھی، پاؤں جلا تو ہاتھ سے فون چھوٹ کر زمین بوس ہوا تھا۔پڑوس سے تہمینہ بیگم باسط کے کہنے پر ابیہا کا پوچھنے آگئی تھیں۔جن کے لئے دروازہ کھولنے پر باسط تک اطلاع پہنچ گئی تھی۔جس کا خود کا فون وہ جلد بازی میں ائیر پلین موڈ پر لگا کر گھر کے لئے نکل آیا تھا۔یہاں آتے ہی ابیہا نے اسے ساری بات بتا کر لمحہ کو مطمئن کرنے کا کہا جس کا فون کئی بار اس کے پاس آچکا تھا۔

"لمحہ کے سامنے ڈرامہ کیوں کر رہی تھیں؟ کیا جاننا تھا اس سے؟"

باسط نے اس کے پاؤں کا زخم دیکھتے ہوئے پوچھا۔انداز سرسری تھا، گر ابیہا کے چہرے کے تاثرات بدل گئے تھے۔باسط نے اس کے چہرے کی طرف دیکھا تو ساری بات اسے سمجھ آگئی تھی۔وہ اٹھ کر اس کے مقابل بیٹھا۔

"یہاں دیکھو میری طرف۔ہم دونوں دکھ سکھ ساتھی ہیں۔میں غلط تھا جو یہ بات چھپا گیا تم سے۔"

باسط نے اسے خود بتانے کا فیصلہ کیا تھا۔وہ جانتا تھا آج نہیں تو کل لمظ اسے بتادے گی اور پھر وہ اپنی ہی بیوی کا اعتماد کھودے گا۔ابیہا نے اس کے بازو کو پکڑا تھا۔

"خالہ کو کڈنی میں نے دی تھی۔اب جب بھی طبیعت خراب ہو تو لمظ زیادہ پریشان ہو جاتی ہے جبکہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔اب تم بھی وعدہ کرو بلاوجہ پریشان نہیں ہو گی۔"

باسط اس کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر نرمی سے صاف کرتا ہوا وعدہ لینے لگا تو اس کے کندھے پر سر رکھے رونے لگی۔

بس اسی لیے نہیں بتایا تھا میں نے۔ میری تیسری شرٹ خراب کرو گی"

"!!!تم ابیہا

وہ آخر میں چڑ کر اس کا نام لے کر اسے ساتھ لگا گیا تھا۔

****

"کہاں جا رہی ہو لمظ؟"

لمظ کو عجلت بھرے انداز میں گھر کے دروازے کی جانب بڑھتا دیکھ کر شاہینہ بیگم نے روک کر پوچھا تھا۔ وہ ایڑھی کے بل گھوم کر جبرا مسکرائی تھی۔

حوریہ سے ملنے جارہی ہوں، عروسہ بتارہی تھی اس کی طبیعت خراب "
"ہے۔

لمظ نے نارمل لہجے میں انہیں بتایا۔

آس پڑوس کی خبر آتے ہی لینا شروع کردی ہے، شوہر کا معلوم ہے "
کہاں ہے؟ صبح سے رات ہونے کو آئی ہے شارق واپس نہیں آیا ابھی
"تک۔

انہوں نے لمظ کو شرمندہ کرنے کی پوری تیاری پکڑتے ہوئے اسے سنایا تو لمظ نے گہری سانس لی اور ان کے سامنے زمین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گئی۔

آج اچھے سے مجھے عقل و شعور کا سبق پڑھادیں،، شوہر کے حقوق بھی "
"بتادیں۔ یہیں بیٹھی ہوں۔

لمظ نے اکتاتے ہوئے کہا۔شاہینہ نے بیگم نے تعجب سے اسے دیکھا جس نے آج سے پہلے کبھی ان کی ڈانٹ سن کر ایساری ایکشن نہیں دیا تھا۔

"کیا کر رہی ہو یہ؟"

انہوں نے آنکھیں چھوٹی کرتے اس سے پوچھا تو وہ کھڑی ہوئی۔

"کیا مطلب کیا کر رہی ہوں؟آپ کی بات مان رہی ہوں۔"

لمظ نے سنجیدگی سے کہا۔شاہنیہ بیگم اس کے پاس آئی اور اسے گلے لگایا۔

کیا ہوا ہے لمظ بیٹا! طبیعت خراب ہے؟ سمجھ گئی پیپروں کی پریشانی"

ہے۔کچھ نہیں ہوتا بیٹا! میری بیٹی بہت لائق ہے بہت اچھے نمبروں سے

"پاس ہو گی۔

وہ محبت بھرے لہجے میں بول رہی تھیں،جب لمظ نے انہیں پیچھے کیا۔

پل میں تولہ پل میں ماشہ والا حال ہے آپ کا۔داماد کی محبت کا غبارہ ہوا"

"چھوڑ گیا اب۔

لمظ نے ہنستے ہوئے کہا تو شاہینہ بیگم نے اس کی کمر میں تھپڑ لگایا۔

"!ماں سے ڈرامے کرتے شرم تو نہیں آتی ناہنجار اولاد"

شاہینہ بیگم شرمندہ ہوتی اسے سنا کر وہاں سے چلی گئی تھیں۔لمظ نے ان کے جاتے ہی فخریہ انداز میں اپنے فرضی کالر جھٹکے۔

"! سب کو سیدھا کرنا جانتی ہے لمظ"

خود کو داد دیتی وہ باہر کی جانب قدم بڑھا گئی۔

شارق کے جانے کے ایک گھنٹے بعد ہی اس کا میسج اسے آگیا تھا کہ وہ لاہور واپس جا رہا ہے اس کے پیپرز کے بعد اسے لینے آجائے گا۔لمظ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تھا۔وہ چاہتی تھی اگر وہ شارق کو معاف کرے تو شارق بھی مخلص ہو کر اس کے سب رشتوں سے جڑے۔باسط کی اہمیت اس کی زندگی میں اس کے ماں باپ کے بعد آتی تھی۔وہ اس کے لئے سگے بھائی سے بڑھ کر تھا۔جس نے بڑے بھائی ہونے کے ساتھ

ساتھ اسے باپ کی طرح شفقت بھی دی تھی۔اس کی باسط کے ساتھ اتنی نزدیکی پر گھر میں ان کے نام ساتھ جوڑنے کی بات چلی تو لمحہ پہلی بار سب گھر والوں کے سامنے روئی تھی۔سب گھر والے ان کے تعلق کو سمجھ گئے تھے اس لئے دوبارہ ایسی کوئی بات انصاری ولا میں دہرائی نہیں گئی تھی۔شارق کا باسط کو لیکر اس کے کردار پر سوال اٹھانا لمحہ کو کرب سے دوچار کر گیا تھا۔دوسرا وہ باسط سے شارق کی جلن کے بارے میں نہیں جانتی تھی، لیکن محسوس کر گئی تھی۔اس نے شارق کے ساتھ زندگی گزارنے کا فیصلہ رخصتی کے دن لے لیا تھا مگر ساتھ ہی وہ خواہش مند تھی شارق اور باسط کے درمیان بھی سب ٹھیک ہو۔جو دیر سے ہی سہی لیکن ہونے جا رہا تھا۔

****

کار کی سیٹ کی پشت سے ٹیک لگائے وہ حویلی کو دیکھ رہا تھا جہاں آگ کو بجھانے کے لئے فائر بر گیڈ پہنچ چکی تھی۔وہ زخمی سا مسکرایا۔

"یہ حویلی اتنے لوگوں کا خون پی کر بھی سلامت ہے۔ "

وہ تلخی سے بولا تھا پھر اپنا فون ڈیش بورڈ سے اٹھا کر آن کیا۔جہاں ملک تراب علی کے کئی میسج آئے ہوئے تھے مگر اسے حیرانی صمد کے میسج دیکھ کر ہوئی تھی۔

"تم اور تمہاری بیوی سلامت ہے تو مجھ سے کیا کام پڑ گیا ہے تمہیں؟"

بابر کا انداز بے لچک تھا۔صمد جو کب سے اسی کا منتظر تھا فوراً کال اٹھا چکا تھا مگر بابر کی تلخی نے اسے دکھ کی گہرائی میں اتار دیا تھا۔

"----میں جانتا ہوں ہمارے درمیان کبھی کچھ ٹھیک نہیں رہا لیکن" اس نے بہت کوشش کے بعد الفاظ کا چناؤ کیا تھا بولنے کے لئے جن سے بابر کو خود سے مزید متنفر ہونے روک سکے۔

ہم بھائی ہیں بابر! میں نہیں چاہتا تم اس دلدل میں خود کو دھنساؤ۔ میں"
"۔۔۔

اتنی فکر، اتنی محبت، خیر ہے مسٹر عبدالصمد! کون سا گول چکر کاٹ"
"رہے ہو جو نفرت کی راستے پر پھول بچھانے کے لئے گھل رہے ہو؟

بابر نے طنزیہ پوچھا تو صمد نے بے ساختہ اپنی پیشانی مسلی۔

اپنے بچپنے اور غصے میں کی غلطیاں سدھارنا چاہتا ہوں۔ اپنا بھائی مانگ"
"رہا ہوں تم سے۔ مجھ سے سارے رشتے ایسے دور ہوئے ہیں کہ مخلص
"رشتوں کے لئے مجھے بھیک بھی مانگنی پڑی تو پیچھے نہیں ہٹوں گا۔

صمد کی آواز اس کے اندرونی خلفشار اور توڑ پھوڑ کا پتا دے رہی تھی۔

لیکن بابر رشتوں کے لئے بھیک نہیں مانگے گا، اور نہ ہی اب کسی کو بابر"
"ملے گا۔

بابر نے کہہ کر فون بند کر دیا تھا پھر سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر اپنے فون میں موجود حوریہ کی ساری فوٹوز ڈیلیٹ کرنے گا۔

آج یہ آخری پل ہے جب میرا نام تمہارے فون کی سکرین پر ابھرا"

ہے، بابر نے کھوٹ زدہ محبت نہیں کی جو تمہارے فیصلے کا احترام بھی نہ کر سکوں۔ خدا حافظ ! فی امان اللہ ! بابر تمہارے زندگی سے ہمیشہ کے

" لئے جا رہا ہے۔

میسج بھیج کر اس نے اپنے فون سے سم نکال کر توڑ کر پھینک دی تھی۔ چہرے پر کرب تھا ایک اتکلیف تھی جو برداشت سے باہر تھی مگر اس نے اسی فیصلے کو ترجیع دی تھی۔

جدا ہونے کے صدمے کو اگرچہ ہنس کر سہنا تھا

اسی رسمی ہی سہی لیکن، خدا حافظ تو کہنا تھا

زبان میں اتنی طاقت تھی لیکن صحرا کی وحشت تھی

میری بچپن سے عادت تھی مجھے خاموش رہنا تھا۔

****

"تم پریشان مت ہو، اتنی جلدی شاید وہ تمہیں نہ سمجھ پائے۔"

بنین نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے تسلی دیتی ہوئے تو صمد نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"تمہیں پتا ہے بنین! وہ جب شروع میں حویلی آیا تھا تو کافی ڈرا سہما رہتا تھا، میں نے اس کی امی کو پہلی بار بابا کے ہمراہ تیار ہوئے کھڑا دیکھا تھا، لیکن اپنی نفرت میں نہ میں نے اس کے چہرے کے درد کو دیکھا اور نہ ہی اس کی امی کے میک اپ کے پیچھے چھپے زخموں کو۔"

صمد کو خود سے نفرت ہو رہی تھی اس وقت۔ بنین نے اس کے ساتھ بیٹھ کر اس کے کندھے پر سر رکھا۔

ماں کے آنسو دیکھ کر نفرت ہو جاتی ہے صمد! تم بچے تھے، تمہارا کوئی"
"قصور نہیں۔

میرا قصور ہے بنین! میں بچہ نہیں تھا، ایک ٹین ایجر سمجھدار ہوتا"
ہے، اچھے برے فیصلے کا ذمہ دار۔ وہ ایک رات آیا تھا میرے پاس، اس
نے کہا کہ وہ ماما کو مار رہے ہیں، انہیں بچالوں مگر میں نے کیا کیا اسے
کمرے سے باہر دھکیل دیا اچھوت کی طرح، جانتی ہو میں نے اسے کیا کہا
تھا؟------(اس نے بنین کی جانب دیکھا) میں نے اسے کہا کہ
"تمہاری ماں اسی لائق ہے۔

صمد نے اس کے کندھے پر سر رکھا تھا۔ چھوٹے بچوں کی طرح وہ اس
کے گرد حصار باندھے اپنی غم غلط کر رہا تھا۔

وہ بدلتا چلتا گیا میری نفرت بڑھتی چلی گئی۔ آج دیکھو وہ کیا بن گیا"
"ہے، میں چاہ کر بھی اسے بچا نہیں پا رہا۔

اس کے ہارے ہوئے لہجے پر بنین نے اسے خود سے الگ کیا۔

"گزرا وقت صرف تکلیف دیتا ہے صمد! اس وقت کو مستقبل کے لئے پچھتاوا بننے مت دو۔ اس کے پاس جاؤ، اسے احساس دلاؤ کہ وہ اکیلا نہیں ہے۔ پھر اسے ساتھ لے کر لوٹو۔"

بنین اپنی ازلی انداز میں اسے سمجھا رہی تھی۔ صمد نے کچھ دیر اس کی آنکھوں کو دیکھا جو روشن ہوتی اسے راستہ دیکھا رہی تھیں۔ اس نے آگے ہو کر اس کے ماتھے پر لب رکھے تھے۔ بنین نے بے ساختہ آنکھیں بند کی تھیں۔ باری باری اس کی بند آنکھوں پر لب رکھتا وہ کھڑا ہوا تھا۔

"تھینک یو!"

مسکرا کر کہتا وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔وہ اسے اپنے ساتھ فلیٹ میں لایا تھا جس کی خبر ملک تراب علی کو نہ ہو۔اب وہ بنین کی طرف سے بے فکر ہو کر بابر کے پاس جا رہا تھا تاکہ اپنے غلط فیصلوں کو صحیح کر سکے۔

****

"شان !بنین سے کچھ مت کہنا۔"

وہ آنکھیں موندے ہوئے پچھلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔جب اس کی سماعت سے عطرت کی پریشان آواز ٹکرائی۔

" !میرے لئے اس کی حفاظت پہلے ہے ماما"

اس نے آنکھیں موندے ہی جواب دیا تھا البتہ لہجے میں ناراضگی تھی۔عطرت نے بے ساختہ اگلی سیٹ پر بیٹھے مدثر صاحب کی جانب دیکھا تھا،جو پیچھے ہی دیکھ رہے تھے۔انہوں نے آنکھوں ہی آنکھوں میں انہیں تسلی دی تھی۔

وہ لوگ کار بک کروا کر جا رہے تھے، وجہ شان کی ضد تھی۔ انہیں آدھی رات سے اوپر کا وقت ہو گیا تھا سفر کرتے ہوئے اسلئے عطرت بیگم شان کا بازو پکڑ کر اس پر سر ٹکا گئی تھیں۔ شان نے بنا کچھ کہے اپنے بازو پھیلا کر انہیں آرام دیا تھا تاکہ ان کی کمر میں درد نہ ہو نا گردن اکڑے۔ مدثر صاحب دھیما سا مسکرا دیئے تھے۔

"شان! تم واپس کب آؤ گے؟"

آنکھیں موندے وہ ماضی کی یاد کھو گیا تھا۔

"میرے واپس آنے کی تمہیں اتنی جلدی کیوں ہے؟"

میری یونی فیلو کے بھائی کی شادی ہے پرسوں! وہ اتنی خوشی خوشی" سب تیاریاں کر رہی ہے اور تمہیں پتا ہے اس کی بھابھی بہت پیاری ہے۔"

"بنین مدعے پر آؤ۔"

وہ اباسی لیتا بولا تو بنین نے اس کے چہرے پر بے زارگی دیکھ کر منھ بنایا۔

"مدعے کی بات یہ ہے تم میرے بھائی ہو اور خوش قسمتی سے بڑے بھی ہو تو میری خواہش ہے تمہاری بھی شادی ہو اور میں بہت انجوائے کروں۔"

بنین کی اتنی لمبی تمہید پر اس نے چونک کر اسے دیکھا تھا، جس کے چہرے پر مذاق کی کوئی رمق نہ تھی۔

"اگر یہ مذاق ہے تو بہت ہی چیپ ہے اور اگر تمہارے دماغ میں کوئی ایسی کھچڑی پک رہی ہے تو بہتر ہو گا اس خیال کو جھٹک دو دماغ سے۔"

شان نے سنجیدگی کا لبادہ اوڑھے صاف دوٹوک الفاظ میں اسے اپنی رائے دی تھی۔

"ویسے شان! ہم دوست بھی تو ہیں، اگر وہاں کوئی پسند آگئی ہے تو مجھے بتا سکتے ہو، آخر بہن ہی تو بھائی کے کام آتی ہے۔"

شان نہیں جانتا تھا کہ اس وقت اس کا بنین کو اس کی بہن کہنا کیوں برا لگ رہا تھا جبکہ وہ تو شروع سے اسے بھائی کہتی آئی تھی۔

بتا بھی چکو اب؟ کوئی پسند ہے ناں وہاں، اسی لئے اس موضوع سے بچنا"

"چاہتے ہو؟

اس بار بنین نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا تو شان نے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"پہلے نہیں تھی لیکن اب ہے۔"

وہ سوچ سوچ کر بول رہا تھا۔ نظروں کا فوکس بنین کے چہرے پر تھا۔ دماغ میں بچپن میں بولے ماں کے الفاظ گونجنے لگے تھے۔ اس پل شان کے دل کی دنیا بدل گئی تھی۔ وہ شان کی گڑیا ضرور تھی مگر بہن نہیں رہی تھی۔

"ابھی پاپا کو بتاتی ہوں ان کے لاڈلے نے وہاں دل لگا لیا ہے۔"

بنین اسے وارن کرتی پیچھے ہوئی تو شان ریلیکس انداز میں کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر اسے جانے کا اشارہ کرنے لگا۔

"تم مجھ سے مذاق کر رہے ہو ناں تاکہ بعد میں مجھ پر ہنس سکو؟"

بنین نے آنکھیں چھوٹی کئے اسے گھورا تو وہ ہنسنے لگا۔اسے اس طرح ہنستے دیکھ کر بنین نے اپنے دونوں ہاتھ اس کا منہ نوچنے کے لئے آگے بڑھائے پھر یاد آتے ہی سامنے سکرین ہے وہ منہ بسور کر رہ گئی تھی۔ شان کے چہرے کی مسکراہٹ دیکھ کر مدثر صاحب جو گاہے بگاہے اس پر نظر ڈال رہے تھے، دکھ سے مسکرا دیئے تھے۔

****

"تم چلو گی میرے ساتھ؟"

ہادی نیچے آیا تو مراد نے اسے دیکھ کر عروسہ سے پوچھا۔

"!ماما پاپا کی یاد آ رہی ہے مراد "

وہ تخت پر سکڑ کر بیٹھتی بوجھل لہجے میں بولی تھی۔

"تو پھر چلو میرے ساتھ ہی، تمہاری کلاسز بھی کافی مس ہوئی ہیں، وہ بھی کور کر لینا۔"

مراد نے اسے مشورہ دیتے ہوئے کہا جو پیچھے کھڑے ہادی کو آگ لگا گیا تھا۔

"نہیں مجھے یونی نہیں جانا، ویسے بھی وہاں وہ تمہاری سگی موجود ہو گی مجھے اس کی شکل بھی نہیں دیکھنی۔"

عروسہ نے فوراً اس کے مشورے کی نفی کرتے ہوئے کہا تو مراد نے اپنی پاکٹ سے چاکلیٹ نکال کر آدھی اپنے پاس رکھ کر باقی عروسہ کی جانب بڑھائی۔

اس کی فکر تم مت کرو۔ سانول بتا رہا تھا اس نے مجھ سے مایوس ہو کر" سانول کی جانب قدم بڑھا لیے ہیں اور سانول کو مجھ سے دوستی ختم "کرنے کا بھی کہا ہے۔

وہ ریلیکس انداز میں چاکلیٹ کا بائٹ لیتے بولا تو عروسہ نے چاکلیٹ بائٹ لیتے ہوئے ہنسی دبائی تھی۔

"تو گویا محبت دوست کو بھی لے اڑی۔"

عروسہ نے اسے ہنستے ہوئے چھیڑا تو وہ منہ بگاڑ گیا۔

محبت نہیں ہے وہ میری! پتا نہیں کیوں میرا دماغ خراب ہو گیا تھا جو" میں نے اس سے بات کی، صرف اس کی وجہ سے تم مجھ سے اتنا عرصہ دور رہی، امی تو پورا بندوبست کر چکی تھیں تمہیں ہمیشہ کے لئے مجھ سے "دور کرنے کا۔ وہ تو میں یہاں بھاگ آیا۔

مراد نے رازدارنہ انداز میں اسے بتایا تو عروسہ نے افسوس سے نفی میں سر ہلاتے اپنی چاکلیٹ اس کی جانب بڑھائی۔ ہادی پیچھے سے آتا عروسہ کی بڑھائی چاکلیٹ ایک ہی بائٹ میں کھا گیا تھا۔

"دکھ سکھ بانٹ لئے ہوں تو چلو میں تمہیں اسٹیشن چھوڑ دوں۔"

ہادی نے ان دونوں کے غصہ سے بھرے چہرے کو اگنور کرتے ہوئے نارمل انداز میں کہا۔

"عروسہ بھی اج رہی ہے میرے ساتھ۔"

مراد نے کھڑے ہوتے اسے آگاہ کیا تو ہادی نے کندھے اچکائے جیسے اسے کوئی فرق نہ پڑا ہو۔ عروسہ نے اس کے انداز پر اپنی مٹھیاں بھینچی تھیں۔

"میں دادا دادی سے بات کر کر آتی ہوں۔"

چبھتے لہجے میں کہہ کر وہ اندر کی جانب بڑھ گئی تھی۔اس کے اس طرح جانے پر وہ مسکرایا تھا۔

"تمہاری پھوپھو کا کیس ؟اس کا کیا بنا؟"

مراد نے ایک خدشے کے تحت پوچھا۔وہ جانے سے پہلے عروسہ کے زندگی کے اس مسئلے کو پیچھے چھوڑ کر جانا چاہتا تھا تاکہ عروسہ مزید ہراساں نہ ہو سکے۔

"وہ کیس کھول کر بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ان کا گناہ گار مر چکا ہے،اور میں مزید عروسہ کو کوئی ذہنی اذیت جھیلتے نہیں دیکھ سکتا۔"

تو کیا سب یہی سمجھتے رہے گے کہ وہ اس کرپٹ انسان کی بیوی تھیں؟"

مراد نے پوچھا تو ہادی نے گہری سانس لی۔

ایک فائل میں لکھ دینے سے کہ وہ ان کی بیوی تھیں وہ ان ک بیوی" نہیں بن جائیں گے، لیکن پھر بھی میں ثبوت مہیا کر چکا ہوں، ملک "اشفاق کی سچائی سب کے سامنے ہے، لیکن کیس نہیں، کھلوا سکتا۔ ہادی نے سنجیدہ لہجے میں اسے وضاحت دی تھی۔اس دوران وہ عروسہ کی موجودگی محسوس نہیں کر پایا تھا۔

"کیوں؟"

کیا مطلب کیوں؟ کیا تم نے جانتے ان کے قتل کی گواہ عروسہ ہے اور" اگر یہ کیس کھلا تو صرف صرف عروسہ کو ذہنی اذیت ملے گی، اس شخص "کو اب کوئی سزا نہیں مل سکتی تو کیوں بے وجہ اس کیس کو کھولنا۔

ہادی نے چڑتے ہوئے کہا۔وہ مراد کے ایک ہی رٹ لگانے سے چڑ گیا تھا۔

لیکن میں چاہتی ہوں ان کا کیس کھلے، میں گواہی دوں گی، میں نے" سب دیکھا تھا۔بے شک وہ ظالم آدمی مر چکا ہے مگر میری آنی کا قتل اس "پر معاف نہیں ہوا۔

عروسہ ان کے پاس آتی روتے ہوئے بولی تو ہادی اسکے رونے پر بے چین ہوا۔

تم جانتی ہو، ایک جھوٹ کے دربار میں سچ بولنے کی سزا کیا ہو سکتی" ہے؟ وہ ملک تراب اپنے بیٹے کے گناہوں کو جھٹلا رہا ہے، گواہوں کو خرید رہا ہے تاکہ اپنے اس بدذات بیٹے کی موت کو کیش کر سکے، اور تم ان کے سامنے جا کر انہیں احساس دلانا چاہتی ہو کہ وہ تمہیں بھی نقصان "پہنچائیں، کبھی نہیں، میں کبھی ایسا نہیں ہونے دوں گا۔

ہادی نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔عروسہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"آنی کو انصاف ملنا چاہیئے۔"

اس نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا ہادی نے اس کے دونوں بازو پکڑ کر اسے جھٹکا۔

کیسے ملے گا انصاف؟ تمہاری گواہی سے؟ فار گاڈ سیک عروسہ! بچپنے" سے باہر آجاؤ اور اس دنیا کی حقیقت کو پہچانو۔ تمہاری گواہی تمہیں پاگل خانے میں ڈلوا سکتی ہے۔ تمہارا سائیکاٹرسٹ کے پاس جانا ہی کافی ہو گا "ان کے کیس جتنے کے لئے۔

ہادی نے اسے آئینہ دکھایا تو عروسہ نے اسے پیچھے دھکیلا۔

تو تم کرنا میری حفاظت، تم کیوں بزدلوں کی طرح پیچھے ہٹ رہے ہے" "ہو؟

عروسہ کی ضد پر اس بار مراد نے تاسف سے سر ہلایا تھا۔ وہ ہادی کی بات سمجھ گیا تھا مگر عروسہ کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ نہیں سمجھے گی۔ اس لئے وہ بیگ لے کر تخت پر بیٹھ گیا تھا۔

یہ حقیقی دنیا ہے عروسہ ! میں کوئی آئرن مین یا سپر ہیرو نہیں"
ہوں، ایک عام سا شہری ہوں، میں ہر جگہ تمہاری حفاظت نہیں کر
پاؤں گا، اس لئے جو میں نے کہا ہے اسے سمجھو۔اب بحث مت کرنا
"!۔اپنے کمرے میں جاؤ فورا۔

آخر میں وہ بنا لحاظ کئے اسے جانے کا کہہ چکا تھا۔ عروسہ شاکی نظروں سے اسے دیکھتی اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔وہ مراد کی جانب مڑا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں بھی مزید کچھ کہنا ہے ؟"

وہ غصے سے بولا تو مراد نے نفی میں سر ہلایا اور تخت پر ہی لیٹ گیا۔

"میں صبح جاؤں گا۔"

اس نے کہہ کر تخت پر موجود چادر اوڑھ لی تھی۔ہادی سر جھٹکتا اوپر کی جانب بڑھ گیا تھا جہاں ایک اور امتحان اس کا منتظر تھا۔وہ اوپر کی جانب

بڑھ گیا تھا جب اس کا فون بجا۔ وہاں سے ملنے والی خبر نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

****

وہ کب سے اپنے فون کو دیکھ رہی تھی جس پر بابر کا میسج کھلا تھا۔ وہ کئی بار اس میسج کو پڑھ چکی تھی۔ بابر کے چلے جانے کا خیال ہی اس کی روح نکالنے لگا تھا۔ وہ کئی بار اس کا فون ملا چکی تھی مگر نمبر بند جا رہا تھا۔ آنکھوں میں آنسو تھے جو بابر کے منتظر تھے۔ اس نے سیدھا ہونا چاہا تو اس کا ہاتھ ریموٹ پر رکھا تھا۔ سامنے ٹی وی فوراً آن ہوا تھا۔ مراد نیوز دیکھ کر ٹی وی کو ویسے ہی بند کر چکا تھا، اب ٹی وی چلتے ہی سامنے خبر چل پڑی تھی۔ البتہ آواز کم تھی مگر پھر بھی وہ بابر کی آواز پہچان گئی تھی۔ وہ سکرین کی جانب بڑھی تھی جہاں نظر تو ملک تراب آ رہا تھا مگر آواز بابر کی تھی۔

"ذلیل انسان! آستین کے سانپ بنے ہمیں ڈستے رہے تم۔"

ملک تراب علی کی آواز پر بابر کا قہقہ واضح سنائی دیا تھا۔جب یک دم آگ بھڑکی تھی۔ملک تراب علی ڈر کر پیچھے ہوئے تھے۔

اس تکلیف سے تم تکلیف مل رہی ہے آپ کو گرینڈ پا! ایک آخری"

"سیلفی ہو جائے۔

فون کا رخ بابر کی سمت ہوا تھا تبھی کوئی نیوز درمیان میں آگئی تھی۔ حوریہ نے ریموٹ تلاش کر کر بے چینی سے چینل بدلا تھا۔جہاں بابر ہنس رہا تھا،اس کے چہرے ہر دکھ تھا، ہنسی کھوکھلی تھی۔وہ بے ساختہ سکرین کے سامنے بیٹھی تھی۔وہ بے یقین سی سکرین پر چلتے منظر کو دیکھ رہی تھی جو ہر نیوز چینل کی ہیڈ لائن بنا ہوا تھا۔

"!!!!بھائی"

تبھی اس نے چلا کر ہادی کو پکارا تھا جو سر پکڑے فون کان سے لگائے مسلسل کال اٹھائے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ حوریہ کی آواز سن کر کمرے کے اندر آیا تھا جہاں متحوش زدہ حوریہ کو دیکھ کر اس نے سکرین پر چلتے منظر کو دیکھا تھا۔

"!گڑ بائے گرینڈ پا"

آگ کے شعلوں کے درمیان کھڑا بابر، ملک تراب علی کے تکلیف سے چیخنے پر ہنستے ہوئے بولا تھا۔ پھر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا فون آگ میں پھینک دیا تھا۔ جلتی سکرین پر آخری منظر بابر کے کوٹ کا تھا جسے آگ پکڑ چکی تھی۔

"!اسے بچائیں بھائی"

وہ حواس باختہ سکرین کی جانب لپکی تھی۔بار بار سکرین پر ہاتھوں سے مارتی وہ بابر کو باہر لانا چاہ رہی تھی۔ہادی نے حوریہ کو سنبھال کر دوبارہ فون ملایا تھا جو اٹھا لیا گیا تھا۔

"صمد! وہ بابر۔۔۔۔۔"

ہادی نے بامشکل حوریہ کو پکڑا ہوا تھا جو پھر سے سکرین کی جانب جا رہی تھی۔

ایک گھنٹہ پہلے کی ویڈیو ہے۔جو لائیو جانے کے بعد مسلسل پلے کی" جا رہی ہے۔

اسے صمد کی آواز بھرائی ہوئی لگی تھی۔

"اس نے دادا کو سزا دیتے ہوئے خود کو بھی اس سزا کا حصہ بنا لیا۔"

صمد کی بات سن کر اس نے بے ساختہ حوریہ کی جانب دیکھا تھا جو تڑپ رہی تھی سکرین پر پھر سے ابھرتے بابر کے عکس کو دیکھ کر۔

"تم کہاں ہو اس وقت ؟"

اس نے حوریہ کے وجود کو بے جان ہوتے محسوس کر کر ضبط سے پوچھا تھا۔

"ہاسپٹل!"

اس نے کہہ کر فون کاٹ دیا تھا۔ہادی نے آنکھیں بند کر کر کھولی تھیں۔ تبھی عروسہ اور مراد بھاگتے ہوئے اوپر آئے تھے۔وہ اگے پیچھے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

"کیا ہوا ہے حوریہ کو؟"

عروسہ نے فورا نیچے بیٹھتے عروسہ کو سنبھالا تھا۔

"کہا تھا نا تم سے میں عام انسان ہوں، دیکھو اپنی بہن کی حفاظت تک نہیں کر پایا۔"

ہادی کہہ کر مڑ گیا تھا۔ عروسہ کو اس کا بھیگا لہجہ پریشان کر گیا تھا۔

"اس کا خیال رکھنا اور ٹی وی آن مت کرنا۔"

اس نے ٹی وی بند کرتے ہوئے ان کی جانب دیکھے بنا ہدایت دی تھی۔

"!!!ہادی"

عروسہ نے اسے پکارا۔

"میں کچھ دیر تک آجاؤں گا۔"

وہ بنا رکے آگے بڑھ گیا تھا۔عروسہ نے حوریہ کو سہارا دے کر بیڈ پر لٹایا تھا۔مراد جو ہادی کے پیچھے گیا تھا کچھ دیر بعد اندر آیا تھا۔

"! مجھے سمجھ نہیں آرہا کچھ بھی مراد"

وہ پریشانی سے بولی تھی۔

"ملک تراب علی کے پوتے نے خود اور انہیں آگ لگا لی۔ملک تراب علی کا اصل چہرہ دنیا کے سامنے لا کر وہ خود بھی مر گیا۔"

لیکن حوریہ کو کیا ہوا ہے؟اس کی یہ حالت کیوں ہے اور ہادی کیوں"

"کہہ رہا تھا وہ اپنی بہن کی حفاظت نہیں کر پایا؟

مراد نے اس کے سوالوں پر گہری سانس لی۔

"حوریہ ملک تراب کے پوتے کو پسند کرتی تھی۔"

مراد کے انکشاف پر عروسہ نے بے یقینی سے حوریہ کی جانب دیکھا تھا۔اسے بے ساختہ اس پر ترس آیا تھا۔

****

(ایک گھنٹہ پہلے)

کہیئے دادا جی! اتنی شدت سے ایک ہی دن میں دو بار یاد کیا اس ناچیز"

"کو۔

بابران کے سامنے آکر بیٹھا،البتہ انگلیاں موبائل میں مصروف تھیں۔

ملک تراب اٹھ کر اس کے سامنے آئے اگلے پل وہ پوری طاقت سے

اس کے چہرے پر تھپڑ مار چکے تھے۔بابر کا چہرہ ایک جانب ڈھلکا تھا،وہ

طنزیہ مسکرایا پھر ملک تراب علی کی جانب دیکھا۔

آپ میں وہ پہلے والی طاقت نہیں رہی گرینڈ پا! دیکھیں نہ گال پر نشان"

"بنا نہ ہی ہونٹ سے خون نکلا۔

اس نے تاسف سے کہا تو ملک تراب نے ایک اور تھپڑ اس کے چہرے پر

مارا۔اس بار شدت پہلے سے زیادہ تھی۔اس سے پہلے وہ اسے مزید

مارتے بابر نے ہاتھ کھڑا کرتے انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔

ایک چیز بھول رہے ہیں آپ۔مجھے مارتے وقت ویڈیو نہیں بنائیں"

"گے؟ چلیں آپ کا یہ کام میں کر دیتا ہوں۔

نارمل انداز میں کہتے اس نے فون کا کیمرہ اپنے اور ملک تراب کے اوپر سیٹ کیا۔

"چلیں بمٹینیو کرتے ہیں۔"

ملک تراب علی اپنے غصے میں نوٹ نہیں کر پائے تھے کہ ویڈیو لائیو جا رہی تھی۔

"تو نے مارا میرے بیٹے کو؟ باپ تھا وہ تیرا۔"

انہوں نے ایک بار پھر اس پر ہاتھ اٹھاتے ہوئے کہا، غصے سے آواز بھی لڑکھڑا رہی تھی۔

"آپ بھول رہے ہیں میرا باپ جہانزیب تھا۔"

بابر کا لہجہ یک دم ہی بدلا تھا۔ آنکھوں میں جنون اتر آیا تھا۔

لگتا ہے بھول گیا ہے تو کیسے تیرے اس نام کے باپ کو ختم کروایا تھا"
میں نے، تجھ میں ہمارا خون ہے سمجھا تو، اب اس کم ذات کو اپنا باپ بولا
"تو چمڑی ادھیڑ کر رکھ دوں گا۔

ملک تراب علی نے اس کے بال نوچتے ہوئے کہا جب اچانک ہی بابر نے انہیں پیچھے دھکیلا تھا۔

صحیح کہا آپ نے کیسے بھول سکتا ہوں میں کہ مجھ میں تو اس خاندان کا"
"خون ہے، جو ظالم اور سفاک ہیں۔

اپنے بال سنوارتا وہ طنزیہ بولا تو ملک تراب آگے بڑھے تھے اسے مارنے کے لئے جب بابر نے ٹیبل سے اٹھا کر ایک ایک کر حرام مشروب کی بوتل کو توڑنا شروع کیا تھا۔اس کے قدم اب الماری کی جانب بڑھ رہے تھے۔ملک تراب علی نے حیرت سے اس کے اس عمل کو دیکھا تھا۔

"کیا کر رہے ہو یہ؟"

وہ دھاڑے تھے اسے الماری میں سجی بوتلوں کو توڑتے دیکھ کر۔

بہت تھک گیا ہوں میں، آپ نہیں تھکے، پہلے چھوٹا بیٹا کھو دیا، پھر"

دوسرا۔ایک پوتا آپ کی شکل نہیں دیکھنا چاہتا۔ باقی کون بچا؟---میں

! بابر ملک۔مزے کی بات تو سنیں---(وہ چل کر ان کے سامنے

آیا، انداز ایسا تھا جیسے کوئی بچہ اشتیاق سے کوئی بات کرنا چاہ رہا ہوتا ہے)

میرا باپ مر گیا، پھر میری ماں بھی چلی گئی، اور میرا سوکالڈ باپ اسے ان

ہاتھوں سے میں موت کے منہ تک پہنچایا، بچی ایک ہستی مگر اس نے بھی

"منہ موڑ لیا۔ ہم دونوں خالی ہاتھ رہ گئے گرینڈ پا۔

"کیا بک رہا؟"

وہ غیر مرئی نقطے کو دیکھتا بول رہا تھا جب انہوں نے اس کا گریبان پکڑا

بابر نے ہ نے اسن کی جانب دیکھا اور ہاتھ میں پکڑی بوتل کو ان کے اوپر

انڈیل دیا۔ناک نے نتھوں سے عجیب سی بو ٹکرائی تو وہ اس کا گریبان چھوڑ کر پیچھے ہوئے۔

"پیٹرول ہے۔"

کندے اچکا کر بولتا وہ ان کی جانب قدم بڑھانے لگا اب۔بابر کا انداز انہیں خوفزدہ کر گیا تھا۔

"آج ہم دونوں ایک ساتھ یہیں اپنے گلے شکوے دور کریں گے،بس ایک منٹ۔"

کچھ یاد آنے پر وہ رکا تھا پھر جیب سے لائٹر نکال کر اسے جلاتے وہ ملک تراب کی جانب ہاتھ بڑھا گیا تھا۔

"!!بابر"

وہ دروازے کی سمت بھاگتے ہوئے اسے روکنے کی خاطر بولے تھے۔

بند ہے، کوشش بے کار ہے، واپس آجائیں۔ڈر کیوں رہے ہیں میں"

"ہوں ناں آپ کے ساتھ۔

وہ کسی بچے کی طرح انہیں بہلاتے ہوئے بولا تو ملک تراب نے دروازہ بجانا شروع کر دیا۔وہ نفی سر ہلاتا اپنے موبائل کی جانب بڑھ گیا۔

"آپ بھی نہ ویڈیو بھی صحیح نہیں بنے گی۔"

موبائل کی سکرین ہوا میں کرتے وہ اپنے اور ملک تراب کی جانب کیمرہ لایا۔

آج ایک اعتراف کرتے ہیں، کریں گے نادادا جی! ورنہ ہو سکتا ہے"

"میرے ہاتھ سے یہ لائٹر چھوٹ جائے۔

وہ معصومیت سے بولا تو ملک تراب نے بے بسی سے تھوک نگلا۔

"!بابر بیٹے"

ملک تراب نے شیریں لہجے میں اسے پکارا تو بابر نے کیمرہ کا رخ ان کی جانب کر دیا۔

"شو گر کروانے کا ارداہ ہے آپ کا۔"

تمسخر بھرے انداز میں کہتا وہ موبائل پر تیزی سے انگلی چلا رہا تھا۔

"جی تو، سامعین---- کیا کہتے ہیں بھلا؟----ناظرین مے بی! (وہ سوچتے ہوئے بولا پھر ملک تراب کو دیکھ کر اس نے نفی میں سر ہلایا۔) چھوڑیں کچھ بھی کہتے ہوں، ہے نا گرینڈ پا! اس لائیو پوسٹ میں نیچے کچھ لنک شیئر کئے ہیں میں نے جس میں میرے محترم دادا جی نے اپنے خوشی سے کئے گئے گناہوں کو تفصیل سے سب کی نظر کیا ہے۔سب گناہ تو نہیں مگر پھر بھی انہوں نے اپنی اصل مکروہ شکل دیکھانے کی پوری کوشش کی ہے۔انجوائے دیم تب تک میں ان کی آسانی کا بندوبست کرتا ہوں۔"

بابر کی باتیں سنتے ملک تراب کو اشتعال عود کر آیا تھا۔ بابر نے سارے ثبوت حویلی سے حاصل کئے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ بابر کو ڈرانے کے لئے جو ویڈیوز وہ بنواتے تھے وہی ان کے لئے گڑھا ثبت ہوں گی جس میں وہ ایک دن دھنس جائیں گے۔

"ذلیل انسان! آستین کے سانپ بنے ہمیں ڈستے رہے تم۔"

ملک تراب علی کی بات پر بابر نے قہقہہ لگایا تھا۔ پھر لائٹر ان کی جانب اچھال دیا یک دم آگ بھڑکی تھی۔ ملک تراب علی ڈر کر پیچھے ہوئے تھے مگر آگ ان کے وجود کو لپیٹ میں لے چکی تھی۔

اس تکلیف سے کم تکلیف مل رہی ہے آپ کو گرینڈ پا! ایک آخری" "سیلفی ہو جائے۔

بابر کیمرے کے سامنے آیا تھا۔

ہم دونوں پر افسوس کرنے والا کوئی نہیں ہو گا گرینڈ پا! گڈ بائے گرینڈ پا!"

آگ پورے کمرے میں پھیل گئی تھی۔ بابر نے موبائل ایک جانب پھینک دیا تھا، ملک تراب علی کی چیخیں وہاں گونج رہی تھیں جب بابر کے کوٹ نے آگ پکڑی تھی، وہ تلخی سے مسکرا کر صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

آگ پھیلتی ہوئے صوفے کو بھی اپنی لپیٹ میں لے گئی تھی بابر نے اپنی پاکٹ سے گن نکالی تھی۔

ہمارا بیٹا بہت بہادر ہے ماہ جبین! دیکھنا ایک دن سب لوگ اس کی بہادری دیکھیں گے۔"

آنکھوں کے سامنے ابھرتی تصویریں بابر کی آنکھوں میں آنسو لے آئی تھیں۔

بابر بیٹا! ظالم کتنا ہی ظلم کر لے ایک دن منہ کے بل گرتا ہے، ان کے سامنے کبھی ہار مت ماننا، ان کا وقت قریب ہے بیٹا! بس تم مت جھکنا۔" زخمی وجود لئے وہ اس کے ہاتھ پکڑے اسے نصیحت کر رہی تھیں۔

منظر پھر بدلا تھا۔

"جب تک مٹی کا آخری ذرہ تیری ماں کے وجود کو ڈھانپ دے وہاں سے نظر مت ہٹانا۔ دنیا میں رہنا ہے تو لوگوں میں خوف پیدا کرنا ہو گا۔ تم میرے بیٹے ہو اور میرا بیٹا بھی میری طرح ہونا چاہیئے، ظالم، سفاک۔ ان ہاتھوں نے اپنے بھائی کی جان لی ہے، تمہیں بھی ایسا بننا ہو گا۔"

اشفاق صاحب اس کو جھنجھوڑتے ہوئے بول رہے تھے اس وقت وہ کوئی ذہنی مریض لگ رہے تھے۔ وہ زبردستی اس کا چہرہ پکڑے اسے اپنی ماں کو زندہ دفن ہوتے دیکھا رہے تھے۔

بابر نے رخ موڑا تو ملک تراب کے چیخنے کی آوازیں سنائی دیں ان کا وجود زمین پر گر چکا تھا۔

"چلے جائیں میری زندگی سے۔"

حوریہ کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تو گن کا والا ہاتھ اوپر اٹھا تھا۔ پھر وہاں گولی کی آواز گونجی تھی۔ موت کا سناٹا ہر جانب چھا گیا تھا۔

****

"اس وقت کون آ گیا؟"

ابیہا اور باسط کھانا کھانے کے لئے بیٹھے تو ڈور بیل بجنے پر وہ حیرت سے ابیہا کی جانب دیکھتا بولا پھر اٹھ کر دروازے کی سمت بڑھ گیا۔ دروازہ کھولنے پر سامنے سر جھکائے کھڑے شارق کو دیکھ کر وہ چونکا۔

"تم یہاں؟ اندر آؤ۔"

وہ شارق کو بازو سے پکڑ کر اندر لایا تھا۔ابیہا بھی حیرانی سے انہیں دیکھ رہی تھی۔کچھ دیر بعد وہ دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

"کراچی سے یہاں اچانک آ گئے تم؟سب خیریت ہے ناں؟"

باسط نے پریشانی سے پوچھا۔ابیہا شارق کو بولتے نا دیکھ کر کمرے میں گئی تاکہ لمظ سے پوچھ سکے۔

"شارق!چپ کیوں ہو؟"

باسط نے اس کا بازو ہلایا تو شارق نے سر اٹھایا۔

"بابا نے بیمار ہونے پر تمہیں کیوں بلایا تھا،مجھے کیوں نہیں؟"

شارق کے سوال پر باسط سیدھا ہوا۔

"مجھے اپنے دل پر لگی ہر گرہ کھولنی ہے۔"

شارق کے اگلے جملے پر اس نے گہری سانس لی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

خالو نہیں چاہتے تھے تم اتنے سالوں بعد اپنے باپ کو اس حالت میں "
دیکھو۔دن رات کی مزدوری نے انہیں بہت کمزور کر دیا تھا۔وہ واپس
لوٹنا چاہتے تھے مگر تمہارے سامنے اس حالت میں نہیں آنا چاہے تھے
اس لئے انہوں نے ابو کو بلایا تھا، میں بس ضد کر کر ان کے ساتھ گیا
" تھا، انہوں نے کبھی مجھے تم پر فوقیت نہیں دی تھی۔

باسط نے اسے بتایا تو شارق نے ایک پھر سر جھکایا۔

"تم نے میرے ساتھ ہی داخلہ کیوں لیا تھا؟"

اگلے سوال پر باسط مسکرایا تھا۔

گھر کی ذمہ داریوں کی وجہ سے میری پڑھائی رک گئی تھی، جب تم نے "
یونی میں ایڈمیشن لیا تو خالہ نے کہا کہ مجھے بھی پڑھنا چاہیئے۔پھر بڑھتی
ذمہ داریوں کی وجہ سے مجھے بھی یہی صحیح لگا، لیکن ایک ہی فیلڈ میں جانا

محض اتفاق تھا،اس وقت میں نہیں جانتا تھا کہ تم نے یہی فیلڈ چوز کی ہے۔"

اہ ہلکے پھلکے لہجے میں بول رہا تھا، شارق ضبط سے بیٹھا تھا۔ایک ایک کر کر وہ اپنے دل کی ہر گرہ باسط سے کھلوا رہا تھا۔ جتنا حقائق سے روبرو آرہا اتنا ہی اس کا دل شرمندگی کی اتاہ گہرائی میں ڈوبتا جارہا تھا۔

"کوئی شکایت رہ گئی ہے تو دور کر لو شارق! بہت بھوک لگی ہے مجھے۔"

باسط نے دوستانہ انداز میں کہا تو شارق نے اس کی جانب دیکھا۔

"---امی کو کڈنی دی تم نے---اور میں"

اس کا لہجہ بھرا گیا تھا۔ باسط کو بالکل چھوٹا بچہ لگا تھا جو خود کو رونے سے بعض رکھ رہا تھا۔ باسط نے اسے گلے لگایا۔

"بڑے بھائی ہوں تمہارا! تم چاہے مجھے چھوٹے بھائی کی طرح ٹریٹ کرتے رہے ہو مگر مجھے اپنے بھائی کا خیال رکھنا تھا۔"

باسط کے محبت بھرے جواب پر شارق نے کس کر اسے گلے لگایا تھا
۔اس کے جواب پر باسط کھل کر مسکرایا تھا۔
"آئی ایم سوری! مجھے معاف کر دو۔ ہمیشہ تمہیں غلط سمجھتا رہا، حسد کرتا رہا تم سے۔ میری کم ظرفی نے آج مجھے منہ کے بل گرا دیا۔ میں تم سے نظریں نہیں ملا پا رہا۔ مجھے معاف کر دو باسط!"
وہ باسط سے معافی مانگ رہا تھا باسط نے اسے خود سے الگ کیا۔
"پرانی باتیں بھول جاؤ شارق! جو گزر گیا وہ گزر گیا۔ اب اٹھو میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔"
وہ اسے زبردستی اپنے ساتھ ٹیبل تک لایا تھا۔ شارق نے نم آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔
"اب ایسے مت دیکھو، میری بیوی یہیں ہے، وہ جیلس ہو جائے گی۔"

باسط کے شرارتی لہجے میں کہنے پر شارق مسکرایااور ایک بار پھر باسط کے گلے لگا تھا۔

"ایک بھائی گنوادیا میں نے اتنے سال تک۔"

باسط نے اس کی پیٹھ تھپکی تھی۔

"گنوایا کہاں ہے، میں تو یہیں ہوں، ہمیشہ اپنے اس چھوٹے بھائی کے ساتھ۔"

باسط کے اسے مان دینے پر شارق مزید شرمندہ ہوا تھا۔

"اب مزید کچھ مت بولنا، بھوک لگی ہے مجھے۔ابیہا کہاں ہو یار؟"

بنا شارق کو بولنے کا موقع دیئے وہ بولا تھا ساتھ ساتھ ابیہا کو بھی بلا چکا تھا۔جو تیزی سے کمرے سے نکلتی ان کے پاس آئی تھی، اشارے سے شارق سے سلام کرتی وہ اس کی پلیٹ بنانے لگی جب کہ باسط نے اسے ساتھ بیٹھایا تھا۔دل سے ایک بوجھ اترا تھا تو لمحے کی ناراضگی یاد آئی۔وہ

سر جھکائے باسط کے فورس کرنے پر کھانے لگا۔گاہے بگاہے نظر باسط پر ڈال رہا تھا جو مسکراتا ہوا کھانا کھا رہا تھا ساتھ ساتھ ابیہا کو بھی ٹوک رہا تھا جو برائے نام کھا رہی تھی۔شارق نے گہری سانس لی تھی۔

****

قرستان کی ہیبت ناک خاموشی میں قدموں کی ابھرتی آواز وہاں کے نئے مکینوں کے آنے پتا دے رہی تھی۔ایک گھنٹہ گزرا تو نئے مکینوں کو ان کی آخری آرام گاہ تک پہنچا کر قدموں کی واپسی کا سفر شروع ہوا تھا مگر کوئی تھا جو ان قبروں کے سامنے کھڑا تھا۔آنکھوں میں گہرا دکھ تھا۔

"صمد!گھر چلو۔"

ہادی نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے چلنے کا کہا تھا۔ایک جانب کھڑا شان ہاتھ باندھے اسی کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"کاش وہ ایسے نہ ہوتے ہادی!آج ان کی وجہ سے میرا ہر رشتہ چلا گیا۔"

اس نے قبر پر لگے بابر کے نام کو تختے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ہادی اس کا دوست نہیں تھا مگر پچھلے کچھ دنوں سے وہ صمد کے ساتھ تھا۔جن حالات سے صمد اس وقت گزر رہا تھا،اس نے ایک دوست کی طرح اس کی مدد کی تھی۔وہ دل سے بہت قریب ہو گیا تھا صمد کے۔

"میں جا رہا ہو ہادی! دو دن بعد میری فلائٹ ہے۔مجھے بنین اور ماما پاپا سے بھی بات کرنی ہے۔"

شان اپنی بات کر کر وہاں سے چلا گیا تھا جب کہ صمد میں اتنی ہمت بھی نہ بچی تھی کہ وہ اسے روک سکے۔

"وہ بھی چلی جائے گی۔"

صمد کھوئی ہوئی کیفیت میں بولا تو ہادی کو پہلی بار زندگی میں شان پر غصہ آیا تھا۔

"کہیں نہیں جائے گی وہ۔تم چلو میرے ساتھ۔"

وہ زبردستی اسے ساتھ لے کر آگے بڑھ گیا تھا۔ صمد کو گاڑی میں بیٹھا کر وہ دوسری جانب آیا تو اس کا فون بجا۔

"غیروں کے غم میں گھلتے رہو تم، تمہاری اپنی بہن کو ابھی تک ہوش نہیں آیا ہے ہادی!"

عروسہ کی شدید غصے سے بھری آواز سن کر اس نے تفکر سے صمد کی جانب دیکھا۔

"میں کچھ دیر تک آرہا ہوں۔"

اسنے کہہ کر فون بند کر دیا تھا۔

ہادی کو اس کے اپارٹمنٹ چھوڑ کر وہ گھر کے لئے نکل گیا تھا۔

"ماما! اسے دیکھیں ذرا یہ کیسی باتیں کر رہا ہے؟ میں کہیں نہیں جا رہی"

"اس کے ساتھ۔

صمد نے فلیٹ میں قدم رکھا تو اس کے کانوں سے بنین کی جھنجھلائی" ہوئی آواز ٹکرائی۔

تم میرے ساتھ جاؤ گی بنین ! میں ہر گز تمہیں اس انسان کے ساتھ" "چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔

"وہ انسان شوہر ہے میرا۔

بنین نے غصے سے کہا وشان نے اپنے ہاتھوں سے اپنا سر تھاما۔ پھر یک دم اس کی جانب مڑا۔

زبردستی اس نے نکاح کیا تھا تم پھر اس نکاح کا ثبوت تک نہیں" "----- ہے۔ وہ اس گھٹیا انسان

شان چلایا تو بنین نے اس کا گریبان پکڑا۔

اسے ضرورت ہے میری، میں اسے چھوڑ کر نہیں جاؤ گی کبھی بھی" "--- نہیں۔ رہی بات نکاح کے ثبوت کی تو

وہ پیچھے ہو کر آنسو صاف کرتی اپنا پرس اٹھا کر باہر لائی تھی۔ عطرت بیگم اور مدثر صاحب خاموش کھڑے تھے وہ پہلے ہی بنین کا فیصلہ جانتے تھے مگر اس بار وہ شان کو جان لینے دینا چاہتے تھے کہ بنین صمد کو قبول کر چکی ہے۔ جبکہ دروزے کے قریب کھڑا صمد بنین کو ہی دیکھ رہا تھا۔ اسے آنکھوں میں بھرتا وہ جیسے کوئی فیصلہ لینے کی ہمت جٹا رہا تھا۔

یہ رہا ثبوت۔ رہی بات زبردستی کی تو میں راضی ہوں اس نکاح"

"سے۔

اپنی ڈائری کے کور سے نکاح نامہ نکال کر اسے کھول کر دیکھاتی وہ فیصلہ کن لہجے میں بولے تھی۔

"محبت کرنے لگی ہو اس سے؟"

شان کے سوال پر صمد آگے آیا تھا۔

"چلی جاؤ بنین!"

صمد کا اسے جانے کا کہنا بنین کے الفاظ کو دبا گیا تھا۔وہ بے یقینی سے اسے دیکھ رہی تھی، جبکہ صمد اس کے پاس سے گزرتا کمرے میں بند ہو گیا تھا۔

پندرہ منٹ تک وہ ایسے ہی کمرے میں ٹہلتا رہا تھا دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر باہر آیا مگر خالی فلیٹ اسے منہ چڑا رہا تھا۔

"تم بھی چلی گئی ناں بنین ! شاید تمہارا وعدہ بھی کھوکھلا تھا۔"

وہ دکھ سے بولتا مڑا تو پیچھے کھڑی بنین کو دیکھ کر چونکا جو کڑے تیوروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔سینے پر پڑے پوالے ممکے نے اس کی بے یقینی دور کی تھی۔

تم ہوتے کون ہو فیصلہ کرنے والے ؟ہر بار تمہاری مرضی چلے گی ؟-"

-----کیوں ؟کیوں ہر فیصلہ تمہیں ہی لینا ہے۔پہلے زبردستی نکاح کیا ، پھر زبردستی نکاح کو ماننے پر مجبور کیا اور اب جانے کا کہہ رہے ہو

۔سب مذاق ہے یا میری زندگی مزاق ہے جو تم نے مجھے کھلونا سمجھ لیا ہے"۔اپنی شکل مت دیکھانا تم مجھے۔"

اسے دھکا دیتی وہ مڑ کر کمرے میں بند ہو گئی تھی۔صمد اپنے سینے پر ہاتھ رکے ویسے ہی کھڑا تھا جب کمرے کے بند ہونے پر وہ دھیما سا مسکرایا تھا۔

"!!بنین"

وہ دروازے کے پاس آکر بولا تھا۔ارادہ اسے منانے کا تھا۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے۔"

وہ اندر سے بولی تھی۔انداز ایسا تھا گویا صمد کے سامنے آتے ہی اس کا سر پھوڑنے میں وقت نہ لگائے۔وہ وہیں دروازے سے ٹیک لگائے کھڑا ہو گیا تھا۔البتہ اب مسکرا رہا تھا۔

دوسری جانب کار ڈرائیو کرتا شان خاموش تھا ذہن میں بنین کا جملہ گونج رہا تھا۔

تم نے پوچھا تھا اس سے محبت کرنی لگی ہو اگر میں کہوں ہاں تو تب بھی"

"ایک اچھے دوست اور بھائی کی طرح مجھے سپورٹ نہیں کرو گے؟

وہ تلخی سے مسکرایا تھا۔

"!!شان"

عطرت بیگم نے اسے پکارا۔وہ دونوں ہی اس کے خاموشی سے آنے پر حیران تھے۔

ان دونوں کے غموں میں بہت شناسائی تھی ماما! جو انہیں ایک"

دوسرے کے قریب لے آئی،اس نے بہت مان سے میرا ساتھ مانگا تھا

"میں خود غرض بن کر ان دونوں کی آخری امیدیں نہیں توڑ سکتا تھا۔

شان نے مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

وہ امانت تھی ارتسام کی۔میں خوش ہوں ہم نے اس کی امانت میں کوئی"
"کھوٹ نہیں کی۔

مدثر صاحب کی بات پر شان کچھ نہیں بولا تھا۔البتہ وہ آنکھ سے نکلتے آنسو کو گردن موڑ کر اپنے بازو سے صاف کر گیا تھا۔

****

"تم گئے نہیں ابھی تک؟"
ہادی گھر پہنچا تو مراد کو صحن میں ٹہلتے پایا۔
انکل آرہے ہیں شام تک عروسہ کو لینے تو ان کے ساتھ ہی جاؤں گا"
"۔

مراد نے اسے آگاہ کیا تو وہ سر ہلاتا کمرے کی جانب بڑھ گیا۔جہاں عروسہ حوریہ کے سرھانے بیٹھی تھی۔ہادی کو دیکھ کر اس نے ایک

گھوری سے نوازہ وہ اسے اگنور کرتا حوریہ کے پاس جا کر بیٹھا۔ عروسہ کھڑی ہو گئی تھی۔

"حوریہ بچے! کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لینے سے تم سچائی سے بھاگ نہیں سکتی۔ اسے جانا ہی تھا اگر وہ نہ جاتا تو اس کی زندگی کی مشکلات بڑھ جاتیں۔ اس نے قتل کیا تھا اور اس کا اعتراف بھی۔ عدالت اسے سخت سزا سناتی۔"

وہ آہستہ آہستہ بول رہا تھا جبکہ دو دن سے آنکھوں کو بند کئے لیٹی حوریہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے تھے۔

"!وہ زندہ تو ہوتا بھائی"

وہ آنکھیں کھولتی اس کے سینے پر سر رکھ کر سسک اٹھی تھی۔ ہادی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

میں اسے جانے کا کہا بھائی! میری غلطی ہے، اگر میں اسے جانے کا"
نہیں کہتی وہ کبھی نہیں جاتا۔ میں نے اس کی محبت کو بے مول کر
" !دیا بھائی

وہ اپنے دل کا غبار نکال رہی تھی۔ ہادی نے اسے رونے دیا تھا۔ وہ چاہتا تھا حوریہ نارمل ہو جائے۔

اگلے دن عروسہ الوداع لیتی وہاں سے چلی گئی تھی۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر ماں کی طبیعت کا سن کر وہ رک نہیں پائی تھی۔

(ایک ماہ بعد)

"حوریہ دروازہ اچھے سے بند کر لینا مجھے آنے میں دیر ہو جائے گی۔"

قرآن پاک پڑھتی حوریہ احتیاط سے قرآن پاک بند کر کر دروازے تک آئی تھی۔ دروازہ بند کر کر وہ واپس کمرے میں آئی تو اس کا فون بج رہا تھا۔

"کیسی ہو لمظ؟"

وہ فون اٹھا کر ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی تو لمظ نے گہری سانس لی۔

"میں ٹھیک ہوں تم سناؤ کیسی ہو اور بھائی صاحب کیسے ہیں؟"

لمظ نے اپنے انداز میں پوچھا تو دھیما سا مسکرائی۔

"ٹھیک ہیں وہ بھی۔"

"تمہارا بھی پوچھا ہے میں نے؟"

لمظ نے طنز کیا تو حوریہ نے آئینے میں خود کو دیکھا۔

"میں کیسی ہو سکتی ہوں؟ بالکل ٹھیک ہوں، ہٹی کٹی۔"

وہ مصنوعی ہنسی تو لمظ بھی اداس ہوئی۔

"اچھا جو بات کرنے کے لئے فون کیا تھا وہ تو سنو۔"

لمظ نے اسے پھر سے اداس ہوتا محسوس کیا تو بات بدلی۔

عروسہ کو تمہارے بھائی کی پسند بالکل پسند نہیں آئی،اس لئے وہ اپنے"

"اس پاگل دوست کے ساتھ جا کر شادی کا جوڑا لے کر آئی ہے۔

"لیکن بھائی کی پسند بھی اچھی تھی۔"

حوریہ کا دھیان بٹانے میں وہ کامیاب ہوئی تھی۔

رہنے بھی دو اپنے بھائی کو۔ویسے شادی کا جوڑا پیارا ہے بہت۔مجھے لگا"

"نہیں تھا اسے نمونے کی پسند اتنی اچھی ہو گی۔

وہ مراد کا ذکر اتنے اچھے لفظوں میں کر رہی تھی کہ حوریہ ہنس پڑی تھی۔

"اچھا میں دو دن تک آجاؤں گی۔"

لمظ نے اپنے کان میں تنکے کو جاتے دیکھ کر چباتے ہوئے لفظ ادا کئے تھے پھر فون بند کر کر دائیں جانب مڑی جہاں ہاتھ میں مزید تنکے لئے چہرے پر معصومیت سجائے شارق کھڑا تھا۔

"کان کے دروازے کھول کر یہاں سے سونا نکالنے چاہ رہے تھے؟"
اس نے شارق کو گھورتے ہوئے پوچھا تو معصومیت سے نفی میں سر
ہلا گیا۔
اتنی معصوم شکل بناتے ہوئے تمہیں خدا کا خوف نہیں آتا؟ مجھے ہٹلر"
"بنایا ہوا ہے۔
وہ منہ بگاڑتی دوسری جانب مڑی تو دیوار پر اپنے ہی بنائے اینگری برڈ
کے نیچے شارق کے نام کو کاٹ کر اپنا نام لکھا دیکھ کر وہ غصے سے پلٹی تھی
جب ہی شارق نے آگے بڑھ کر اس کے گرد اپنا حصار بنا لیا تھا۔ وہ نرمی
سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگا تو لمظ نے ہاتھ پیچھے لے جاتے
اس کی کمر کے گرد باندھے تھے۔
جتنی محبت جتانی ہے جتا لو مگر مجھے کراچی جانا ہے اور وہ پورے ایک"
"ہفتے پہلے۔

لمظ نے سنجیدگی سے کہا تو شارق نے برا سا منہ بنایا۔

"لمظ یار! کچھ تو خیال کرو میرا۔ میں کیسے رہوں گا اتنے دن تمہارے بغیر؟"

وہ مزید اسے خود میں سموتے بولا تو لمظ نے اس کی کمر میں چٹکی کاٹی۔

"تو میرا دم نکال کر یہاں سمادھی بناؤ گے میری۔"

شارق نے گرفت ڈھیلی کی تو وہ غصے سے بولی۔

"محبت سے تاج محل بنواؤں گا تمہارے لئے۔"

شارق نے اسے پیچھے کرتے اس کے ماتھے پر لب رکھتے ہوئے کہا تو لمظ مسکرائی۔

"اچھا! کب بنواؤ گے؟"

اس نے اشتیاق سے پوچھا تو شارق نے دروازے کی جانب قدم لئے۔

"جب شاہ جہاں نے بنوایا تھا تب۔"

وہ آنکھ ونک کرتا بول کر کمرے سے نکل گیا تھا۔لمظ کو بات سمجھ آئی تو وہ اسے پیچھے کمرے سے نکلی مگر وہ گھر کا دروازہ عبور کر گیا تھا۔

"میں نے اسے بہت ڈھیل دے دی ہے۔"

وہ خود سے بات کرتی واپس اندر آئی تھی جب نظر اینگری برڈ پر پڑی ہنسنے لگی۔

پیپرز ختم ہوتے ہی وہ خود واپس آگئی تھی۔اس کا واپس آنا ہی شارق کو معافی کی نوید سنا گیا تھا۔ گزرے دنوں میں جہاں شارق نے لمظ کو اپنی محبت کی گہرائی سے روشناس کروایا تھا وہیں لمظ نے اسے ناکوں چنے چبوانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ باسط کے ساتھ شارق کے تعلق کی مضبوطی نے اسے شارق کے دوسرے پہلو متعارف کروایا تھا۔وہ بلا تردد سب کو کہتی تھی اس کا شوہر ڈبل پرسینلٹی رکھنے والا انسان ہے۔

وہ سر جھٹکی الماری کی جانب بڑھ گئی تھی،تاکہ شارق کے کچھ کپڑے پریس کر کر رکھ سکے۔

****

"کیسی لگ رہی ہوں؟"

دلہن کے لباس میں وہ مکمل تیار دونوں ہاتھوں سے سر پر ڈالے گھونگھٹ کو پکڑے کھڑی مراد سے پوچھ رہی تھی۔مراد نے ایک نظر اسے اوپر سے نیچے تک دیکھا پھر اس کے گرد چکر لگاتے ہوئے اسے دیکھنے لگا۔

لگ تو اچھی ہو رہی ہو بس ایک تلوار کی کمی ہے بالکل رضیہ سلطانہ" "لگو گی۔

مراد نے اچھے اسے دیکھ کر کہا تو اس نے گھونگھٹ میں سے ہی مراد کو گھوری سے نوازا۔ جالی دار ڈوپٹے کے گھونگھٹ سے وہ باقاعدہ اسے گھورتی ہوئی نظر آئی تو اس نے کندھے اچکائے۔

"اصل تعریف کی تھی میں نے مگر تمہیں وہ شاعرانہ تعریف ہی سننی ہے۔"

مراد منہ بگاڑ کر کہتا اسے ساتھ لئے پارلر سے باہر آیا۔

"خالہ سے کہوں گی تمہاری شادی کسی پاگل لڑکی سے کرے۔ جب وہ تمہارے بال نوچا کرے گی نہ تب شاید تمہارے اس دماغ کو ہوا لگے۔"

مستقبل کے نقشے کو تصور کرتے مراد کا ہاتھ فوراً سر پر گیا تھا۔ اس کا ہونق زدہ چہرہ دیکھ کر عروسہ ہنستی چلی گئی تھی۔ اسے اس طرح ہنستے دیکھ کر مراد نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تھا۔

ایک بات کہوں تم سے؟ میں کبھی کہہ نہیں پایا مگر آج کہنا چاہتا"

"ہوں۔

مراد کے اتنی سنجیدگی سے کہنے پر عروسہ نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

میں بہت محبت کرتا ہوں تم سے؟ پہلے اس بات کا احساس نہیں تھا مگر"

جب تم مجھ سے دور ہوئی تو ہر پل میں نے ہمارے رشتے کے بارے میں سوچا تھا۔ جیسے ہی نتیجہ میرے سامنے آیا میں چاہ کر بھی خود کو روک

"نہیں پایا تمہارے پاس آنے سے۔

"----مراد! م"

عروسہ بے یقینی سے بولی تو مراد نے اسے روکا۔

"ریلیکس عروسہ! میری پوری بات تو سن لو۔"

اسے رونے کی تیاری پکڑتا دیکھ کر مراد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

میری محبت ویسی نہیں ہے جیسی ہادی تم سے کرتا ہے بلکہ میں دوست "
بن کر ہمیشہ تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ وہ دوست جو تمہاری ہر
مشکل میں تمہارے ساتھ ہو۔ یاد ہے ہمارا وعدہ ہم کبھی کسی مشکل میں
ایک دوسرے کا ساتھ نہیں چھوڑیں گے۔ اب دیکھو تم کسی کی زندگی
برباد کرنے جا رہی ہو میں پھر بھی ایک سچے دوست کی طرح تمہارے
"ساتھ ہوں۔

سنجیدگی سے کہتا مراد نے آخری جملے افسردگی سے بولے تو وہ جو اتنی ایموشنل تقریر پر رونے کی تیاری پکڑ رہی تھی دونوں ہاتھوں سے اسے مارنے لگی۔

مراد اور عروسہ ایک ناقابل یقین رشتہ۔ بچپن میں ننھے ذہنوں نے ایک وعدہ لیا تھا دوستی نبھانے کا۔ مشکلیں آئیں، رشتہ ڈگمایا مگر دوستی کی ڈور ٹوٹ نہ پائی۔

"!نکاح مبارک ہو بھابھی"

آف وائٹ ٹخنوں تک آتے فراک پہنے، بالوں کو حجاب میں کور کئے وہ ہلکے سے میک اپ میں بھی اپنی اداس آنکھوں کی وجہ سے الگ نظر آرہی تھی۔ نکاح کے بعد وہ عرسہ کے برابر میں بیٹھی ہوئی اسے مبارک باد دے رہی تھی۔ چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ مگر آنکھوں میں اداسی کو عروسہ نے بھانپ کو اسے گلے لگایا تھا۔

"میری دعا ہے اللہ تمہیں ڈھیروں خوشیوں سے نوازے۔ تمہارا دامن ہر وقت خوشیوں سے بھرا رہے۔"

وہ اسے دعا سے رہی تھی حوریہ اس کی محبت پر رشک سے مسکرائی۔

"آپ دونوں کی محبت کو کسی کی نظر نہ لگے۔"

عروسہ سے الگ ہوتی وہ ان دونوں کے سر پر سے کئی نوٹ وار کر ایک جانب رکھ کر انہیں دعا دے کر اسٹیج سے اتر گئی تھی۔ہادی نے اسے ایسے جاتے دیکھا تھا مگر کچھ نہیں بولا تھا۔

****

لمظ یار تمہارا تیسرا کپ ہے یہ؟"

لمظ کو آئس کریم کھاتے دیکھ کر شارق کسی جاننے والے سے ایکسکیوز کرتا اس کے پاس آیا تھا۔

کیا مطلب تیسرا کپ ہے؟میرے کھانے پینے پر پابندی لگا رہے ہیں"

"آپ؟

لمظ نے روہنسا ہوتے پوچھا تو شارق نے بوکھلا کر ادھر ادھر دیکھا۔لمظ کا اسے آپ کہنا اسے ہمیشہ ہی مشکوک سگنل دیتا تھا۔

"کوئی نہیں دیکھ رہا آپ کو۔"

لمظ نے نروٹھے پن سے کہا تو شارق نے اس کی جانب دیکھا جو سیریس ہو کر بھی سیریس نہیں لگ رہی تھی۔

"موسم بدل رہا ہے لمظ! یہ نقصان دے گی تمہیں۔"

اس نے اب باقاعدہ اس کے ہاتھ سے کپ لے لیا تھا۔

"!مجھے بھوک لگی ہے شارق"

لمظ نے معصومیت سے کہا تو شارق کو اس سے زیادہ معصوم دنیا میں کوئی نہ لگا۔

"میں ابھی کھانا لاتا ہوں بس ایک منٹ رکو۔"

شارق کی پھرتی پر لمظ اسے محبت سے دیکھتی مسکرائی تھی۔اس کے جاتے ہی وہ کچھ دور کھڑی لڑکی سے مخاطب ہوئی۔

ہو گئی تسلی! لمظ انصاری! سوری سوری---لمظ شارق حیدر کسی پر"

"مسلط نہیں ہوئی بلکہ دعاؤں میں مانگا گیا ہے مجھے۔

اپنی کسی پڑوسن کو چڑاتی وہ فخر سے بولی تھی۔ جبکہ اس سے ڈش کا پوچھنے واپس آتے شارق نے اس کا تعارف سنا تو دل میں ایک سکون اترا آیا تھا۔ لمظ کا اپنے نام کے آگے شارق کے نام کا حوالہ آج اسے ایک بوجھ سے آزاد کر گیا تھا۔ لمظ سر جھٹکی مڑی تو شارق کو دیکھ کر اس کے پاس آئی۔

"مسٹر شارق حیدر! آپ کی مسز کو بھوک لگی ہے، اگر دل نے ڈانس بند کر دیا ہو تو چلیں۔"

کوٹ کے اوپر سے اس کے سینے پر انگلی سے اپنا نام لکھتی وہ آہستگی سے بولی تو شارق ہوش میں آتا ہاں میں سر ہلا کر اسے ساتھ لئے بوفے کی جانب بڑھ گیا۔

لمظ انصاری! شارق حیدر کی زندگی کا وہ کردار جس نے اس کی زندگی کی ساری الجھنوں کو کھول دیا۔ایک نے محبت میں چوٹ کھائی تو دوسرے نے انا کی غلامی میں چلتے اپنی محبت کو تکلیف سے دوچار کر دیا۔

محبت اور انا کی جنگ کھیلی گئی جس میں اللہ کا بنایا پاک رشتہ جیت گیا۔

****

یہ کمرے کا اندرونی منظر تھا جہاں ٹیبل پر چائے کے خالی کپ موجود تھے۔بیڈ پر کتابوں کا ڈھیر پھیلائے ابیہا بیٹھی تھی جس کے ہاتھ میں بھی ایک چائے کا موجود تھا جس سے وہ چسکیاں بھر رہی

تھی۔کمرے کے دروازے میں کھڑا باسط آنکھیں چھوٹی کئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"بند کرو اپنی بکس اور سو جاؤ۔"

وہ چڑتے ہوئے بولا، تو ابیہا نے اشارے سے اسے رکنے کا کہا۔

"ٹھیک ہے پھر تم جاگو میری سائیڈ خالی کر دو۔مجھے نیند آرہی ہے۔"

باسط کہہ کر بیڈ کی جانب آیا اور خود ہی کتابیں ہٹا کر اپنے لئے جگہ بنا کر لیٹ کر آنکھیں موند گیا۔ابیہا نے اپنے سارے نوٹس اور بکس کے صفحے آگے پیچھے ہوتے دیکھے تھے پھر غصے سے اٹھ کر کمرے سے نکل گئی تھی۔دروازہ دھاڑ سے بند ہوا تو باسط نے گردن موڑ کر بیڈ کے دوسری جانب دیکھا۔ابیہا کو نا پا کر وہ اٹھ کر بیٹھا۔گہری سانس بھرتا وہ بستر سے اتر کر کمرے سے باہر آیا۔جہاں وہ لاؤنج میں ٹہل رہی تھی۔

"اب کیا ہوا ہے ابیہا؟"

اس نے ابیہا کے سامنے کھڑے ہوتے پوچھا تو وہ رخ موڑ گئی۔اس کی خفگی پر باسط کو حیرت ہوئی۔

"اب اس بے وقت کی ناراضگی کا کیا مطلب لوں میں؟"

باسط نے ہاتھ باندھتے ہوئے پوچھا تو ابیہا نے یک دم اس کی جانب دیکھا ۔آنکھوں میں واضح غصہ تھا۔پھر وہ تیزی سے کچھ اشارے کرنے لگی۔

میرے سارے نوٹس مکس کر دیئے۔مجھے سوال سمجھنے تھے وہ صفحے "

" بھی گم کر دیے۔مجھے بات ہی نہیں کرنی ہے۔

وہ منہ پھلاتی صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔باسط نفی میں سر ہلایا۔

"آؤ میں سمجھا دیتا ہوں سب سوال۔"

وہ زبردستی اسے کھڑا کرتا بولا تو ابیہا نے بازو چھڑوائی۔

"اب چائے نہیں ملے گی ابیہا! اس لئے چپ چاپ اندر چلو۔"

ابیہا کو ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کر اس نے غصے سے اسے گھورا پھر اٹھ کر اپارٹمنٹ سے نکل گیا۔باسط کا یوں ناراض ہو کر آدھی رات کو اپارٹمنٹ سے نکل جانا ابیہا کے سارے نخرے ختم کر کر ہاتھ پاؤں پھلا گیا تھا۔وہ اس کے پیچھے دروازے تک آئی تھی مگر باہر سارا کاریڈور خالی

تھا۔اس نے دروازہ واپس بند کیا۔ باسط کا فون بھی کمرے میں تھا۔وہ پریشان ہو گئی تھی۔اب خود کو کوس رہی تھی کہ اس نے کیوں باسط کو تنگ کیا۔وہ بے چینی سے لاؤنج میں ٹہلنے لگی۔ بار بار انگلیاں مروڑ رہی تھی۔ایک گھنٹہ گزرا تو پریشانی تشویش میں بدل گئی تھی۔وہ سب چھوڑ کر رونا شروع ہو گئی تھی۔مزید دس منٹ گزرے تو اس نے اپنا فون اٹھا کر لمظ کو بتانے لئے اس کا نمبر نکالا، تبھی دروازہ کھلا تھا اور باسط اندر آیا۔ باسط کو دیکھتے ہی وہ فون صوفے پر پھینکتی اس کی جانب لپکی تھی بنا یہ دیکھے کہ فون صوفے سے ٹکرا کر زمین بوس ہو گیا تھا۔وہ بھاگ کر باسط کے سینے سے لگتی رونے لگی تھی۔ جتنی تیزی سے وہ اس کے سینے سے لگی تھی باسط کے ہاتھ میں پکڑا دودھ کا ڈبہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر فرش پر گرا تھا۔اور دودھ بہتا چلا گیا۔ باسط نے افسوس سے اس کی جانب دیکھا۔

"اب میں دوبارہ ہر گز نہیں جاؤں گا دودھ لینے۔"

باسط نے تھکے لہجے میں کہا تو ابیہا پیچھے ہوئی۔نیچے گرے دودھ کو دیکھ کر اس نے مسکین شکل بنائے باسط کو دیکھا جس کے چہرے پر افسوس تھا۔ ابیہا نے پڑھنے کے دوران جتنی بار چائے پی تھی دودھ ختم ہو گیا تھا،اس کی ضد تھی چائے مزید پینے کی جب کہ باسط کا کوئی ارادہ نہیں تھا آدھی رات کو باہر سے دودھ لانے کا مگر ابیہا کو مانتے نہ دیکھ کر وہ ڈھونڈ کر دودھ لایا تھا جو ابیہا نے اپنی جذباتیت میں ضائع کر دیا تھا۔

"نہیں پینی چائے۔"

ابیہا نے اشارے سے اسے کہا اور اسے ساتھ لیے کمرے کی جانب بڑھی۔باسط کی نیند سے بھری آنکھیں دیکھ کر اسے اپنی ضد پر غصہ آیا تھا۔صوفے کے قریب رک کر باسط کے قدم رکے تھے۔اپنے موبائل کو زمین پر گرا دیکھ کر ابیہا کا ہاتھ منہ پر گیا تھا۔باسط نے جھک کر

فون اٹھایا پھر اس کی سکرین دیکھ کر ایک نظر ابیہا پر ڈالی تو جبرا مسکرائی تھی۔وہ نفی میں سر ہلاتا کمرے کی جانب گیا تھا۔ابیہا اس کے انداز پر ہنسی تھی۔

باسط اور ابیہا کی محبت جو ابیہا کے آنکھ سے بہتے آنسو کو دیکھ کر بنپی تھی۔باسط کا سلجھا انداز اور سمجھداری اس کی محبت کے سامنے پر کہیں چلی جاتی تھی۔وہ سب کے سامنے کچھ اور تھا تو ابیہا کے لئے وہ اس کے نخرے اٹھانے والا اس کا محبوب شوہر تھا۔

****

"ہم نے اسے یہاں لا کر صحیح فیصلہ کیا ہے ناں؟"

بنین نے پارٹی تھرو کی تھی کیونکہ صمد نے اس کی بات مان کر سیاست میں جانے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔اس نے اپنی خوشی میں سب کو شامل کیا تھا۔ہادی ابھی کچھ دیر پہلے صمد کی اچھی طرح ٹانگ کھینچائی کر کر

عروسہ کے پاس آیا تھا۔جو دور کھڑی حوریہ کو دیکھ کر سنجیدگی سے بولی تھی۔ہادی نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تھا جہاں حوریہ سب سے الگ تھلگ کھڑی تھی۔

"!اسے اب زندگی میں آگے بڑھنا چاہیئے، چڑیل"

ہادی کے اسے چڑیل کہنے پر عروسہ نے اس کی بازو پر مکا مارا تو دور کھڑے صمد نے اسے دیکھ کر ہنسی دبائی۔

"دوسروں پر ہنسنا بری بات ہے۔"

بنین نے اس کے بازو پر چٹکی کاٹی تھی۔صمد نے اپنا بازو مسلتے اسے گھورا تو بنین نے ادائے بے نیازی سے اپنے بال شانے سے جھٹکے تھے۔

"ماما پاپا آ گئے۔"

وہ یک دم خوش ہوتی مدثر اور عطرت کو دیکھ کر ان کے پاس چلی گئی تھی جب صمد نے ایک نظر اوپر کمرے کی کھڑکی پر ڈالی تھی۔ پھر سر نفی میں ہلا کر بنین کے پیچھے چل دیا۔

"شان کہاں ہے؟"

عطرت اور مدثر صاحب سے مل کر اس نے شان کی تلاش میں نظر دوڑائی۔

"آرہا ہے کار پارک کر رہا تھا۔"

عطرت بیگم نے محبت سے اسے ساتھ لگاتے ہوئے کہا وہ مسکرا دی۔ صمد مدثر صاحب سے بات کرنے لگا تھا جبکہ بنین وقت دیکھتی اندر کی جانب بڑھی تھی تاکہ کھانا لگوا سکے۔

"السلام علیکم!"

شان کی گھمبیر اور سنجیدہ آواز پر صمد نے اس کی جانب دیکھا۔ پھر خوش دلی سے اس کے گلے لگا تھا۔

"مجھے اچھا لگا تم آئے۔"

مدثر صاحب اور عطرت بیگم ہادی کی جانب بڑھ گئے تھے۔ اس وقت وہ دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے۔ صمد کے بر عکس شان سنجیدہ تھا۔

"میں صرف بنین کے لئے آیا ہوں۔"

صمد کی مسکراہٹ سمٹی تو شان نے گارڈن میں آتی بنین کی جانب دیکھا۔

"اسے خوش رکھنا صمد! اگر اس کی خوشی تمہارے ساتھ نہ ہوتی تو میں کبھی اسے یہاں نہ چھوڑتا۔"

وہ بنین کو دیکھتا بول رہا تھا۔ صمد کی نظریں بھی بنین پر تھیں، اگر وہ شان کی آنکھوں میں دیکھ لیتا تو بنین کے لئے محبت بھی بھانپ جاتا۔

ہم دونوں کے لئے ہم دونوں ہی سہارا بنے ہیں شان! ہم دونوں سے "
سب چھینے والا ہمارا سب سے قریبی تھا۔ ہمارا دکھ سانجھا ہے تو اس درد
"کی دوا بھی ہمیں ہی بننا تھا۔

صمد نے کہا تو شان اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سر ہلاتا آگے بڑھ
گیا۔ وہ بنین سے مل رہا تھا جب کہ صمد نے ایک بار پھر کھڑکی کی جانب
دیکھا تھا۔ کمرے کی لائٹس آف تھیں۔ وہ مایوس ہوتا آگے آیا تھا۔

"تم خوش ہو یہی بہت ہے میرے لئے۔"

وہ بنین کے پاس آیا تو شان کے جملے اس کے کانوں سے ٹکرائے۔ وہ
بنین کو اشارہ کرتا بوفے کی جانب بڑھ گیا۔ بنین بھی شان سے ایکسکیوز
کرتی صمد کے پیچھے آئی جب اس کی نظر گارڈن کے تاریک کونے کی
جانب بڑھتے شخص پر گئی۔ وہ رک گئی تھی۔ ساتھ ہی صمد کو بھی

اشارے سے اس جانب دیکھنے کا کہنے لگی۔ پھر مسکراتی ہوئی اس جانب بڑھی۔

شان بنین کی زندگی میں ایک بھائی کا درجہ رکھتا تھا۔ وہ چاہ کر بھی اپنی محبت اس پر ظاہر نہیں کر پایا تھا۔ وہ اس لڑکی کا بھرم نہیں توڑ سکتا تھا جس کی زندگی کو بہترین بنانے کا وعدہ اس نے خود سے لیا تھا۔ وہ جانتا تھا وہ کبھی نہیں پچھتائے گا۔

****

وہ ہادی کے فورس کرنے پر آتو گئی تھی مگر اب عجیب سی بے چینی اسے ہو رہی تھی۔ سب لوگوں کو خوش گپیوں میں مصروف دیکھ کر وہ ایک تنہا گوشے کی جانب بڑھ گئی تھی۔ روشنیوں بھری محفل میں یہ حصہ کافی حد تک تاریک تھا۔ وہ ان سب کی جانب دیکھتی پیچھے قدم لینے لگی تو انجانے میں پیچھے رکھے کیکٹس کے گملوں سے ٹکرائی۔ اپنی چیخ دباتی وہ

کیکٹس میں الجھاڈوپٹہ نکالنے لگی۔اسے سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس کی آنسو کیوں بہہ نکلے تھے، شاید اپنی بے بسی پر۔جب ڈوپٹہ آزاد نہ ہوا تو اس نے جھنجھلاتے ہوئے اپنا ہاتھ کیکٹس پر مارا۔اس کے منہ سے کراہ نکلی تو وہ رونے لگی۔جب اچانک کوئی اس کے پاس نیچے بیٹھا تھا۔احتیاط سے اس کا ڈوپٹہ کیکٹس سے الگ کر کر وہ کھڑا ہوا اور جیب سے رومال نکال کر اس کی جانب بڑھایا۔اندھیرے کے باعث وہ آنے والے کا چہرہ نہیں دیکھ پا رہی تھی۔دھیرے سے اسکے ہاتھ سے رومال لیکر اس نے اپنی ہتھیلی پر رکھا تھا۔

"!!!بھائی"

بنین کی آواز پر وہ شخص مڑا تھا۔

"آپ یہاں ہیں؟ چلیں میرے ساتھ"

اس سے پہلے وہ زبردستی اسے اپنے ساتھ لے جاتی اس کی نظر حوریہ پر پڑی۔

"حوریہ! تم یہاں کھڑی ہو؟"

اس نے اس کے آنسو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"چوٹ لگی ہیں انہیں۔"

مردانہ سنجیدہ آواز، حوریہ نے فوراً اس کی جانب دیکھا تھا جو آگے بڑھ رہا تھا۔

"!!بابر"

اس نے زیر لب اس کا نام لیا تھا جو بنین سن چکی تھی اور آگے بڑھنے والا فرد بھی۔

"میرا نام ارتسام ہے بابر نہیں۔"

وہ مڑ کر ایک ایک لفظ جتاتا ہوا بولا تو ایک ماہ بعد اپنے سامنے بابر کو صحیح سلامت دیکھ کر اس کے ہاتھ پہلو میں جا گرے۔ قوتِ گویائی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ بنین نے دونوں پر ایک نظر ڈالی تھی پھر صمد کی طرف دیکھا جو اس کی بے چارگی بھری شکل دیکھ کر اسے تسلی دینے کو سر ہلا گیا تھا۔

"بھائی!!! وہ بابر---میں نے دیکھا اسے---بھائی وہ وہاں تھا۔---"

"!!!اسے روکیں بھائی

ہادی اس کے پاس آیا تو حوریہ روتے ہوئے بولی۔اسکے بے ربط جملے اس کے دل کی حالت بتا رہے تھے۔

"!اب میری بات غور سے سننا حوریہ"

وہ حوریہ کو ساتھ لیے گھر کے اندر آیا تھا۔وہ مسلسل رو رہی تھی۔

****

ماضی

گولی کی آواز چلتے ہی ملک تراب علی کا وجود ساکت ہوا تھا۔

"بچالیا آپ کو جلنے کی تکلیف سہنے سے۔"

اپنا سر پکڑے وہ رونے لگا تھا۔

"حیوان بنادیا مجھے آپ نے اور آپ کے بیٹے نے۔ صرف آپ لوگوں کی وجہ سے میری ماں بھی میرا منہ نہیں دیکھے گی۔ کیوں کیا آپ دونوں نے یہ؟ کیا یہ خون کبھی دھل پائے گا؟"

وہ بے بسی سے سر پکڑے رو رہا تھا۔ جب دروازہ ٹوٹا تھا۔ صمد نے چلا کر اسے پکارا تھا۔

"ایک قاتل کو بچا کر انسانیت پر ظلم کرنا چاہتے ہو؟؟؟"

بابر نے مڑ کر صمد کو دیکھتے ہوئے پوچھا جو اندر آنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"معافی کا راستہ آخری سانس تک کھلا ہوتا ہے بابر! پلیز لوٹ آؤ۔"

وہ کرب سے بولا تھا تبھی کمرے میں لگافانوس بابر سے ٹکراتا زمین بوس ہوا تھا۔ بابر بے ہوش ہوا تو دائیں جانب بنی الماری آگ سے جل کر اپنا توازن کھو کر بابر پر گری تھی۔ صمد چلاتا ہوا بنا آگ کی پرواہ کئے اندر بھاگا تھا۔اس کے ساتھ ہی کچھ لوگ اندر آئے تھے۔ بابر کو باہر نکال کر وہ جیسے ہی مڑا تھا ایک شخص اندر ہی رہ گیا تھا۔

"باہر آؤ تم بھی۔"

صمد چلایا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہمارے صاحب نے بہت احسانات کئے ہیں ہم پر ان کی وجہ سے ہم زندگی جینے کے قابل ہوئے،ان کے لئے اپنی جان قربان کرنے کو تیار ہیں۔ہمارے صاحب نے کوئی گناہ نہیں کیا۔انہیں بچا لینا۔"

صمد بے یقینی سے سامنے دیکھ رہا تھا جہاں وہ شخص اب خود پر گولی چلا چکا تھا۔صمد بابر کو لے کر وہاں سے نکلا تھا جبکہ پیچھے بابر کے ساتھیوں نے

سارا معاملہ سنبھال لیا تھا۔دنیا کی نظر میں بابر اور ملک تراب کی موت ہو گئی تھی۔صمد نے جلد از جلد تدفین کا بندوبست کر کر اس کیس کو بھی دفن کر دیا تھا۔

بابر کے ساتھیوں کی بدولت اسے معلوم ہوا تھا کہ بابر ملک تراب علی سے ان کی پراپرٹی لے کر اسے بیچ کر سب ان لوگوں کو دیتا تھا جو ان کے ظلم کا شکار ہوئے تھے۔اسنے پہلی بار اثر وسوخ کا استعمال کیا تھا۔بابر کے کاغذات بنوائے جس میں اسے بابر کا جڑواں بھائی ارتسام لکھوایا۔اس کے لیے مشکل نہیں تھا اس کی پہچان بدلنا۔کرپشن کے دور میں ہر غلط کام آسانی سے ہو جاتا تھا۔بابر کے بنے سارے کیس بند ہو گئے تھے ۔اب ارتسام تھا جو ایک نئی زندگی جینے کے لیے تیار تھا، مگر دو دن بے ہوش رہنے کے بعد جب اسے ہوش آیا تو دماغ کی نس دبنے کیوجہ سے اس نے کسی کو بھی نہ پہچانا۔ایک جانب صمد نے شکر ادا کیا تھا کہ بابر

سب بھول گیا تھا تو دوسری جانب وہ اس کے لئے پریشان بھی تھا۔ کیونکہ وہ چاہ کر بھی اسے سچائی سے آگاہ نہیں کر سکتا تھا۔ حوریہ سے میں بند رہنا اس بات کو چھپایا گیا تھا مگر حوریہ کی حالت اور بابر کا کمرے ہادی اور صمد کو مجبور کر گیا تھا کہ وہ کم از کم حوریہ کو سب سے آگاہ کر سکتے ہیں۔

****

"میں مل لوں ان سے پلیز؟؟؟"

ہادی کے سب بتانے پر حوریہ نے التجا کی تو ہادی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اسے اجازت دے دی۔ وہ ہادی کے بتانے پر بابر کے کمرے کی جانب بڑھی تھی۔ ہاتھ میں اس کا رومال پکڑا ہوا تھا۔ کمرے کے باہر رک کر اس نے اپنے آنسو صاف کئے تھے پھر ناک کرتی اندر داخل

ہوئی۔ کھڑکی کے قریب کھڑا بابر پلٹا تھا۔ حوریہ کو دیکھ کر اس کے چہرے کے تاثرات نا سمجھی میں ڈھلے تھے۔

!اتنی مدت بعد ملے ہو

کن سوچوں میں گم رہتے ہو؟

"آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟"

اس نے سنجیدگی سے پوچھا تو حوریہ نے اپنی بند مٹھی کھولی۔

اتنے خائف کیوں رہتے ہو؟

ہر آہٹ سے ڈر جاتے ہو۔

آپ کو یہ واپس کرنا تھا---آپ نے میری مدد کی باہر اس کے لئے"

"شکریہ بولنا تھا۔

حوریہ نے نارمل انداز میں بولنا چاہا تھا مگر اس کا لہجہ اس کے رونے کی چغلی کھا رہا تھا۔

تیز ہوا نے مجھ سے پوچھا۔

ریت پر کیا لکھتے رہتے ہو؟

بابر نے اس کے ہاتھ میں موجود سفید رومال کو دیکھا جس پر سرخ دھبے بنے ہوئے تھے۔ حوریہ اس کے چہرے پر شناسائی کی کسی رمق کو نہ پا کر اپنا بہتا آنسو صاف کر کر مسکرائی تھی۔

کاش کوئی ہم سے بھی پوچھے

رات گئے تک کیوں جاگتے ہو؟

"آپ جائیں۔ مجھے اکیلا رہنا ہے۔"

اس کے بہتے آنسو کو دیکھ کر وہ رخ موڑ کر بولا تو حوریہ اس کے ری ایکشن پر مسکرائی۔

میں دریا سے بھی ڈرتا ہوں

!تم دریا سے بھی گہرے ہو

"آپ کو معلوم ہے ہم پہلے سے ایک دوسرے جانتے ہیں۔"

حوریہ کے بتانے پر وہ فورا مڑا تھا۔

"آپ کی جانتی ہیں میرے بارے میں؟"

بابر کے لہجے میں بے قراری تھی۔

کون سی بات تم میں ایسی ہے

اتنے اچھے کیوں لگتے ہو؟

"یقین کریں گے میرا؟"

حوریہ نے مسکرا کر پوچھا۔تو اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"آپ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور میں آپ سے۔"

حوریہ کے یقین سے کہنے پر بابر نے اس کے آنکھوں میں دیکھا جہاں جھوٹ کی رمق بھی نہ تھی۔وہ کئی لمحے اسے دیکھے گیا تھا۔

پیچھے مڑ کر کیوں دیکھا تھا؟

پتھر بن کر کیا تکتے ہو؟

اگر یہ سچ ہے تو تم اتنے دن سے کہاں تھی؟ محبت کرنے والے یوں "

"تنہا تو نہیں چھوڑتے۔

بابر نے دو قدم آگے آتے ہوئے پوچھا تو حوریہ نے قدم اس کی جانب بڑھائے۔ وہ دونوں بالکل آمنے سامنے کھڑے تھے۔

زندگی امتحان لے رہی تھی، دیکھیں امتحان پاس کر کر آئی "

"ہوں۔ سب کو بتا کر آئی ہوں کہ میں آپ کے بنا نہیں رہ سکتی۔

حوریہ نے اپنی ہتھیلی اس کے سامنے پھیلائی۔

ہم سے نہ پوچھو ہجر کے قصے

اپنی کہو اب تم کیسے ہو؟

ملن کی نوید سے دیں، وعدہ کرتی کبھی دور نہیں جاؤ گی، اور نہ جانے "

"دوں گی۔

وہ بہت مان سے بولی تو بابر نے اس کی ہتھیلی پر نظر جمائی۔

محسن تم بدنام بہت ہو

جیسے ہو' پھر بھی اچھے ہو

ہتھیلی کو دیکھتا وہ ہاتھ آگے بڑھاتا اس کا ہاتھ تھام گیا تھا۔

"میرا دل کہہ رہا ہے تمہیں جانے نہ دوں۔"

بابر نے کہا تو وہ رونے لگی۔اس کی ہاتھ کی پشت پر سر ٹکائے وہ رو رہی تھی۔تشکر کے آنسو تھے۔

"اب دور مت جایئے گا۔"

وہ روتے روتے بولی تو بابر مسکرایا۔دروازہ ناک ہونے پر حوریہ سیدھی ہوئی تھی۔ہادی اور صمد اندر آئے تھے۔

"نکاح کرنا چاہتے ہو؟"

صمد نے پوچھا تو بابر نے حوریہ کی آنکھوں میں دیکھتے ہاں میں سر ہلایا تھا۔ہادی نے آگے بڑھ کر حوریہ کے سر پر ہاتھ رکھا تھا۔

کچھ دیر بعد ان دونوں کا نکاح ہو گیا تھا۔بابر ہنستی مسکراتی حوریہ کو دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے صمد کی جانب دیکھا جس نے پچھلے ایک ماہ میں ایک بڑے بھائی کی طرح اسے سنبھالا تھا۔اس نے اپنے ہاتھوں کی جانب دیکھا۔پھر مسکرایا تھا۔

****

ختم شد

اگر آپ ناول پڑھنے کے شوقین ہیں تو ہم آپکے لئے لائے ہے دنیا کا سب سے بڑا
ناولز کا مشہور ویب سائٹ جہاں سے آپ دنیا جہاں کے مزے کے ناولز پڑھ اور
ڈاؤنلوڈ کر سکتے ہے جو ناولز آپکو کہی کسی اور ویب سائٹ سے نہیں ملے گے

ZUBINOVELSZONE.COM 👉 ZNZ.LIFE

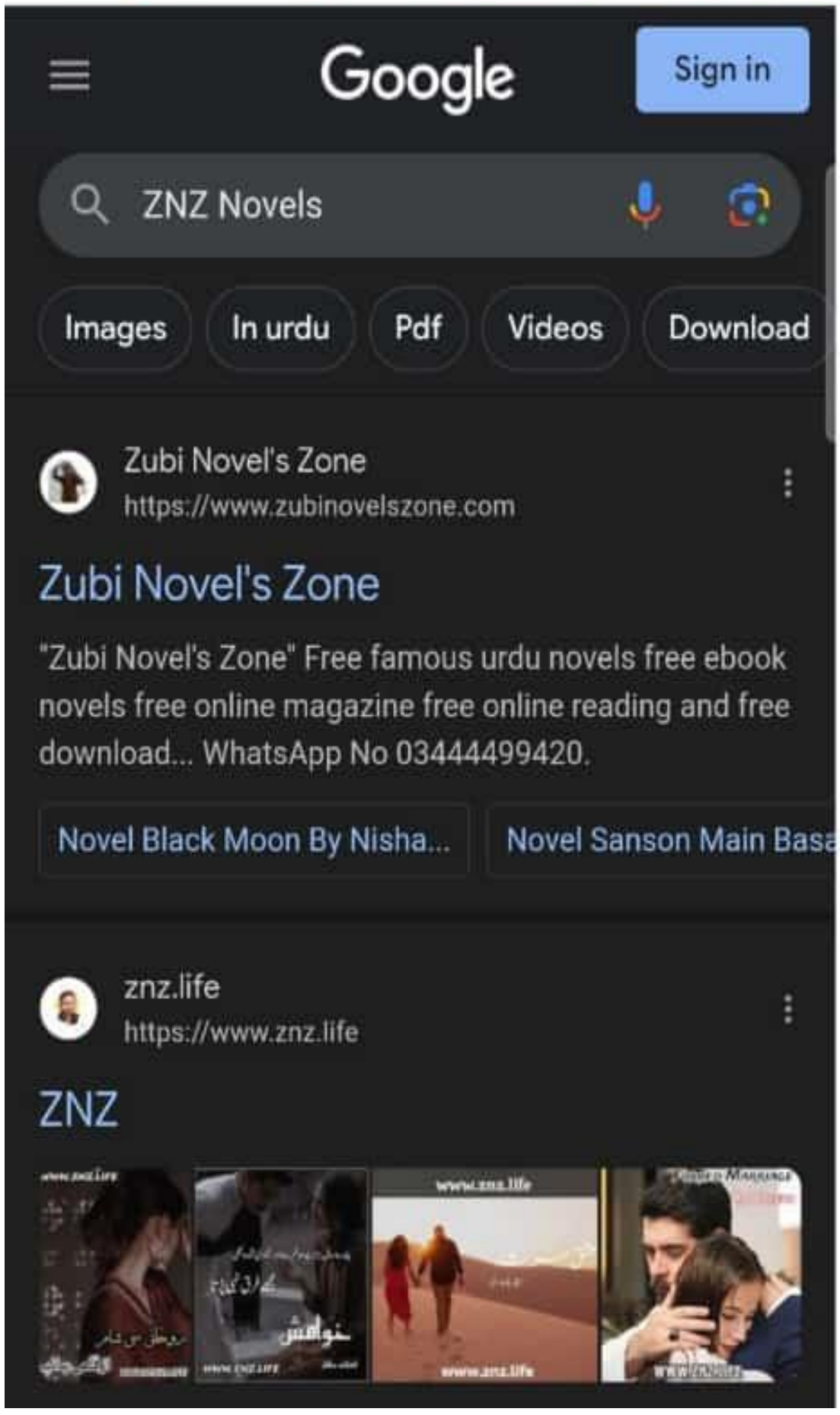

تو دیر کس بات کی ابھی گوگل پر
جائے اور ٹائپ کریں

ZNZ NOVELS

ٹوپ پر دو ویب سائٹ آجائے
گے جسکی سکرین شاٹ آپ
سامنے دیکھ سکتے ہے کوئی بھی
ایک سائٹ وزٹ کریں اور
اپنے پسند کا ناول سرچ کر کے
بآسانی ڈاؤنلوڈ کر کے پڑھ لیں
مذید کے لئے رابطہ کریں

0344 4499420

For Free Ebook Novels Link

https://heylink.me/ZUBI_NOVELS_ZONE

اسلام علیکم !

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا

تک پہنچانا چاہتے ہیں تو زوبی ناولز زون

https://www.zubinovelszone.com

https://www.zubinovelszone.in

https://www.znz.life

آن لائن ویب سائٹ آپکو پلیٹ فارم فراہم کر رہا ہے اگر آپ ہماری ویب سائٹ پر اپنا ناول، افسانہ، کالم آرٹیکل یا شاعری پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو ابھی ای میل کریں۔

ZUBINOVELSZONE@GMAIL.COM

آپ ہمارے فیس بک پیج اور ای میل اور وٹس ایپ کے ذریعہ رابطہ کر سکتے ہیں

وہاٹسپپ پر رابطہ کرنے کے لئے نیچے لنک پر کلک کرے

0344 4499420

https://www.facebook.com/zubairkhanafridi2020

انتباہ! اس ناول کے تمام جملہ حقوق زوبی ناولز زون کے پاس محفوظ ہیں کسی بھی طرح کاپی کرنے سے گریز کیا جائے۔

https://www.facebook.com/groups/Z.Novel.Zone

WhatsApp Channel Link

Channel Join Now